عمران سیریز

دہشت گرد

متحرک موت

مکمل ناول

از

مظہر کلیم ایم۔اے

سفر کر رہا تھا تو ظاہر ہے انجام کیا ہوا ہوگا ۔ لیکن سوپر فیاض آخر سوپر فیاض ہے ۔ یقین کیجئے سیکرٹ سروس منہ دیکھتی رہ گئی ۔ اور سوپر فیاض نے میدان مار لیا ۔ کیسے ؟

اس کا جواب آپ کو ناول پڑھنے سے ہی ملے گا ۔ بہرحال یہ ایک خوب صورت اور تیز رفتار ایکشن سے بھرپور ایسی کہانی ہے جسے ایک بار شروع کرنے کے بعد کہانی کے اختتام تک آپ نظریں نہ ہٹا سکیں گے ۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

ضروری اطلاع

ایک ہی جلد میں دونوں حصے شائع کیے جا رہے ہیں

دہشت گرد ۔ اول ۔ متحرک موت ۔ دوم

"خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے ۔ ــــ اپنے آباؤ اجداد کی قسم میں آئندہ جاسوسی کا نام بھی نہ لوں گا ۔ ــــ میری توبہ ہزار بار توبہ" ــــ عمران نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا ۔ مگر دوسرے لمحے اس کے سر پر ایک زوردار جوتا پڑا اور وہ ایک بار پھر چیخ پڑا ۔

"معاف کر دیجئے ــــ اللہ قسم بس اس بار معاف کر دیجئے" ــــ عمران اب باقاعدہ رونے پہ اتر آیا تھا ۔

"اور کر تو یہ جاسوسی ماسوسی ــــ ہر وقت میری جان سولی پر ٹنگی رہتی ہے ۔ اور تم جاسوسی کرتے پھر رہے ہو تم" ــــ ایک اور جوتا عمران کی کھوپڑی پہ پڑا ۔ اور عمران دھڑام سے پشت کے بل زمین پہ گر پڑا ۔ اس کی آنکھوں سے اب باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے اور چہرہ اس بچے کی طرح ہو گیا تھا جسے مار کھاتے وقت کوئی بچانے والا نظر نہ آ رہا ہو ۔

"اماں بس اب رہنے دیجئے ۔ بہت ہو گئی بھائی جان کے ساتھ" ــــ ثریا نے ہنستے ہوئے کہا ۔

"یہ ایسے باز نہیں آئے گا ثریا ۔۔۔ میں نے اب تک بہت صبر کیا ہے۔ آج میں اس کی ساری جاسوسی اس کی ناک سے نکال کر ہی دم لوں گی" عمران کی والدہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا جوتا فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔

"اماں جان آپ کو کیا پتہ ۔۔۔ یہ ثریا کی بچی مجھے اکساتی رہتی ہے۔ کہتی ہے خبردار ۔۔۔ اگر تم نے جاسوسی چھوڑ دی ۔۔۔ پھر میں اپنی سہیلیوں سے کیسے کہوں گی کہ میرا بھائی جان جاسوس ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں ثریا ۔۔۔ تم اپنے بھائی کی دشمن کیوں ہو گئی ہو۔ اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میرا بیٹا کیوں جاسوسی ماسوسی کرتا پھر رہا ہے" ۔۔۔ عمران کی والدہ ثریا پر چڑھ دوڑی۔

"ارے ارے اماں جان ۔۔۔ بھائی جان خواہ مخواہ مجھ پہ الزام دھر رہے ہیں۔ میں نے کب کہا ہے کہ یہ جاسوس بنیں" ۔۔۔ ثریا نے بوکھلا کر کہا اور پھر وہ عمران کو منہ چڑا کر کمرے سے بھاگ اٹھی۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ اب جوتوں کی بارش کا رخ اس کی طرف ہونے والا ہے۔

"تم نے میری جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔ جب دیکھو غائب۔ پوچھو تو جاسوسی ہو رہی ہے" ۔۔۔ عمران کی والدہ نے جوتا پھینک کر باقاعدہ رونا شروع کر دیا۔

"ارے ارے اماں جان ۔۔۔ بس رو یئے مت ۔۔۔ آپ مجھے ہزار پانچ سو جوتے اور مار لیجئے۔ اللہ قسم آپ کے جوتے کھانے کے لئے تو میں جاسوسی کرتا ہوں" ۔۔۔ عمران نے اٹھ کر ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر وعدہ کر کہ آئندہ جاسوسی نہیں کرے گا" ۔۔۔ ماں نے پچکارتے ہوئے کہا۔

"اماں میرے باپ کی توبہ" ۔۔۔ عمران نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔

"باپ کی بات نہ کر ۔۔۔ انہی کے لاڈ نے تو تمہیں بگاڑ رکھا ہے غضب خدا کا ۔۔۔ بیٹا جاسوسی کرتا پھر رہا ہے اور باپ کو پرواہ نہیں" عمران کی والدہ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اماں ۔۔۔ ایک بات تو بتایئے ۔۔۔ آپ کو پتہ ہے جاسوسی ہوتی کیا ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا ۔۔۔ تو اب تم ماں کو جاہل سمجھنے لگے ہو۔ جیسے مجھے پتہ نہیں کہ یہ موئی جاسوسی کیا بلا ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ جاسوسی کا مطلب ہے غیر عورتوں کے پیچھے غنڈوں بدمعاشوں سے لڑنا۔ بول میں ٹھیک کہہ رہی ہوں" ۔۔۔ عمران کی والدہ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے ۔۔۔ خدا کی قسم آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔ ایسی جاسوسی تو صرف ابا جان ہی کر سکتے ہیں۔ میری کیا مجال کہ میں جاسوسی کروں" ۔۔۔ عمران نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"باپ پر الزام لگاتا ہے ۔۔۔ ٹھہر تو ذرا" ۔۔۔ عمران کی والدہ نے دوبارہ جوتا سنبھالا اور عمران اٹھ کر یوں بھاگا جیسے موت اس کا پیچھا کر رہی ہو۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں اماں ۔۔۔ آپ ابا جان سے پوچھ لیں" ۔۔۔ عمران نے دروازے میں رکتے ہوئے کہا۔ اور پھر مڑ کر بھاگا۔ مگر جوتا

اس کی کمر پر پڑ ہی چکا تھا۔

"بھائی جان بھائی جان" ــــــ برآمدے کے کونے میں کھڑی ثریا نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"ثریا کی بچی ــــ کسی دن میں تیری چٹیا کاٹ کر پھینک دوں گا" ــــ اماں جان کو الٹ سلٹ پٹیاں تو ہی پڑھاتی رہتی ہے" ــــ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں بھائی جان ــــ اماں جان نے آپ کے متعلق پوچھا کہ کئی دن ہوئے عمران نہیں آیا۔ آخر یہ کرتا کیا پھر رہا ہے۔ اور میں نے بس انہیں بتادیا کہ جاسوسی کرتے پھر رہے ہیں" ــــ ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور جاسوسی کا مطلب بھی ظاہر ہے تم نے ہی انہیں سمجھایا ہوگا" ــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو کیا غلط بتایا ہے بھائی جان" ــــ ثریا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھہر ذرا ــــ میں تمہیں جاسوسی کا اصل مطلب بتاتا ہوں" ــــ عمران نے اس کی طرف لپکتے ہوئے کہا اور ثریا ماں کے کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ــــ اچانک سر رحمان کی غصیلی آواز گونجی۔ وہ شاید قریبی کمرے میں آرام کر رہے تھے کہ ان کا شور سن کر باہر نکل آئے تھے۔

"اباجان ــــ اس ثریا کی بچی کو جاسوسی کا مطلب سمجھا رہا تھا" ــــ

عمران نے ٹھٹھک کر رکتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے لہجہ انتہائی برخوردارانہ ہی تھا۔

"بکواس بند کرو اور میرے ساتھ آؤ" ــــ سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے۔

"بہت بہتر ــــ بڑی مشکل سے جوتے برسنے بند ہوئے تھے کہ اب جوتے شروع ہونے والے ہیں" ــــ عمران نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو" ــــ سر رحمان نے کمرے میں پہنچ کر ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قبلہ کھڑا ہو اور میں بیٹھ جاؤں" ــــ عمران نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

"شٹ اپ ــــ میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں" ــــ سر رحمان نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"آپ ایسا کریں مجھے اپنا ٹائم ٹیبل دے دیں تاکہ میں وقت کے مطابق وہی سناؤں جو آپ سننا چاہتے ہوں" ــــ عمران نے انتہائی فدویانہ لہجے میں کہا۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے" ــــ سر رحمان کو اور زیادہ غصہ آگیا۔

"بالکل بند کروں گا جناب ــــ آپ حکم کریں تو بند کرکے اس کو تالا لگا دوں۔ تاکہ آسانی سے نہ کھل سکے" ــــ عمران نے جواب دیا اور سر رحمان چند لمحے انتہائی غصیلی نظروں سے عمران کو گھورتے رہے۔

ان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"فنٹ فرمایئے"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ سر رحمان اب غصے کی اس انتہا تک پہنچ چکے ہیں کہ گولی مار دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

"دہشت گرد کے متعلق تم کیا جانتے ہو"۔۔۔۔ سر رحمان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"دہشت گرد۔۔۔ کیا یہ کسی نئی فلم کا نام ہے۔ اللہ قسم آپ یقین کیجئے۔ پچھلے ایک سو ایک سالوں سے میں نے کوئی فلم نہیں دیکھی"۔۔۔۔ عمران نے گڑبڑائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"میں فلم کی نہیں۔۔۔ بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد کے متعلق پوچھ رہا ہوں"۔۔۔۔ سر رحمان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ اب میں سمجھا۔ یہ وہی تنظیم ہے۔ جس نے مغربی یورپ کے چار ملکوں میں اودھم مچا رکھا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بھی اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہی تنظیم"۔۔۔۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

"بس۔۔۔ میں نے اس کا نام سنا ہے اس سے زیادہ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔۔۔ ٹھیک ہے پھر تم جا سکتے ہو۔۔۔ گٹ آؤٹ"۔۔۔۔ سر رحمان نے کہا۔

"ارے ارے۔۔۔ آپ ناراض ہو گئے۔ یقین کیجئے مجھے اس تنظیم کی تفصیلات کا علم نہیں۔ مگر آپ کو اس تنظیم سے کیا دلچسپی ہو گی۔ آپ

...ں جان سے اجازت لے دیں تو میں ان سے بھی بڑا دہشت گرد بن جاتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

سر رحمان کچھ دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے کونے میں پڑی ہوئی میز کی دراز کھولی اور ایک کاغذ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"اسے پڑھو"۔۔۔۔ سر رحمان کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

عمران نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ کاغذ پر صرف دو لائنیں ٹائپ کی گئی تھیں۔ اور نیچے عقاب کا نشان بنا ہوا تھا۔

"ہوشیار رہئیے۔ دہشت گرد کا آئندہ نشانہ آپ کا ملک ہے"۔۔۔۔

کاغذ پر ٹائپ شدہ لائنوں کا لب لباب یہی تھا۔

"یہ عقاب صاحب کون ہیں"۔۔۔۔ علی عمران نے کاغذ سے سر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ مغربی یورپ کے ایک ملک کی سیکرٹ سروس کا خصوصی نشان ہے۔ یہ کاغذ اس ملک کی طرف سے ہمیں خفیہ طور پر بھجوایا گیا ہے"۔۔۔۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کیوں فکر کرتے ہیں یہ کاغذ سیکرٹ سروس کو بھجوا دیجئے اور بس"۔۔۔۔ عمران نے بڑے لاپرواہانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ صدر مملکت نے یہ کاغذ میرے محکمے کو بھجوایا ہے۔ اور میں سوچ رہا ہوں کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی نگرانی میں ایک خصوصی ٹیم اس ملک میں بھیجوں تاکہ دہشت گرد کا خاتمہ وہیں کیا جا سکے۔ اسے ہمارے ملک تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو جانا چاہیئے"۔۔۔۔ سر رحمان

نے کہا۔

"بہت نیک خیال ہے جناب ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض کی عمر خاصی طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اسے ختم کرنے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ——— کیا تم سپرنٹنڈنٹ فیاض کو نکما سمجھتے ہو۔ تمہیں علم نہیں کہ اس نے کتنے بڑے بڑے مجرموں کی سرکوبی کی ہے۔ وہ میرے محکمے کی ناک ہے" ——— سر رحمان نے اپنے اسسٹنٹ کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

"مگر اس ناک کو اس بار ایسا نزلہ ہوگا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اس کا علاج نہ کر سکے گا۔ یہ بتا دوں جناب قبلہ والد صاحب" ——— عمران نے جواب دیا۔

"نہیں ——— یہ میرا فیصلہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کامیاب رہے گا" ——— سر رحمان نے کہا۔

"آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ دہشت گرد کو یہاں آنے دیجیے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اُسے پکڑ کر دو جوتے لگائے گا اور دہشت گرد خالی گر دھاڑتا رہ جائے گا" ——— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے مشورہ دے رہے ہو۔ گٹ آؤٹ۔ تم جیسے نکمے سے سپرنٹنڈنٹ فیاض لاکھ درجے زیادہ بہتر ہے" ——— سر رحمان نے

غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی ——— بہرحال میں یہ ضرور کہوں گا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی قبر کے لئے جگہ الاٹ کر دیجیے۔ قوالی کا بندوبست میں کرا دوں گا" ——— عمران نے کہا۔

اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اگر وہ ایک لمحہ بھی اور ٹھہرا رہا تو اُسے اپنی قبر کا بندوبست کرنا پڑ جائے۔

عمران نے آج کافی دنوں بعد کوٹھی کا چکر لگایا تھا۔ اور پھر جیسے ہی وہ والدہ کو سلام کرنے ان کے کمرے میں پہنچا۔ والدہ جو نجانے کب سے بھری بیٹھی تھیں نے اُسے دیکھتے ہی جوتا اتار لیا۔ اور عمران بڑے اطمینان سے بیٹھا جوتے کھاتا رہا۔ اس کا ایمان تھا کہ والدہ کے جوتے کھانے سے اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی کی بیٹری دوبارہ چارج ہو جاتی ہے۔ پھر وہاں سے جان چھڑا کر جب وہ بھاگا تو اب یہ دہشت گرد کا چکر سامنے آگیا تھا۔

سر رحمان کے کمرے سے نکل کر وہ سیدھا پورچ میں آیا جہاں اس کی کار موجود تھی اور چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتی ہوئی سر سلطان کی کوٹھی کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ دہشت گرد کے متعلق اس خط نے اُسے خاصا تشویش زدہ کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ دہشت گرد تنظیم کے بارے میں کافی کچھ جانتا تھا اور اُسے علم تھا کہ جس ملک میں یہ تنظیم پہنچ جائے پھر وہاں جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے۔ اور اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سر رحمان اور اس کا محکمہ دہشت گرد کا کچھ بھی نہ

بگاڑ سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جلد از جلد مہ سلطان سے مل کر اس کے متعلق کوئی اقدام کرنا چاہتا تھا۔

ھوٹل شہرزاد کی تیسری منزل کے ایک سجے سجائے کمرے میں اس وقت دو افراد ایک چھوٹی سی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے میز پر رکھے ہوئے مصنوعی پھولوں کے گلدان کو یوں گھور رہے تھے جیسے ابھی جادو کے زور سے یہ مصنوعی پھول اصلی پھولوں میں تبدیل ہونے والے ہوں۔ ان میں سے ایک انتہائی سمارٹ نوجوان تھا جس کے چہرے پر چھائی ہوئی معصومیت سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اُسے دنیا کی آلودگیوں کی ہوا تک نہ لگی ہو۔ جبکہ اس کے مقابل ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کے انگ انگ میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس کا جسم دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی حسینہ عالم کا مقابلہ جیت کر آئی ہو۔ اور خوب صورت جسم پر انتہائی چست لباس نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دکھایا تھا۔ یہ دونوں غیر ملکی تھے۔

وہ دونوں بالکل خاموش بیٹھے مصنوعی پھولوں کے اس گلدستے کو دیکھنے میں یوں محو تھے جیسے عبادت کر رہے ہوں۔ اور پھر چند لمحوں

بعد وہ دونوں ہی چونک پڑے کیونکہ گلدستہ کے مصنوعی پھولوں کا رنگ تیزی سے تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ نوجوان نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر ایک پھول کو مخصوص انداز میں باہر کی طرف کھینچا اور دوسرے لمحے گلدان میں سے ایک مدہم سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ہیلو —— ڈی۔ جی۔ ون سپیکنگ اوور" —— آواز مدہم تھی مگر لہجہ اس قدر سرد تھا کہ سنتے ہی جسم میں سردی کی لہر دوڑنے لگ جاتی تھی۔

"یس باس —— ڈی۔ جی ہنڈرڈ اینڈ ہنڈرڈ ون اٹنڈنگ یو اوور" —— نوجوان نے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رپورٹ اوور" —— دوسری طرف سے لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرد ہو گیا تھا۔

"باس —— اس ملک میں مدافعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ انتہائی پس ماندہ اور تھرڈ کلاس لوگوں کا ملک ہے۔ اوور" —— نوجوان نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تفصیلی رپورٹ دو اوور" —— نمبر ون نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"باس —— ہنڈرڈ ون اور میں نے ایک ہفتہ تک یہاں کے تمام اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اور ان کا انتہائی قریب سے جائزہ لیا ہے۔ یہاں کی انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہنڈرڈ ون کے قابو میں آ گیا اور ہنڈرڈ ون کی رپورٹ ہے کہ وہ انتہائی مغرور، جاہل اور

پست ذہنیت کا آدمی ہے۔ وہ یہاں کی انٹیلی جنس کا عملی طور پر سربراہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ انتہائی ناکارہ آدمی ہے۔ اور وہ ہمارا مقابلہ ایک لمحہ بھی نہ کر سکے گا۔ ملٹری انٹیلی جنس شہری معاملات میں قطعاً مداخلت نہیں کرتی۔ دیگر حکام کی تمام تر کارروائیاں انہی کی ذات کے گرد ہی گھومتی ہیں۔ اور وہ سب عملی طور پر ناکارہ ہیں اوور" ـــــ نوجوان نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں ـــــ مگر مجھے رپورٹ ملی ہے کہ اس ملک کی سیکرٹ سروس انتہائی فعال اور خطرناک ہے۔ کیا تم نے اُسے چیک کیا ہے اوور" ـــــ نمبروان نے پوچھا۔

"یس سر ـــ میں نے اس کی گن سن بھی لی ہے۔ یہاں کی سیکرٹ سروس کا سربراہ ایکسٹو کہلاتا ہے۔ اور وہ آج تک کسی کے سامنے نہیں آیا حتیٰ کہ یہاں کا صدر بھی اُسے نہیں جانتا۔ اس کی چند ممبروں پر مشتمل ایک ٹیم ہے۔ مگر وہ لوگ مقامی مسائل میں دل چسپی نہیں لیتے۔ البتہ ایک مسخرے سے شخص علی عمران کے متعلق پتہ چلا ہے کہ وہ کبھی کبھی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔ اور انتہائی خطرناک سمجھا جاتا ہے اوور" ـــــ نوجوان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ مجھے خوشی ہے کہ تم نے واقعی محنت کی ہے۔ اس مسخرے اور احمق شخص علی عمران کے متعلق مجھے بہت سی کہانیاں موصول ہوئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپریشن کے آغاز سے قبل اس کا کانٹا درمیان سے نکل جائے اوور" ـــــ نمبروان نے جواب دیا۔

"بہتر باس ـــــ جیسے آپ حکم کریں۔ نمبر ٹو وان نے اس کے متعلق بھی معلوم کیا ہے۔ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا گہرا دوست ہے۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے اُسے ٹریپ کیا جا سکتا ہے اوور" ـــــ نوجوان نے اس بار پہلی دفعہ مسکراتے ہوئے اور مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"او۔ کے ـــــ ابھی میں کم از کم پندرہ روز تک پاکیشیا نہیں پہنچ سکتا۔ ان پندرہ روز کے اندر اندر مجھے علی عمران کے خاتمے کی یقینی رپورٹ مل جانی چاہیئے اوور اینڈ آل" ـــــ دوسری طرف سے کرخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی نہ صرف گلدان سے آواز آنی بند ہو گئی۔ بلکہ گلدان کے مصنوعی پھول بھی رنگ بدلنے لگے اور چند لمحوں بعد وہ پہلی حالت میں آ گئے۔

اور ان دونوں کے حلق سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گئی۔ جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ ان کے کندھوں سے اتر گیا ہو۔

"شکر ہے باس نے ہمارے کام کی تعریف کی ہے ناراض نہیں ہوا" غیر ملکی لڑکی نے مسکراتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سوزی ـــــ اگر باس ذرا بھی ناراض ہوتا تو شاید ہم دوسرا سانس بھی نہ لے سکتے۔ تم ابھی نئی اس تنظیم میں آئی ہو۔ چیف باس معمولی سی کوتاہی بھی برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے" ـــــ نوجوان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے مارٹن ـــــ بہر حال شکر ہے خطرہ ٹل گیا اب ہمارے پاس پندرہ روز ہیں اور ہم اطمینان سے کام کر سکتے ہیں" سوزی نے کرسی سے اٹھ کر ایک بھرپور اور توبہ شکن انگڑائی لیتے

ہوتے کہا۔

" ابھی کہاں خطرہ ٹلا ہے۔ جب تک علی عمران کا خاتمہ نہ ہو جائے میں نے باس کو اس کے متعلق پوری تفصیلات نہیں بتائیں۔ ورنہ میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ اس شخص سے ٹکرا کر بڑی بڑی تنظیمیں تباہ ہو چکی ہیں " ۔۔۔۔ مارٹن نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" ارے چھوڑو مارٹن ۔۔۔۔ اُسے تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میرے سامنے بڑے بڑے خطرناک لوگ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ اس احمق کی بھلا کیا اوقات ہے " ۔۔۔۔ سوزی نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے تم بھی اپنے جوہر آزمالو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے اس شخص کو ٹریپ کرو اور سائنایڈ کی سوئی سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس کا خاتمہ کر دو۔ میں ایک ہفتہ بعد واپس آؤں گا۔ مجھے کامیابی کی رپورٹ ملنی چاہیئے " ۔۔۔۔ مارٹن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

" ایک ہفتہ بعد ۔۔۔۔ مگر تم ایک ہفتہ کہاں گزارو گے " ۔۔۔۔ سوزی نے چونکتے ہوئے کہا۔

" دیکھو ڈیئر ۔۔۔۔ ہم یہاں تفریح کرنے نہیں آئے۔ ہمارا مشن بے حد اہم ہے۔ چیف باس جب یہاں آئے تو اُسے یہاں کی مکمل معلومات ملنی چاہیئے۔ یہی ایک صورت ہے ہمارے بچاؤ کی۔ میں اس ایک ہفتے میں یہاں کی اٹیمک لیبارٹری کی تفصیلات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی ہمارے مشن کا ہی ایک حصہ ہے " ۔۔۔۔ مارٹن نے

جواب دیا۔

" اٹیمک لیبارٹری ۔۔۔۔ مگر تم اُسے کیسے تلاش کرو گے۔ ایسی لیبارٹریاں تو انتہائی خفیہ رکھی جاتی ہیں " ۔۔۔۔ سوزی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

" تلاش کرنے والے ہر چیز کو تلاش کر لیتے ہیں۔ میں نے اس لیبارٹری میں کام کرنے والی ایک لڑکی کو ٹریس کر لیا ہے۔ میں ایک ہفتہ اس کے فلیٹ میں گزاروں گا وہ انتہائی جنس زدہ لڑکی ہے۔ اور تم جانتی ہو کہ جنس زدہ لڑکیاں مجھ پر پروانوں کی طرح نچھاور ہوتی ہیں " مارٹن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" ہاں یہ تو درست ہے مارٹن ۔۔۔۔ تم ایک مکمل مرد ہو۔ ایک ایسے مرد جسے پا لینے کے بعد عورت کسی اور مرد کا تصور تک بھول جاتی ہے مگر میرے لئے تمہارے بغیر ایک ہفتہ گزارنا بہت مشکل ہے " سوزی نے جواب دیا۔

" مجبوری ہے ڈیئر ۔۔۔۔ ورنہ تمہیں چھوڑنے کو دل تو نہیں چاہتا بہرحال ایک ہفتہ بعد ہم دونوں کامیابی کا بھرپور جشن منائیں گے " مارٹن نے جواب دیا۔ اور پھر وہ بائی بائی کہتا ہوا تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جب کہ سوزی خاموش کھڑی اُسے جاتا دیکھتی رہی اس کی آنکھوں میں حسرت تھی۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مارٹن کے بغیر کسی لق و دق صحرا میں اکیلی رہ گئی ہو۔

مارٹن کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تو سوزی نے ایک

طویل سانس لی اور چہرہ کندھے اچکاتی ہوئی میز پر پڑے ٹیلی فون کی
طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے رسیور اٹھایا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے
نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو —— سپرنٹنڈنٹ فیاض سپیکنگ" —— رابطہ قائم
ہوتے ہی دوسری طرف سے سوپر فیاض کی تحکمانہ آواز سنائی دی۔

"ڈیئر فیاض —— میں سوزی بول رہی ہوں" —— سوزی نے
اپنے لہجے میں بے پناہ شیرینی بھرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوزی ڈیئر۔ ہے تعجب کہ تم نے ہمیں یاد تو کیا" ——
سوپر فیاض کا لہجہ فوراً ہی رومانی ہو گیا۔

"تم بہت ظالم ہو سوپر —— میں نے ملک ملک کی سیر کی ہے۔
ہزاروں مرد دیکھے ہیں مگر تم نجانے کیا چیز ہو کہ تمہیں بھلانے کی کوشش
کرتی ہوں تو ناکام رہتی ہوں" —— سوزی نے بڑے میٹھے لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ارے ڈیئر —— یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سمجھتی ہو۔ ورنہ
یقین کرو تم جیسی خوب صورت اور سمارٹ لڑکی تو بس میرے تصور
میں ہی تھی" —— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اپنی تعریف سن کر ریشہ
خطمی ہونے میں دیر نہ لگائی۔

"تو پھر آجاؤ —— میں یہاں اکیلی ہوں اور سخت بور ہو رہی ہوں"
سوزی نے کہا۔

"کہاں سے فون کر رہی ہو" —— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے پوچھا۔

"ارے تمہیں بھول گیا میرا پتہ —— ہوٹل شہرزاد —— کمرہ

نمبر ایک سو بارہ" —— سوزی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا —— بس دس منٹ میں حاضر ہوا" —— سپرنٹنڈنٹ
فیاض نے بے چین لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو ڈیئر —— میں تمہیں رات کو واپس نہ جانے دوں گی۔
ہاں بس آجاؤ جلدی —— میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں" ——
سوزی نے کہا اور منہ سے رسیور چومنے کی آواز نکال کر اس نے
رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ چند ہی لمحوں میں
سپرنٹنڈنٹ فیاض سر کے بل دوڑتا ہوا آئے گا۔ اس کے چہرے پر
پُراسرار سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

عمران نے کار سیدھی سر سلطان کی کوٹھی کے پورچ میں جا کر روکی اور کار سے اتر کر وہ سر سلطان کے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈرائنگ روم کے ایک حصے کو سر سلطان نے پرائیویٹ آفس کا روپ دے رکھا تھا۔ انہوں نے اس کمرے میں ایسا سسٹم رکھا ہوا تھا کہ جب چاہے ایک بٹن دبا کر اس حصے کو ڈرائنگ روم سے بالکل علیحدہ کر لیتے اور جب چاہتے اُسے ڈرائنگ روم کا حصہ بنا لیتے تھے۔ ڈرائنگ روم اور ان کے دفتر کے درمیان ایک سلائیڈنگ دیوار تھی۔ جس کے ذریعے وہ اُسے علیحدہ کر لیتے تھے۔ تاکہ اگر کوئی مہمان آ جائے تو وہ دفتر میں کام کرتے ہوئے ڈسٹرب نہ ہوں۔

ڈرائنگ روم کے دروازے پر ایک باوردی ملازم بڑے چوکنے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ خاصے سڈول جسم کا مالک تھا۔ اس کے جسم کی بناوٹ بتاتی تھی کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں ماہر رہا ہوگا۔ یہ ملازم نیا تھا کیونکہ عمران نے اس سے پہلے اُسے نہ دیکھا تھا۔

عمران جیسے ہی دروازے کے قریب پہنچا۔ اس ملازم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا راستہ روک لیا۔

"فرمائیے" ـــــ ملازم کا لہجہ مؤدبانہ ہونے کے ساتھ ساتھ خاصا سخت تھا۔

"بغیر سازوں کے تو میں نے آج تک کچھ نہیں فرمایا۔ اگر فرمائش سننے کا موڈ ہے تو پھر بھاگ کر آرکسٹرا کا بندوبست کرو۔ یقین کرو بڑے بڑے قوالوں کو بھول جاؤ گے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کو کس سے ملنا ہے" ـــــ ملازم نے اس بار قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھو بھئی اللہ دتا ۔۔۔۔" ـــــ عمران نے کہنا شروع کیا۔

"میرا نام اللہ دتا نہیں یوسف ہے" ـــــ ملازم نے فوراً ہی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یوسف ـــ اچھا واقعی ـــ کمال ہے ـــ یوسف ـــ بھئی بہت خوب ـــ بڑی حسرت تھی یوسف ثانی سے ملنے کی۔ مگر کیا سر سلطان نے اب سوت کا کاروبار شروع کر دیا ہے" ـــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"سوت کا کاروبار ـــ آخر آپ کا مطلب کیا ہے۔ کون ہیں آپ" ـــ ملازم نے شاید اُسے واقعی پاگل تسلیم کر لیا تھا۔

"بھئی ایک بڑھیا نے حضرت یوسف کو سوت کی انٹی کے بدلے

خریدا تھا۔ اور ظاہر ہے یوسف تانافی بھی سوت کی اٹی کے بدلے ہی
خریدا گیا ہوگا۔ اور تمہاری یہاں موجودگی بتا رہی ہے کہ اب سر سلطان
نے بھی سوت کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔ باقی رہا میرا تعارف تو بھئی
میں ایک غریب آدمی ہوں۔ سنا ہے تمہارا صاحب بہت بڑا افسر
ہے۔ مجھے نوکری دلا سکتا ہے"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔
اور عمران کے اس تعارف کے ساتھ ہی ملازم کے چہرہ یک بیک
پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔
"اچھا۔۔۔ تو تم ملازمت کے لئے آئے ہو اور غریب آدمی ہو۔ چلو
دفع ہو جاؤ۔ یہاں سے صاحب کسی سے گھر پہ نہیں ملتا۔ کہیں اور جا
کر قسمت آزمائی کرو"۔۔۔ ملازم کا لہجہ یکدم بے پناہ سخت ہو گیا۔
ظاہر ہے اس سے قبل اُسے شک تھا کہ آنے والا صاحب کا کوئی
خاص آدمی نہ ہو مگر ملازمت ڈھونڈھنے والی بات سے وہ سمجھ گیا کہ
آنے والا بس ویسے ہی آگیا ہے۔
"یار خدا کی قسم۔۔۔ صاحب سے میری سفارش کر دو اگر مجھے
نوکری مل گئی تو تمہارا احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا"۔۔۔ عمران
نے انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔
"میں نے کہہ دیا ہے کہ چلے جاؤ ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں
گا۔ جاؤ دفتر روزگار سے نوکری کا پتہ کرو یہاں نوکریاں نہیں ملتیں"۔
ملازم نے اور زیادہ اکڑتے ہوئے کہا۔
"بھئی کہہ تو رہا ہوں بڑا غریب آدمی ہوں۔ کار میں پٹرول ڈلوانے
کے پیسے نہیں ہیں۔ سالا پٹرول بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ نوکری مل

گئی تو کم از کم پٹرول ڈلوانے کے پیسے تو مل ہی جائیں گے"۔۔۔ عمران
نے جواب دیا۔ اور اسی لمحے ملازم کو عمران کی کار کا خیال آگیا۔ کیونکہ
اس نے اُسے کار سے اترتے دیکھ لیا تھا۔ مگر اُسے خیال نہیں
رہا تھا۔
"کک کیا مطلب۔۔۔ تم غریب آدمی ہو اور تمہارے پاس
کار ہے"۔۔۔ ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"تو اس میں حیرانی کی کون سی بات ہے۔ کار ہوتی ہی غریبوں کے
پاس ہے۔ اب بھلا بتاؤ تمہارے پاس کار ہے"۔۔۔ عمران نے
لاپرواہ سے لہجے میں پوچھا۔
"نہیں"۔۔۔ ملازم نے جواب دیا۔
"بس اسی بات سے سمجھ لو کہ میں کتنا غریب ہوں۔ ارے ہاں
سنو صاحب دفتر میں ہیں یا باورچی خانے میں بیٹھے پکوڑے تل رہے
ہیں"۔۔۔ عمران نے بڑے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔
اور ملازم اُسے یوں حیرت سے دیکھنے لگا جیسے وہ دنیا کا آٹھواں
عجوبہ ہو۔ اُسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ آخر یہ شخص ہے کون۔ اتنی جدید کار
سے اترا ہے اور بات نوکری کی کر رہا ہے۔
"تم پاگل تو نہیں ہو"۔۔۔ چند لمحوں کے بعد ملازم نے کہا۔
اس ملک میں ہر غریب آدمی کو پاگل ہی کہا جاتا ہے۔ اس میں تمہارا
قصور نہیں ہے۔ بہرحال صاحب کو اطلاع دو کہ میں ان کے لئے خالص
بیسن لایا ہوں۔ بڑے دنوں سے انہوں نے فرمائش کر رکھی ہے اور
خالص بیسن پورے شہر میں ملتا ہی نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر

لایا ہوں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خالص بیسن" ـــــ ملازم اب واقعی بوکھلا چکا تھا۔

ہاں بھئی تمہارا صاحب پکوڑے کھانے کا بہت شوقین ہے۔ اور ظاہر ہے اچھے پکوڑے خالص بیسن سے ہی بنتے ہیں اور خالص چیزیں تو آج کل نایاب ہی ہیں۔ تین سو روپے کا پٹرول جلایا ہے تب جا کر ایک پاؤ خالص بیسن ملا ہے۔ کیا سمجھے۔ جلدی جاؤ اور صاحب کو کہو۔ وہ خالص بیسن کے پکوڑے تلنے کے لئے تیار ہو جائیں" ـــــ عمران نے بڑے اطمینان سے ملازم کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ گو اس نے اپنے طور پر اس کے کندھے پر تھپکی سی دی تھی۔ مگر تھپکی میں کتنی قوت تھی کہ وہ جسیم ملازم اچھل کر دروازے سے جا ٹکرایا اور دروازہ چونکہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس لئے ظاہر ہے دروازے سے ٹکرا کر اس نے اندر ہی جا گرنا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ ملازم اٹھتا۔ عمران اسے بڑے اطمینان سے پھلانگتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ جس کے کونے میں بنے ہوئے دفتر میں سر سلطان ایک میز کے پیچھے موجود تھے۔ اور ظاہر ہے ملازم کے گرنے کے دھماکے کی وجہ سے وہ چونک کر دروازے کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ اور جب ان کی نظریں اندر آتے ہوئے عمران پر پڑیں تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

ملازم نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھا اور عمران کی طرف لپکا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جناب یہ شخص ...." ـــــ ملازم نے عمران کی طرف

بڑھتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے یوسف تم جاؤ" ـــــ سر سلطان نے تحکمانہ لہجے میں یوسف سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور یوسف جو آگے بڑھتے ہوئے عمران کے قریب پہنچ چکا تھا ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر غصے اور بے بسی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"یار رک کیوں گئے ـــــ جاؤ بھاگ کر ایک پاؤ خالص بیسن ڈھونڈ لاؤ۔ شاباش جلدی کرو" ـــــ عمران نے مڑ کر کہا اور پھر واپس سر سلطان کی طرف مڑنے لگا۔

ملازم حیرت زدہ انداز میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔

"میں نے کہا یوسف باہر جاؤ ـــــ سنا نہیں تم نے" ـــــ سر سلطان نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا اور یوسف سر جھٹک کر واپس مڑ گیا۔

"آؤ عمران کیسے آنا ہوا" ـــــ سر سلطان نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ـــــ کل آپ نے خالص بیسن کے پکوڑے کھلانے کی دعوت دی تھی اور آج پوچھ رہے ہیں کیسے آنا ہوا" ـــــ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو میں بہت مصروف ہوں" ـــــ سر سلطان نے زبردستی اپنے آپ پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا جناب ـــــ ناراض نہ ہوں۔ آپ کی مرضی نہ کھلائیں پکوڑے۔ ہمارا کوئی زور چلتا ہے آپ پر" ـــــ عمران نے برا سا منہ بناتے

ہوئے کہا۔

اور سر سلطان اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیئے۔

"مگر یہ تمہیں پکوڑے کھانے کا شوق کب سے ہو گیا ہے"۔۔۔۔ سر سلطان بھی شاید موڈ میں آ گئے تھے۔

"جب سے میں نے سنا ہے کہ عورتیں بہت اچھے پکوڑے بناتی ہیں"۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے میں ابھی سر رحمان سے بات کرتا ہوں وہ بیچارے تو کب سے اس موقع کی آس لگائے بیٹھے ہیں"۔۔۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ۔۔۔ خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔ قبلہ ڈیڈی تو مار مار کر میرا ہی پکوڑہ بنا دیں گے"۔۔۔۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر سنجیدگی سے بات کرو"۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اچھا سنجیدگی سے ہی بات سہی یہ بتایئے کہ آپ نے سیکرٹری وزارت دفاع سے کب استعفیٰ دیا ہے"۔۔۔۔ اس بار عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"استعفیٰ میں نے ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ میں سمجھا نہیں"۔۔۔۔ سر سلطان واقعی بوکھلا گئے تھے۔

یہی تو مصیبت ہے۔ جہاں میں نے سنجیدگی سے بات کی اور مقابل

پر مطلب پوچھنے کا دورہ پڑا۔ بتایئے۔ استعفیٰ کا مطلب بتاؤں۔ یا سیکرٹری وزارت دفاع کا"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر میں نے تو استعفیٰ نہیں دیا۔ یہ تم پر اچانک کیا دورہ پڑ گیا"۔۔۔۔ سر سلطان بھی اب سنجیدہ ہو گئے تھے۔

"اگر آپ نے استعفیٰ نہیں دیا تو صدر مملکت نے دہشت گرد کے اس ملک میں آنے کی اطلاع آپ کی بجائے سر رحمان کو کیوں بھجوا دی"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔ تو تم اس بارے میں کہہ رہے تھے۔ دراصل جب یہ اطلاع ملی تو سر رحمان اور میں صدر مملکت کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے ہم سے ذکر کیا تو سر رحمان نے خود ہی آفر کر دی کہ یہ کیس انہیں دے دیا جائے وہ خود ان سے نپٹ لیں گے۔ میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس لئے صدر مملکت نے کیس ان کے سپرد کر دیا"۔۔۔۔ سر سلطان نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اور آپ ان کے ذمے کیس لگا کر یہاں بیٹھے چین کی بنسری بجا رہے ہیں"۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں بے پناہ تلخی تھی۔

"ارے بھئی اس میں ناراض ہونے والی کون سی بات ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا گروہ ہو گا اور انٹیلی جنس اس سے خود ہی نمٹ لے گی۔ اس محکمے کو بھی تو کام کرنا چاہیئے"۔۔۔۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ پھر ایسا ہی سہی جب اس ملک میں بھونچال آئے گا۔ دہشت گردی کا خوفناک طوفان، تو پھر مجھے نہ کہیئے گا کہ بیٹے عمران کچھ کرو ملک کی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ اس وقت بیٹا عمران کچھ نہ کر سکے گا"۔

عمران نے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔ تو تمہارا مطلب ہے یہ دہشت گرد کوئی خوفناک تنظیم ہے" ۔۔۔۔ سر سلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ٹھہریئے میں ابھی بتاتا ہوں" ۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا۔ اور تیزی سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو" ۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص آواز میں جواب دیا۔

"عمران بول رہا ہوں طاہر" ۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر فرمایئے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو اس بار اصل آواز میں بولا تھا اور ظاہر ہے لہجہ مؤدبانہ ہی تھا۔

"طاہر ۔۔۔۔ لائبریری سے دہشت گرد کی فائل نکال کر لاؤ اور اس کی تفصیلات ٹیلی فون پر سر سلطان کو پڑھ کر سناؤ۔ عمران نے اُسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"کیا سر سلطان اسی لائن پر موجود ہیں" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"لائن پر نہیں۔ بلکہ نقطے پر بیٹھے ہوئے ہیں تم فائل لاؤ" ۔۔۔۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔

"بہتر سر ۔۔۔۔ صرف چند لمحے ہولڈ کیجئے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"جس طرح تم سنجیدہ نظر آرہے ہو۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ

دہشت گرد کوئی خوف ناک تنظیم ہے" ۔۔۔۔ سر سلطان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ خوف ناک کہہ رہے ہیں جناب ۔۔۔۔ خوف ناک ترین کہیئے۔ یہ ایک ایسی تنظیم ہے کہ جس ملک کا رخ کرے وہاں کچھ باقی نہیں رہتا" عمران نے جواب دیا۔

"ہیلو سر" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"ہاں لے آئے ہو فائل" ۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"یس سر ۔۔۔۔ اس میں صرف ایک کاغذ ہے۔ جس میں کچھ تفصیلات موجود ہیں" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے یہی کاغذ پڑھ کر سناؤ" ۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر رسیور سر سلطان کی طرف بڑھا دیا۔ سر سلطان نے بڑے ڈھیلے انداز میں رسیور پکڑا اور اسے کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے انہیں شاید دہشت گرد تنظیم کی تفصیلات سنانی شروع کر دیں۔ کیونکہ سر سلطان کے چہرے کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا تھا۔ حیرت کی وجہ سے ان کی ادھ کھلی آنکھیں تیزی سے کھلتی چلی جا رہی تھیں۔ اور پھر تقریباً دس منٹ بعد جب انہوں نے شکریہ کہہ کر رسیور کریڈل پر رکھا تو حیرت کی زیادتی سے ان کا چہرہ پتھر بن چکا تھا۔

"خدا کی پناہ ۔۔۔۔ اس قدر خوف ناک تنظیم" ۔۔۔۔ سر سلطان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اور ڈیڈی کی سنیئے کہ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی قیادت میں ایک

ٹیم اس تنظیم کی سرکوبی کے لئے بھیج رہے ہیں جیسے یہ تنظیم آلو چھولے بیچتی ہے۔ اور سوپر فیاض وردی کا رعب ڈال کر ان کے آلو چھولے بکوانے بند کر دے گا" ——— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بھئی عمران ——— حقیقت ہے مجھے اس کے متعلق علم نہیں تھا ورنہ میں کبھی یہ کیس سر رحمان کے محکمے کو ٹرانسفر نہ ہونے دیتا۔ بہرحال میں صدرِ مملکت سے بات کرتا ہوں" ——— سر سلطان نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"رہنے دیجئے ——— اب اگر یہ کیس ان سے لیا گیا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میری وجہ سے ایسا ہوا ہے" ——— عمران نے انہیں منع کرتے ہوئے کہا۔

"مگر اس قدر خوفناک تنظیم انٹیلی جنس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اور اگر یہ تنظیم پاکیشیا پہنچ گئی تو پھر کیا ہوگا" ——— سر سلطان نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں میں جلد ہی ٹیم لے کر ویسٹ ہارف روانہ ہو جاتا ہوں۔ آج کل سنا ہے یہ تنظیم وہاں سرگرم ہے۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ اسے پاکیشیا پہنچنے کے قابل ہی نہ چھوڑوں۔ آپ ایسا کریں کہ ٹیم کی خفیہ روانگی کا بندوبست کر دیں" ——— عمران نے کہا۔

"خفیہ روانگی کی کیا ضرورت ہے۔ ویسٹ ہارف سے ہمارے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ تم سرکاری طور پر بھی وہاں جا سکتے ہو" ——— سر سلطان نے کہا۔

"نہیں ——— ہو سکتا ہے وہاں کے اعلیٰ حکام اس تنظیم کے ہاتھوں

بک چکے ہوں۔ اس لئے میں خفیہ طور پر کام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ایک فوجی طیارے کا بندوبست کریں جو ہمیں ویسٹ ہارف کی سرحد تک چھوڑ دے۔ اس کے بعد آگے میں خود ہی بندوبست کر لوں گا" ——— عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— انتظام ہو جائے گا۔ مگر وہاں پہنچ کر مجھ سے رابطہ رکھنا تاکہ مجھے حالات کا علم ہوتا رہے" ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

"کوشش کروں گا وعدہ نہیں کر سکتا۔ او کے۔ بائی۔ بائی" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اور پھر اس کی کار سر سلطان کی کوٹھی سے نکل کر خاصی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ وہ دانش منزل پہنچ کر جلد از جلد روانگی کے انتظامات مکمل کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ دہشت گرد کے اس ملک سے نکلنے سے پہلے ہی اُسے چھاپ لے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض ابھی ابھی دفتر سے گھر پہنچا تھا۔ اور ابھی کھانا کھا کر لیٹا ہی تھا کہ سوزی کا ٹیلی فون آگیا۔ اور اس کی نظروں میں سوزی کا سراپا گھومنے لگا۔ اس کے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ اس کی بیوی اور بچے ایک ماہ کے لیے اس کے آبائی گاؤں گئے ہوئے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض کی آنکھوں میں سوزی کے ساتھ رات گزارنے کا پروگرام سنتے ہی بجلیاں سی دوڑنے لگی تھیں۔ وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے غسل خانے میں گھسا اور پھر جب تقریباً آدھے گھنٹے بعد باہر نکلا تو اس کے جسم پر نیا سلا ہوا خوب صورت سوٹ موجود تھا۔ اور اس نے یوڈی کلون کی پوری شیشی سوٹ پر انڈیل لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر طرف یوڈی کلون کی بھینی بھینی خوشبو پھیل گئی تھی۔ اس نے ڈریسنگ گلاس میں اپنا جائزہ لیا اور پھر کار کی چابیاں میز پر سے اٹھا کر وہ دروازے کی طرف لپکا۔ مگر ابھی وہ دروازے تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس

کے قدم روک لیے۔ وہ تیزی سے پلٹا۔ اُسے یقین تھا کہ فون سوزی کا ہوگا۔ جو فون کے انتظار میں بیٹھی بور ہو رہی ہوگی۔

"ہیلو ———" سوپر فیاض نے ریسیور اٹھا کر بڑے رومانٹک موڈ میں لفظ ہیلو کو کھینچتے ہوئے کہا۔

"فیاض ——— میں رحمان بول رہا ہوں۔ فوراً کوٹھی پہنچو" ——— دوسری طرف سے سر رحمان کی جلالی آواز سنائی دی اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اُسے فضا میں الٹا لٹکا دیا گیا ہو۔ سارے رومانی موڈ کا بیڑہ غرق ہو گیا تھا۔

"جج ——— جی ——— اس وقت" ——— سوپر فیاض نے منت آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم وقت پوچھنے کے قابل بھی ہو گئے ہو۔ فیاض" ——— سر رحمان نے چنگھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"نن ——— نن ——— نو سر ——— میں سر ابھی سر پہنچ رہا ہوں سر" ——— فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا اور فیاض نے یوں ریسیور کریڈل پر پٹخا جیسے سارا قصور اسی ریسیور کا ہو۔

وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر اس نے جلدی سے ریسیور اٹھایا اور ہوٹل شہزاد کے نمبر گھمانے شروع کر دیے۔

"ہوٹل شہزاد" ——— دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"روم نمبر ایک سو بارہ سے ملواؤ جلدی" ——— سوپر فیاض نے غصیلے انداز میں کہا۔

"اوکے سرہولڈ آن" ـــــ دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور پھر چند لمحوں بعد سوزی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"کون بول رہا ہے" ـــــ سوزی نے پوچھا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں ڈیئر" ـــــ سوپر فیاض نے لہجے کو جبراً نرم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے ڈیئر ـــــ بہت دیر لگا دی میرا تو ایک ایک لمحہ مشکل سے کٹ رہا ہے" ـــــ سوزی کا لہجہ یکدم بے حد رومانی ہو گیا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔ مگر ابھی ابھی ڈائریکٹر جنرل کا فون آگیا ہے۔ مجھے ان کے پاس جانا ہو گا۔ وہاں نجانے کتنا وقت لگ جائے بہرحال میں کوشش کروں گا کہ وہاں سے فارغ ہوتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں تم میرا انتظار کرنا" ـــــ سوپر فیاض نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کل تک ڈائریکٹر جنرل کو ٹال دو" ـــــ سوزی نے جواب دیا۔

"ارے نہیں ڈیئر ـــــ مسئلہ نوکری کا ہے۔ اس لئے مجبوری ہے۔ بہرحال میں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کروں گا" ـــــ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"اوکے ـــــ میں انتظار کروں گی" ـــــ سوزی نے دوسری طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا

"تھینک یو ڈیئر ـــــ بائی بائی" ـــــ فیاض نے مسکراتے ہوئے

ـــ وہ چہرہ رسیور رکھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے سر رحمان کی کوٹھی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

سر رحمان توقع کے مطابق اپنے دفتر میں موجود تھے۔

"آؤ بیٹھو" ـــــ سر رحمان نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"جی" ـــــ فیاض نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم کہیں جا رہے تھے" ـــــ سر رحمان نے خلاف توقع نرم لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں جناب ـــــ ایک دوست نے دعوت کی تھی" ـــــ فیاض نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"سنو فیاض ـــــ میں نے تمہاری کارکردگی چیک کرنے کے لئے یہ کیس لیا ہے۔ اگر تم اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا عہدہ بڑھا دیا جائے گا۔ اور تم اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹیلی جنس بن جاؤ گے۔ اور ناکامی کی صورت میں ...." ـــــ سر رحمان بات کرتے کرتے خاموش ہو گئے۔

"میں سمجھتا ہوں سر ـــــ ناکامی آپ برداشت نہیں اور کسی غیر ملک" فیاض نے لقمہ دیتے ہوئے کہا۔ اچانک اس کے ذہن صرف میں ہی نہیں بلکہ اس بار تمہاری زندگی بھی ناکامی پر وہ تیار کر لیا جائے کا مطلب موت ہو گا یہ ایک یقینی بات ہے۔ سر رحمان

دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں سرد
کی لہریں دوڑنے لگ گئی ہوں۔

"مم ۔۔۔ میں سمجھا نہیں جناب" ۔۔۔ فیاض نے بوکھلائے ہوئے
لہجے میں پوچھا۔

"سنو فیاض ۔۔۔ ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم دہشت گرد اس
وقت ملک ویسٹ ہارف میں کام کر رہی ہے اور ہمیں خفیہ طور پر اطلاع
ملی ہے کہ یہ تنظیم اب پاکیشیا میں کسی پُراسرار مشن پر آنے والی ہے۔ میں
نے اس کا کیس صدر مملکت سے کہہ کر خود لے لیا ہے" ۔۔۔ سر رحمان
نے تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"مم ۔۔۔ مگر جناب یہ کیس تو سیکرٹ سروس کا بنتا ہے" ۔۔۔
فیاض نے بھیک مانگنے والے انداز میں کہا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ بزدلوں جیسی باتیں مت کرو۔ سر رحمان نے انتہائی
غصیلے انداز میں اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"بب ۔۔۔ بہتر جناب" ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس
کے سوا اور وہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

"سنو ۔۔۔ میں نے پروگرام بنایا ہے کہ اس تنظیم کا خاتمہ ویسٹ
ہارف میں ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ تم کل ویسٹ ہارف جانے کی تیاری
نے جواب دیا۔ ممبرز کی ٹیم منتخب کر لی ہے۔ تم اس ٹیم کے انچارج ہو
"او۔ کے ۔ ان نے پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔
طرف سے جواب ۔۔۔ سوپر فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اس کی
ست کہ یہ ڈی میں سوزنی کا سراپا گھوم گیا۔

دلیے تم اس وقت جاؤ گے جب وہ تنظیم یہاں پہنچ جائے گی۔ کل
تک تیاریاں مکمل ہو جائیں گی۔ تم کل ملٹری ایئرپورٹ پر شام چھ بجے
پہنچ جانا" ۔۔۔ سر رحمان نے کہا۔

"مگر جناب وہاں کے متعلق جب تک ہمیں پوری معلومات حاصل
نہ ہوں ہم وہاں اس تنظیم کو کیسے تلاش کریں گے" ۔۔۔ فیاض
نے پوچھا۔

"تم نے سوال تو اچھا کیا ہے۔ مگر کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو کہ میں تمہیں
وہاں تفریح کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں خود وہاں جاؤں گا مگر تم سے الگ
رہ کر وہاں کی انٹیلی جنس سے ہمیں بنیادی معلومات مل جائیں گی۔ میں نے
وہ انتظام کر لیا ہے۔ بس تم جانے کی تیاری کرو" ۔۔۔ سر رحمان
شاید تمام پروگرام پہلے سے ہی سیٹ کئے بیٹھے تھے۔

"بہتر جناب ۔۔۔ میں کل چھ بجے پہنچ جاؤں گا" ۔۔۔ فیاض نے
زبردستی اپنے لہجے میں جوش پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اب تم جا سکتے ہو" ۔۔۔ سر رحمان نے سر
ہلاتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض سلام کر کے بڑے ڈھیلے انداز میں
چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔

اُسے پردیس میں اپنی مات صاف نظر آ رہی تھی۔ سمگلروں اور
پیشہ ور بدمعاشوں سے اپنے ملک میں ٹکرانا اور بات تھی اور کسی غیر ملک
میں ایک خوفناک تنظیم سے ٹکرانا اور بات تھی۔ اچانک اس کے ذہن
میں خیال آیا کہ اگر کسی طرح عمران کو وہاں چلنے کے لئے تیار کر لیا جائے
تو پھر شاید کچھ ہو جائے۔

چنانچہ اس نے کوٹھی سے نکل کر کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف
موڑ دیا۔ مگر جلد ہی اس کا ارادہ بدل گیا۔ اس نے سوچا کہ ایک رات
درمیان میں موجود ہے۔ کیوں نہ اس رات کو سوزی کے ساتھ مل کر پوری
طرح رنگین بنایا جائے۔ پھر شاید ایسا موقع ملے یا نہیں اور عمران کے پاس
تو صبح کو بھی جایا جاسکتا تھا۔

یہی سوچ کر اس نے کار کا رخ موڑا اور ہوٹل شہرزاد کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سوزی کے کمرے میں موجود تھا۔ پہلے تو سوزی
نے اس کے دیر سے آنے کا شکوہ کیا مگر فیاض نے سرکاری مصروفیت کا
بہانہ بنا کر جان چھڑالی۔

"کیا پیو گے ڈیر" ——— سوزی نے بڑے اٹھلاتے ہوئے
انداز میں الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"جو مرضی میں آئے پلا دو ——— بس میرے پاس صرف آج کی
رات ہے" ——— فیاض نے ڈھیلے سے انداز میں جواب دیا۔

"صرف آج کی رات کیا مطلب" ——— سوزی چونک پڑی۔

"ہاں ڈیر ——— کل میں ایک سرکاری کام سے ویسٹ ہارف جا
رہا ہوں۔ نجانے وہاں سے زندہ واپسی ہوتی ہے یا نہیں" ———
فیاض نے جواب دیا۔

سوزی نے الماری سے شراب کی بوتل اور گلاس نکال کر میز پر
رکھے اور پھر فریج سے برف کے ٹکڑوں کی ٹرے نکال لائی۔

"کیا بات ہے ڈیر ——— تم کچھ پریشان سے لگتے ہو" ——— سوزی

نے شراب گلاسوں میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"بس اچانک ہی ایک مصیبت آن پڑی ہے" ——— فیاض
نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیسی مصیبت ——— مجھے نہیں بتاؤ گے۔ ہو سکتا ہے میں تمہاری مدد
کرسکوں۔ ویسٹ ہارف میرا آبائی وطن ہے" ——— سوزی نے
گلاس اٹھا کر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں سوزی تم اس معاملے میں کچھ نہیں کرسکتیں۔ یہ معاملہ انتہائی
خطرناک ہے" ——— فیاض نے شراب کے بڑے بڑے گھونٹ
بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی مجھے پتہ تو چلے" ——— سوزی نے کہا۔

"کیا بتاؤں مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم کی سرکوبی کرنی ہے۔
اب ظاہر ہے تم اس معاملے میں کیا مدد کرسکتی ہو" ——— فیاض نے
اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

ویسے وہ یہ باتیں جان بوجھ کر رہا تھا تاکہ سوزی پر رعب پڑ سکے۔

"مجرموں کی بین الاقوامی تنظیم اور ویسٹ ہارف میں" ——— سوزی
نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— کوئی دہشت گرد نامی تنظیم ہے جو وہاں کام کر رہی ہے۔
ہمیں خفیہ ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہ ہمارے ملک میں آنے والی ہے۔
چنانچہ ہمارا باس انہیں یہاں آنے سے پہلے وہیں ختم کرنا چاہتا ہے۔
اس سلسلے میں مجھے کل روانہ ہونا ہے۔ میں ٹیم کا سربراہ ہوں گا" ———
سوپر فیاض نے دوسری بار گلاس بھرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم وہاں نہ جاؤ" ـــــ سوزی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر ـــــ یہ ضروری ہے۔ اور پھر جب تک میں نہ جاؤں اس تنظیم کا خاتمہ کیسے ہو سکے گا" ـــــ سوپر فیاض نے اور زیادہ اکڑتے ہوئے جواب دیا۔

"تم کون سے جہاز سے جاؤ گے میں تمہیں ایئر پورٹ پر چھوڑنے آؤں گی" ـــــ سوزی نے کہا۔

"ارے پگلی ـــــ ہم خفیہ مشن پر جا رہے ہیں۔ کوئی تفریح کرنے تو نہیں جا رہے۔ ہمارا خصوصی طیارہ کل شام چھ بجے ملٹری ایئر پورٹ سے چلے گا" ـــــ سوپر فیاض نے سوزی کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"مگر ڈیئر ـــــ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ بجانے وہ مجرم کتنے خطرناک ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں کچھ ہو جائے" ـــــ سوزی نے کہا۔

"تم خطرناک کہہ رہی ہو۔ یہ تنظیم دنیا کی خوفناک ترین تنظیم ہے۔ مگر تم فکر نہ کرو میں اپنے ساتھ ان سے بھی زیادہ خطرناک آدمی کو لے جاؤں گا اور پھر یہ تنظیم کسی مچھر کی طرح مسلی جائے گی" ـــــ سوپر فیاض کو اب نشہ چڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے اب بناوٹ اور تصنع کا ملمع آہستہ آہستہ اترتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے تمہیں نشہ تو نہیں ہو رہا ڈیئر ـــــ بھلا تنظیم سے زیادہ خطرناک کون شخص ہو سکتا ہے" ـــــ سوزی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نشہ تو مجھے کبھی بھی نہیں ہوا۔ چاہے تم پورا کریٹ پلوا دو۔ البتہ وہ

شخص ہے ہی ایسا۔ دیکھنے میں انتہائی معصوم۔ بات کرو تو معلوم ہو گا کہ دنیا میں اس سے بڑا احمق پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر جب اس کی حرکتوں کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو بڑی بڑی تنظیمیں اپنی گردنیں تڑوا بیٹھتی ہیں" ـــــ سوپر فیاض اب پوری طرح ترنگ میں آ چکا تھا۔

"اوہو ـــــ کون ہے ایسا شخص" ـــــ سوزی نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"اس کا نام علی عمران ہے" ـــــ سوپر فیاض اب چوتھے گلاس کو اندر انڈیلنے میں مصروف تھا۔

"مگر ہو سکتا ہے وہ تمہارے ساتھ نہ جائے۔ جان بوجھ کر بھلا کون موت کے منہ میں جاتا ہے" ـــــ سوزی نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر ـــــ میں اُسے ضرور لے جاؤں گا۔ چاہے مجھے اس کے سامنے ہاتھ بھی کیوں نہ جوڑنے پڑیں" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"ٹھہرو ـــــ میں ایک نئی بوتل لے آؤں وہ اس سے زیادہ پرانی ہے۔ خصوصی تحفہ ہے" ـــــ سوزی نے کہا اور پھر وہ الماری کی طرف مڑ گئی۔ اس نے الماری سے شراب کی ایک بوتل نکالی بڑی پھرتی سے اس کا ڈھکن ہٹایا اور پھر الماری کے ایک خانے سے اس نے سفید رنگ کی دو چھوٹی چھوٹی گولیاں نکال کر بوتل میں ڈال دیں چونکہ اس کی پشت فیاض کی طرف تھی اور ویسے بھی فیاض شراب میں مست تھا اس لئے ظاہر ہے اُسے سوزی کی اس حرکت کا کیسے علم ہو

سکتا تھا ۔

" لو پیو ڈیئر ـــــ تم بھی کیا یاد کرو گے " ـــــ سوزی نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر نئی بوتل سے اس کا گلاس بھر دیا ۔

" ڈیئر ـــــ بس شراب ہی پلاتی رہو گی " ـــــ فیاض نے گلاس میں سے بڑا سا گھونٹ پیتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں پوچھا ۔

" تم پیو تو سہی ـــــ ابھی تو ساری رات پڑی ہے ۔ بے صبری اچھی نہیں ہوتی " ـــــ سوزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور فیاض نے گلاس میں باقی ماندہ شراب ایک جھٹکے سے حلق میں انڈیل لی ۔

" اور دو ڈیئر ـــــ یہ تو بہت اچھی ہے " ـــــ فیاض کا لہجہ اب زیادہ لڑکھڑانے لگ گیا تھا ۔

اور پھر اس سے پہلے کہ سوزی بوتل اٹھا کر گلاس بھرتی ۔ فیاض کے ہاتھ سے گلاس پھسلتا چلا گیا اور وہ ایک جھٹکے سے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا ۔

سوزی نے گلاس فرش سے اٹھا کر میز پر رکھا اور اُسے صوفے پر سیدھا کر کے لٹا دیا ۔ اس نے کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح اس کی نبض چیک کی دل کی دھڑکن کو نوٹ کیا اور پھر آنکھوں کے پپوٹے کھول کر غور سے دیکھا ۔ جب اُسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ فیاض طویل عرصے کیلئے بے ہوش ہو چکا ہے ۔ تو اس نے اطمینان کی سانس لی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی ۔ دروازہ کھول کر اس نے باہر جھانکا ۔ اور طویل راہداری کو قطعی طور پر سنسان دیکھ کر اس نے اطمینان سے سر ہلایا اور پھر دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی اب وہ میز پر پڑے

ہوئے مصنوعی پھولوں کے گلدستے کی طرف بڑھتی چلی گئی ۔ اس نے مختلف رنگوں کے پھولوں کو ایک خاص انداز میں کھینچا اور خاموشی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی ۔

چند لمحوں بعد مصنوعی پھولوں کے رنگ تیزی سے بدلنے شروع ہو گئے ۔ اور سوزی چوکنی ہو گئی اس کے چہرے کے عضلات تن گئے

" ہیلو ـــــ ڈی ـ جی سپیکنگ اوور " ـــــ ایک کرخت آواز سنائی دی ۔

" چیف باس ـــــ میں نمبر ہنڈرڈ وان سوزی بول رہی ہوں ۔ پاکیشیا سے ـــــ اس وقت میرے کمرے میں یہاں کی انٹیلی جنس کا چیف سپرنٹنڈنٹ فیاض بے ہوش پڑا ہوا ہے ۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ پاکیشیا کی حکومت کے کانوں میں ہمارے یہاں آنے کی بھنک پڑ گئی ہے ۔ اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر سر رحمان فیاض کی سربراہی میں ایک ٹیم ولیسٹ ہارف بھیج رہا ہے تاکہ آپ سے وہیں نپٹ لیا جائے اور آپ یہاں نہ آسکیں اوور " ـــــ سوزی نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

" اوہ ـــــ مگر ہمارے پروگرام کا علم حکومت کو پہلے سے کیسے ہو گیا ۔ بہرحال کوئی بات نہیں تم اس شخص کا خاتمہ کر دو ۔ باقی جب یہاں آئیں گے تو میں ان سے نپٹ لوں گا اوور " ـــــ چیف باس نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

" باس ـــــ میں نے اس سے مزید تفصیلات حاصل کی ہیں ۔ یہ دس ممبروں کی ٹیم کے ساتھ کل شام چھ بجے یہاں کے ایک فوجی ایئرپورٹ

سے کسی خفیہ طیارے سے جانے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ اور اپنے ساتھ عمران کو بھی لے جانا چاہتا ہے اوور"۔۔۔۔ سوزی نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر اسے ہلاک مت کرو۔ ایسا کرو اس کے بازو میں نائن الیون فٹ کر دو۔ اور ٹرانسمیٹنگ سیٹ سے اس کی نقل و حرکت چیک کرتی رہو۔ جب یہ عمران اور اپنے ساتھیوں سمیت طیارے میں سوار ہو۔ اور طیارہ فضا میں اڑ جائے تو نائن الیون کو برسٹ کر دو۔ یہ سب لوگ طیارے سمیت ہی ختم ہو جائیں گے اوور" چیف باس نے اُسے نئی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔ ایسا ہی ہوگا اوور"۔۔۔۔ سوزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کیونکہ چیف باس کی یہ ہدایت سوزی کی فطرت کے عین مطابق تھی۔ سفاکی ہی اس کی فطرت تھی۔ اُسے ایک بے ہوش پڑے ہوئے شخص کو ہلاک کرنے میں کوئی لطف محسوس نہ ہو رہا تھا جب کہ دس بارہ جیتے جاگتے لوگوں کے پیچھے اڑتے دیکھ کر اس کی فطرت کو زیادہ چین مل سکتا تھا۔

اس نے کرسی چھوڑی اور پھر الماری کے قریب پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے اٹیچی کیس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ بظاہر یہ عام سا اٹیچی کیس تھا۔ جس میں اس کے کپڑے بھرے ہوئے تھے۔ مگر اس کی انتہائی خفیہ جیبوں میں جدید قسم کا بے شمار سامان بھرا ہوا تھا۔ سوزی نے ایک خفیہ خانہ کھولا اور پھر اس میں سے ایک ماچس کے سائز کی ڈبیا باہر

نکال لی۔ ڈبیا کے اوپر ایک چھوٹا سا بٹن فکس تھا۔ اس نے وہ بٹن ڈبیا سے علیحدہ کیا اور پھر اٹیچی کیس کے ایک اور خفیہ خانے سے ایک باریک دھار کا چھوٹا سا خنجر اور ایک چھوٹی سی شیشی باہر نکال لی۔ خنجر لے کر وہ سیدھی فیاض کے پاس پہنچی اور اس نے فیاض کی آستین کھول کر الٹ دی۔ اور پھر اس نے کلائی کی پشت پر اس خنجر سے گہری خراش لگائی۔ اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے بٹن کو اس خراش کے اندر رکھ کر دبا دیا۔ چھوٹا سا بٹن گوشت کے اندر اترتا چلا گیا۔ بٹن اندر ڈال کر سوزی نے شیشی کا ڈھکن کھول کر اس میں موجود سیال کے چند قطرے اس خراش پر ٹپکائے اور انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے اس سیال کو تیزی سے خراش پر ملنا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ تک اس کا انگوٹھا تیزی سے حرکت کرتا رہا۔ پھر جب اس نے انگوٹھا ہٹایا تو اب وہاں خراش کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں کبھی خراش آئی ہی نہ ہو۔ سوزی نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے ڈبیا کو الماری کے ایک خانے میں رکھا اور لباس بدل کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اُسے معلوم تھا کہ فیاض صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا۔ اور نائن الیون کے متعلق تو اسے زندگی بھر علم نہیں ہو سکتا۔ جب کہ اس ڈبیا کی مدد سے وہ جب چاہے نائن الیون کو برسٹ کر سکتی تھی۔ اور جب چاہے مخصوص سکرین پر وہ فیاض کی نہ صرف نقل و حرکت چیک کر سکتی تھی بلکہ اس کی آواز بھی سن سکتی تھی۔ اور چونکہ اُسے معلوم تھا کہ فیاض اور اس کے ساتھیوں نے کل شام چھ بجے جانے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ اس لئے وہ بڑے مطمئن انداز میں سو گئی۔ اس نے بستر

کی سائیڈ دراز کھول کر ایک شیشی نکالی اور اس میں سے دو خواب آور گولیاں نکال کر حلق میں ڈال لیں۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس کی آنکھیں بھاری ہونے لگ گئیں اور وہ گہری نیند میں غرق ہو گئی۔ فیاض صوفے پر اُسی طرح بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

عمران نے کار دانش منزل کے پورچ میں روکی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"عمران صاحب ـــ یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو دہشت گرد کیسے یاد آ گیا" ـــ بلیک زیرو نے عمران کے استقبال کے لیے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تمہیں صرف بیٹھے بٹھائے پر اعتراض ہے تو میں کھڑے کھڑائے یاد کر لیتا ہوں" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"طاہر ـــ معاملہ بے حد سنگین ہے۔ دہشت گرد ہمارے ملک کا رخ کرنے والا ہے۔ اور تم نے خود اس کی فائل میں پڑھ لیا ہو گا۔

کہ یہ کتنی خوفناک تنظیم ہے۔ اس لیے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ اسے پاکیشیا آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ کم از کم ہمارے ملک کی قیمتی املاک تو اس کے ہاتھوں بچ جائیں گی۔ ورنہ کم از کم آدھے سے زیادہ ملک کی تباہی تو ایک لازمی امر ہے" ـــ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بالکل درست فیصلہ ہے جناب ـــ مگر دہشت گرد اس وقت کہاں ہے" ـــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"وہ ویسٹ ہارف میں مصروف ہے" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ ـــ ٹھیک ہے۔ پھر اس بار مجھے اجازت دیجیے۔ میں خود اس کے مقابلے میں جانا چاہتا ہوں" ـــ بلیک زیرو نے بڑے ملتجی لہجے میں کہا۔

"چلو ٹھیک ہے تم جولیا کو اپنی جگہ چھوڑ کر باقی ٹیم کو لے کر چلے جاؤ۔ تمہیں بھی یہاں بیٹھے بیٹھے زنگ لگتا جا رہا ہے" ـــ عمران نے بڑے فیاضانہ انداز میں جواب دیا۔ اور بلیک زیرو خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ مسرت سے جگمگانے لگا تھا۔

"بہت بہت شکریہ عمران صاحب ـــ میں انشاءاللہ دہشت گرد کی تمام دہشت جھاڑ کر ہی واپس آؤں گا" ـــ بلیک زیرو نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے سر سلطان سے کہہ دیا ہے۔ سپیشل ملٹری طیارہ تمہاری ٹیم کو ویسٹ ہارف کی سرحد پر چھوڑ دے گا" ـــ آگے تم جانو

اور دہشت گرد جاتے ۔ میری جان عذاب سے نکلی ۔ باقی تیاریاں تم مکمل کر لینا ۔ بس اتنا بتا دوں کہ ویسٹ ہارف میں ہوٹل میڈرڈ کا مالک راجر سے تمہیں پرنس آف ڈھمپ کے حوالے سے مکمل امداد اور تعاون مل سکتا ہے " ۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا ۔

" بہتر ہے " ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا ۔

اور عمران واپس مڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا ۔ اس نے اچانک ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ٹیم سے علیحدہ رہ کر کام کرے گا ۔ اس طرح وہ ٹیم کی کارکردگی بھی چیک کر سکتا ہے ۔ اور آسانی سے کام بھی ۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے فوراً ہی بلیک زیرو کی تجویز مان لی تھی ۔

دانش منزل سے نکل کر اب اس نے کار کا رخ واپس اپنے فلیٹ کی طرف کر لیا ۔ اب وہ خود ویسٹ ہارف جانے کا پروگرام طے کرنا چاہتا تھا ۔ یہی سوچتا ہوا وہ کار ڈرائیو کئے جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں ہوٹل شہرزاد کی پارکنگ پر پڑیں اور اُسے کیپٹن فیاض کی کار وہاں کھڑی نظر آ گئی ۔ اور اُسی لمحے اُس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا ۔ اور اُسے سر رحمان کی بات یاد آ گئی ۔ کہ وہ سوپر فیاض کی قیادت میں دہشت گرد کے خلاف ٹیم ویسٹ ہارف بھیج رہے ہیں ۔ فوراً ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ جانے کی بجائے سوپر فیاض کو استعمال کرے گا ۔ چنانچہ اس نے کار ہوٹل شہرزاد کے کمپاؤنڈ میں موڑ دی ۔ سوپر فیاض کی کار کے قریب جا کر اس نے کار روکی اور پھر اتر کر سیدھا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ اس نے سوچا تھا کہ سوپر فیاض کے ساتھ گپ شپ کر کے اس کے پروگرام کے متعلق معلوم کرے ۔

ہال میں داخل ہو کر اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر سوپر فیاض اُسے کہیں نظر نہ آیا ۔ تو وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔

" فرمایئے " ۔۔۔۔ کاؤنٹر مین نے بڑے مؤدبانہ انداز میں پوچھا ۔ وہ عمران سے اچھی طرح واقف تھا ۔

" سپرنٹنڈنٹ فیاض کہاں ہے " ۔۔۔۔ عمران نے بڑے رازدارانہ لہجے میں پوچھا ۔

" وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں ہیں عمران صاحب ۔ ۔۔۔ مگر بہتر ہے کہ آپ وہاں نہ جائیں ۔ ان کے رنگ میں بھنگ پڑ جائے گی " ۔۔۔۔ کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

" اوہ ۔۔۔ تو یہ بات ہے ۔۔۔ مگر میرے پاس اس وقت بھنگ نہیں ہے ۔ اور کون ہے اس کے ساتھ " ۔۔۔۔ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا ۔

" کوئی غیر ملکی لڑکی ہے ۔ سوزی ۔۔۔ میرا خیال ہے ویسٹ ہارف سے آئی ہے ۔ اس کے ساتھ ایک اور غیر ملکی بھی تھا جو شام کو چلا گیا ہے " ۔ کاؤنٹر مین نے کہا ۔

" ویسٹ ہارف سے ۔۔۔ مگر فیاض نے کیسے پھنسائی " ۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا ۔

" یہ تو آپ فیاض صاحب سے ہی پوچھیئے ۔ میں کیا بتا سکتا ہوں " ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے جھینپتے ہوئے کہا ۔

" اس کا مطلب ہے فیاض کی پرواز خاصی بلند ہو گئی ہے " ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھ گیا ۔ مگر چند قدم چلنے کے بعد وہ تیزی

سے واپس مڑا۔

"سنو ـــــ میرے جانے کے بعد اُسے فون کر کے میرے آنے کی اطلاع دینے کی حماقت مت کرنا" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں عمران صاحب ـــــ میں بھلا ایسا کر سکتا ہوں"

کاؤنٹر مین نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران مطمئن ہو کر واپس لفٹ کی طرف مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ کے سامنے موجود تھا۔ راہداری تقریباً سنسان پڑی تھی۔ اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگائی۔ تو اُسے سامنے صوفے پر فیاض بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ جب کہ ایک خوب صورت غیر ملکی لڑکی جھک کر اس کے گلاس میں شراب انڈیل رہی تھی۔

اُسی لمحے اُسے لفٹ کے رکنے کی آواز سنائی دی اور عمران سیدھا ہو گیا۔ ویسٹ ہارف اور غیر ملکی لڑکی کی وجہ سے وہ چونک گیا تھا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ غیر ملکی لڑکیاں اتنی آسانی سے فیاض جیسے آدمیوں کے ہتھے نہیں چڑھ سکتیں جب تک انہیں کوئی مخصوص لالچ نہ ہو۔

یہی سوچ کر وہ کمرہ نمبر نو کی طرف بڑھا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ دروازے کے لاک میں چابی موجود تھی اور اس کے ساتھ نمبر کارڈ لٹک رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ کمرہ خالی ہو چکا ہے۔ اس نے اطمینان سے چابی گھمائی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر سے دروازہ بند کر کے وہ سیدھا اُس درمیانی روشندان کی طرف بڑھا جو دونوں کمروں کی درمیانی دیوار میں بنایا گیا تھا۔ روشندان خاصی اونچائی پر چھت کے بالکل قریب تھا۔ اس لئے وہاں تک پہنچنا بھی ایک ٹیڑھا مسئلہ تھا۔ مگر عمران ایسے ٹیڑھے مسئلوں کو حل کرنے کا ماہر تھا۔ اس لئے اس نے بڑی پھرتی سے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اتارا۔ اور اس کو پھاڑ کر پٹیوں کی صورت میں تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جلد ہی پورا پردہ لمبی لمبی پٹیوں کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس نے تیزی سے ان پٹیوں کو آپس میں گانٹھیں دے کر جوڑا۔ اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پلاسٹک کی ایک چھوٹی مگر پتلی سی پٹی نکالی۔ اور اُسے درمیان سے بالکل علیحدہ کر کے ان دونوں کا ایک ایک سرا اس طویل رسی کے دونوں سروں پر جما دیا۔ اس پلاسٹک کی پٹی پر ایک باریک کاغذ کی تہہ لگی ہوئی تھی اس نے چٹکی سے وہ کاغذ اتار دیا تھا۔ اور جب پردے کی پٹی کا سرا اس پلاسٹک کی تہہ کے سرے سے جوڑا تو وہ یوں اس سے چپک گئی کہ جھٹکے مارنے کے باوجود نہ اکھڑی۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے وہ پلاسٹک پٹی کو روشندان کی طرف اچھال دیا۔ اور پلاسٹک کی پٹی روشندان کے قریب دیوار کے ساتھ ٹکرا کر چپک گئی۔ عمران نے پوری قوت سے رسی کو جھٹکا دیا مگر اس پلاسٹک کی پٹی پر نجانے کون سا مادہ لگا ہوا تھا کہ انتہائی قوت سے جھٹکا دینے کے باوجود وہ دیوار سے یوں چپکی رہی جیسے دیوار کا ایک حصہ ہو۔ دوسری پٹی کو بھی اس نے اس طرح روشندان کے دوسری طرف چپکا دیا اور پھر رسی کے دونوں سروں کو پکڑ کر وہ تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کا انداز

ایسا تھا جیسے لوگ کھجوریں اتارنے کے لئے کھجور کے درخت پر چڑھتے ہیں
جب وہ روشندان کے بالکل قریب پہنچ گیا تو اس نے دونوں رسیوں
کو اپنے کولہوں کے گرد لپیٹ کر مضبوط سی گانٹھ دے دی۔ اب وہ
بڑے اطمینان سے دیوار سے پیر ٹکائے ان رسیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔
اور چونکہ اس کا سر روشندان سے اوپر چھت کے بالکل قریب تھا اس
لئے وہ بڑی آسانی سے دوسرے کمرے میں جھانک سکتا تھا۔ اس نے
ہاتھ بڑھا کر روشندان کے درمیانی تختے کو ذرا سا کھولا اور دوسری طرف
جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ فیاض صوفے پر بیہوشی
کے عالم میں پڑا ہوا تھا جبکہ وہ غیر ملکی لڑکی ایک میز کے سامنے کرسی
پر بیٹھی ہوئی میز پر رکھے مصنوعی پھولوں کے گلدان کو گھور رہی تھی۔
عمران ایک لمحے کے لئے تو سچویشن کو نہ سمجھ سکا۔ مگر دوسرے لمحے وہ
بری طرح چونک پڑا جب اس نے گلدان میں سے ایک کرخت سی
آواز نکلتے سنی۔

"ہیلو ——— ڈی۔جی سپیکنگ اوور" ——— کرخت آواز
میں کہا گیا۔

"چیف باس ——— میں نمبر ہنڈرڈ ون سوزی بول رہی ہوں پاکیشیا
سے ......" ——— غیر ملکی لڑکی نے تفصیل بتانی شروع کر دی۔
اور جب عمران نے ساری گفتگو سنی تو قدرت کے اس اتفاق پر دنگ
رہ گیا۔ کہ وہ کس طرح اچانک دہشت گرد کے ایک رکن سے ٹکرا گیا ہے۔
وہ بڑی خاموشی سے روشندان کے قریب بیٹھا ان دونوں کے درمیان
ہونے والی باتیں سنتا رہا۔

اور پھر گفتگو کے خاتمے پر اس نے سوزی کو فیاض کی کلائی میں نائن الیون
نٹ کرتے اور اس کا ٹرانسمیٹر رکھتے دیکھا۔ جب سوزی ان سب کاموں
سے فارغ ہو گئی اور اس نے لباس بدل کر خواب آور گولیاں کھا لیں
تو عمران بڑے اطمینان سے نیچے اتر آیا۔ اس نے گانٹھ کھول دی تھی۔
اس لئے اب رسیوں کے دونوں سرے اس کے ہاتھوں میں تھے۔ اس
نے رسی کے ایک سرے کو چھت کی طرف اچھال کر مخصوص انداز میں
جھٹکا دیا تو پلاسٹک کی پٹی دیوار سے علیحدہ ہو کر نیچے فرش پر آ گری۔
اس طرح اس نے دوسری پٹی بھی کھولی اور پھر انہیں رسیوں سے
علیحدہ کر کے وہ رسیوں اور ان دونوں پٹیوں کو اٹھائے غسل خانے
میں گھس گیا۔ اس نے جیب سے لائٹر نکال کر پلاسٹک کی دونوں
پٹیوں کو شعلہ دکھایا تو وہ دونوں دھڑا دھڑ جلنے لگ گئیں۔ چند ہی لمحوں
میں وہ راکھ میں تبدیل ہو گئیں۔ پھر عمران نے پٹیوں کا بھی یہی حشر کیا اور
ان سب کی راکھ واش بین میں بہا دی۔ اس نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ
کاؤنٹر مین نے اُسے سوزی کے کسی ساتھی کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے
سوچا تھا کہ اس کا ساتھی کہیں تفتیش نہ کرے۔ اور اس طرح پٹیوں
کو دیکھ کر وہ سب کچھ سمجھ جائے گا۔ وہ سوزی کو اغوا کر کے لے
جانے کا پروگرام بنا چکا تھا۔

اس طرف سے فارغ ہو کر عمران تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول
کر باہر آیا۔ اور اس نے چابی ویسے ہی باہر لٹکا دی اس وقت راہداری
بالکل سنسان پڑی تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے سوزی کے کمرے کے
دروازے پر رکا۔ اس نے جیب سے ایک ماسٹر کی نکالی اور اُسے

تالے کے سوراخ میں ڈال کر دائیں بائیں گھمانے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک ہلکی سی کھٹاک کی آواز سنائی دی اور عمران نے ماسٹر کی کھینچ کر واپس جیب میں ڈال لی اور پھر دروازے کو دھکیل کر وہ اندر داخل ہوگیا۔ اس نے چونکہ سوزی کو خواب آور گولیاں کھاتے دیکھ لیا تھا۔ اس لیے اُسے اطمینان تھا کہ سوزی کئی گھنٹوں تک گہری نیند میں غرق رہے گی۔ اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر بٹن دبا کر روشنی کر دی۔ سچویشن بالکل ویسی ہی تھی۔ جیسی اس نے روشندان سے دیکھی تھی۔ سوزی بستر پر گہری نیند سو رہی تھی جب کہ کیپٹن فیاض صوفے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

عمران نے سب سے پہلے الماری کے خانے سے نائٹ الیون کا ماچس کی ڈبیا جتنا ٹرانسمیٹر اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر اس نے پھرتی سے کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ جلد ہی اس نے اٹیچی کیس کے خفیہ خانوں سے کافی کام کی چیزیں برآمد کر لیں۔ ان میں ایک چھوٹی سی ڈائری تھی۔ عمران نے ڈائری کھول کر اس کے مختلف صفحات پر سرسری سی نظر ڈالی اور پھر مسکرا کر ڈائری جیب میں ڈال لی۔ باقی چیزیں بھی اس کی جیبوں میں منتقل ہوگئیں۔ اس نے میز پر پڑا ہوا وہ گلدان بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر عمران نے میز پر پڑا ہوا ہوٹل کا پیڈ اٹھایا اور اس کے ساتھ منسلک پنسل سے کاغذ پر فیاض کے نام ایک پیغام لکھا۔

"بائی بائی ڈیئر فیاض ——— میں ایک ضروری کام سے جا رہی

ہوں۔ امید ہے تمہارا مشن کامیاب رہے گا۔ سوزی۔"

پیغام لکھ کر اس نے پیڈ میز پر رکھا اور پھر جھک کر سوئی ہوئی سوزی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راہداری بدستور سنسان پڑی تھی۔ عمران سوزی کو اٹھائے لفٹ کی طرف بڑھنے کی بجائے راہداری کی مشرقی سمت کی طرف چلنے لگا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہر راہداری کے آخر میں فائر بریگیڈ والوں کے لیے ایک بچاؤ سیڑھی موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ جلد ہی وہ ایک چھوٹا سا دروازہ کھول کر اس سیڑھی پر پہنچ گیا۔ سیڑھی ایک عقبی گلی میں پہنچتی تھی۔ اس لیے عمران سوزی کو اٹھائے آسانی سے اس گلی میں پہنچ گیا۔ گلی میں پہنچ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا مین روڈ پر پہنچا۔ مین روڈ پر پہنچنے سے قبل ہی اس نے سوزی کو اندھیری گلی میں دیوار کی جڑ کے ساتھ لٹا دیا۔ اندھیرے میں سوزی نظر نہ آ رہی تھی۔ جب تک کوئی غور سے نہ دیکھے۔ پھر وہ تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھا۔ اور مین روڈ سے ہوتا ہوا وہ جلد ہی ہوٹل کے سامنے کے رخ پہنچ گیا۔ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وہ سیدھا اپنی کار کی طرف بڑھا جو سوپر فیاض کی کار کے قریب کھڑی تھی۔

اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار کمپاؤنڈ سے نکل کر ہوٹل کے عقب میں موجود اس گلی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے کار عقبی گلی کے سرے پر پہنچ کر روک دی۔ اور پھر اتر کر گلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سوزی ابھی تک دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اُسے جھک کر اٹھایا۔ اور پھر اُسے کندھے پر لاد کر تیز تیز قدم اٹھاتا کار کے قریب پہنچ گیا۔ کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اس نے سوزی کو پچھلی نشستوں

کے درمیان میں لٹا دیا اور پھر دروازہ بند کر کے پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

ویسٹ ھارن کے دارالحکومت میں ایک سولہ منزلہ عمارت کی آخری منزل پر ایک چھوٹے سے کمرے میں نوجوان بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ کمرے کے درمیان میں ایک میز پر ایک بہت بڑا ٹرانسمیٹر پڑا ہوا تھا جس کے اوپر چھوٹی سی سکرین بھی فٹ تھی۔ نوجوان خاصا لحیم شحیم اور طاقتور جسم کا مالک تھا۔ اس کے جسم پر خوبصورت تراش کا سوٹ تھا۔ مگر اس کا چہرہ کسی بلڈاگ کی طرح پھولا ہوا اور خاصا بے رحم قسم کا دکھائی دے رہا تھا۔ نوجوان کی بڑی بڑی آنکھوں میں بے پناہ سرخی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی انسان کی بجائے بھیڑیئے کی آنکھیں ہوں۔

وہ بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ ٹرانسمیٹر سے ہلکی ہلکی زوں زوں کی آوازیں نکلنے

لگیں۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا اور دوسرے لمحے سکرین روشن ہو گئی۔ اور اس پر ایک شخص کی تصویر ابھر آئی۔ اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کا نقاب چڑھا ہوا تھا۔

"ڈی۔جی سپیکنگ اوور" ــــ نقاب پوش کی آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔ لہجہ انتہائی کرخت تھا۔

"یس باس ــــ نمبر ٹو سپیکنگ اوور" ــــ بلڈاگ کی شکل والے نوجوان نے قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا رپورٹ ہے اوور" ــــ نقاب پوش نے پوچھا۔

"باس حالات بگڑ گئے ہیں۔ پرائم منسٹر نامعلوم مقام پر روپوش ہو گئے ہیں۔ مین ہٹن کے جزیرے پر مسلح فوج کے دستے پہرہ دے رہے ہیں۔ ناچھا لیبارٹری کا چیف اصل فارمولا لے کر اسی جزیرے میں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے ہمارا مشن فی الحال ناکام ہو گیا اوور" ــــ نقاب پوش کا لہجہ بے حد کرخت ہو گیا۔

"یس باس ــــ معلوم تو ایسا ہی ہو رہا ہے بہرحال ہمارے آدمی مین ہٹن پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ پرائم منسٹر بھی وہیں ہیں۔ اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"نمبر ٹو ــــ ہم نے اپنے مشن کے لئے ویسٹ ہارن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ سینکڑوں عمارتیں اڑا دیں۔ ہزاروں آدمی مار ڈالے گئے۔ پورے ملک میں آگ و خون کی ہولی کھیلی گئی مگر فائدہ کچھ نہ ہوا۔ ہمارے مطلب کا آدمی پرائم منسٹر بھی نہ بن سکا اور نہ ہی

فارمولا ہاتھ آیا اوور" ـــــ

نقاب پوش کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔

"حالات اچانک ہی بدل گئے باس ـــــ ورنہ ہم کامیابی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جس پارٹی کی خاطر ہم نے یہ کام کیا اس کا لیڈر ہی بزدل نکلا۔ اس نے ملک کی یہ حالت دیکھ کر خودکشی کر لی۔ اور اب اس پارٹی میں ایسا کوئی آدمی نہیں جو اقتدار پر قبضہ کر سکے اوور" ـــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد یہاں کا مشن مکمل کر کے پاکیشیا جاؤں مگر معلوم ہوتا ہے ابھی یہاں کچھ دن لگیں گے۔ ادھر پاکیشیا حکومت کو ہمارے وہاں آنے کی اطلاع مل گئی ہے۔ اور وہاں کی ایک ٹیم ہماری سرکوبی کے لئے یہاں آ رہی ہے اوور" ـــــ نقاب پوش نے کہا۔

"مگر باس ـــــ حکومت پاکیشیا کو اس کی اطلاع کیسے مل گئی۔ اور وہ ٹیم یہاں پہنچ کر کیا کرے گی اوور" ـــــ نمبر ٹو نے حیرت بھرے انداز میں جواب دیا۔

"کسی طرح مل گئی ہو گی اطلاع ـــــ بہرحال میں نے اس ٹیم کا بندوبست کر لیا ہے۔ کل تک اس کے خاتمے کی اطلاع مل جائے گی مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔ پاکیشیا ایک پسماندہ ملک ہے۔ وہ ہمارے خلاف بھلا کیا کر سکتا ہے۔ صرف اس ملک کی تباہی چند دنوں کے لئے مزید ٹل گئی ہے اوور" ـــــ نقاب پوش نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"اب باس موجودہ حالات میں آپ کا کیا حکم ہے اوور" ـــــ نمبر ٹو نے مطمئن لہجے میں پوچھا۔

"سیکنڈ پارٹی کے نئے لیڈر سے ملو۔ اور اسے تنظیم کا حوالہ دے کر پوچھو کہ کیا وہ واقعی اقتدار پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے یا نہیں۔ اگر وہ ہاں میں جواب دے تو پھر نئے سرے سے کھیل شروع کر دو۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اپنی پوری توجہ اس فارمولے کی طرف لگا دو فارمولا حاصل ہوتے ہی ہم یہاں سے نکل جائیں گے اوور" ـــــ

چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے باس ـــــ میں کل آپ کو پارٹی لیڈر کے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا اوور" ـــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ نقاب پوش نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

نمبر ٹو نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے تیزی سے ایک اور فریکونسی سیٹ کی۔ اور پھر بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکرین ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ اس بار سکرین پر ایک خوبصورت سی لڑکی کی تصویر نظر آ رہی تھی۔

"نمبر ٹو سپیکنگ اوور" ـــــ نوجوان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس ـــــ نمبر تھرٹی فرام دس اینڈ اوور" ـــــ لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"نمبر تھرٹی مین ہٹن کی کیا پوزیشن ہے اوور" ـــــ نمبر ٹو

نے پوچھا۔

"باس ——— مین ہٹن پر انتہائی سخت پہرہ ہے۔ حالات بے حد نازک ہیں۔ اس کے باوجود ٹیم بی مسلسل کوشش کر رہی ہے اوور۔" نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"کوشش جاری رکھو مجھے ہر قیمت پر کامیابی کی خبر چاہیئے اوور!" نمبر ٹو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس ——— ایسا ہی ہوگا اوور" ——— نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"اوکے ——— اوور اینڈ آل" ——— نمبر ٹو نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اُسے میز کی ایک خفیہ دراز میں منتقل کر دیا اور پھر تیزی سے ملحقہ ڈریسنگ روم میں گھستا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد پارٹی لیڈر سے بات کرنا چاہتا تھا۔

سوپر فیاض کی آنکھ کھلی تو پہلے چند لمحے تو وہ آنکھیں کھولے بے حس و حرکت صوفے پر پڑا رہا۔ پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ حیرت بھرے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ جیسے یاد کر رہا ہو کہ وہ کہاں آ گیا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اُسے گذشتہ رات کی تمام باتیں یاد آ گئیں۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سوزی کمرے سے غائب تھی۔ سوپر فیاض کا چہرہ ندامت اور جھلاہٹ سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ اُسے یاد آ گیا تھا کہ وہ سوزی کے پاس رات گزارنے کے لئے آیا تھا۔ مگر شراب پیتے پیتے نجانے کیا ہوا کہ رات صوفے پر ہی پڑے پڑے گزر گئی۔

اسی لمحے اس کی نظریں بستر کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے ہوئے پیڈ پر پڑیں اور پھر سوزی کا پیغام پڑھ کر اس کی جھلاہٹ کچھ اور بڑھ گئی وہ تیزی سے غسل خانے میں گھس گیا۔ جی بھر کے ٹھنڈے پانی سے نہانے کے بعد جب وہ دوبارہ کپڑے پہن کر باہر آیا تو اب اس

کا مزاج نہا دھا کر ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا سراپا چیک کرنے کے بعد وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دروازہ کھول کر سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکلی اور اس کا رخ اس کی اپنی کوٹھی کی طرف تھا کہ اچانک اُسے خیال آگیا کہ ابھی اس نے عمران کو بھی ساتھ چلنے کے لئے رضامند کرنا ہے۔ اور شام چھ بجے جانے کا پروگرام ہے۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے عمران کے فلیٹ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ عمران کو رضامند کرنے کے لئے اُسے نجانے کیا جتن کرنے پڑیں گے۔

عمران کے فلیٹ پر پہنچ کر اس نے کار سیڑھیوں کے قریب روکی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ اُسے کال بیل بجانے کی تکلیف ہی نہ کرنی پڑی۔ کیونکہ دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ اور سامنے ڈرائنگ روم کے صوفے پر عمران اکڑوں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق معلوم ہو رہا تھا۔ فیاض کھنکارتا ہوا اندر داخل ہوا۔ تو عمران نے چونک کر سر اٹھایا۔ اور اس کی نظریں سوپر فیاض پر یوں جم گئیں جیسے وہ اُسے پہچاننے کی شدید کوشش کر رہا ہو۔

" ہیلو عمران صاحب ——— کیا حال ہیں" ——— فیاض نے بڑے میٹھے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

" وعلیکم سلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ فرمائیے۔ آپ نے کن سے ملنا ہے" ——— عمران نے خالص عربی لہجے میں کہا۔ البتہ

اس کے انداز میں بالکل اجنبیت تھی۔

" ملوں گا بعد میں ——— فی الحال ناشتہ کراؤ" ——— فیاض نے ڈھیٹ بن کر ہنستے ہوئے کہا۔

" معاف کیجئے ——— یہ ہوٹل نہیں ہے۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے" ——— عمران کا لہجہ بدستور اجنبی تھا۔

" ہوٹل کے بچے ٹھیک ہو جاؤ۔ ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا" ——— فیاض پر جھلاہٹ سوار ہونے لگی۔

" ہوٹل کے بچے۔ کمال ہے۔ یہ کوئی نئی دریافت ہے۔ آج تک مرغی کے بچے۔ بطخوں کے بچے۔ چڑیا کے بچے۔ انسانوں کے بچے تو سنتے آیا تھا۔ آج معلوم ہوا کہ ہوٹل بھی بچے جنتے ہیں" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے سور ——— خواہ مخواہ اچھے بھلے موڈ کو چوپٹ کر دیتے ہو۔ سنو میں آج شام ویسٹ ہارف جا رہا ہوں۔ سرکاری خرچ پر ——— کیا خیال ہے چلو گے" ——— فیاض نے اصل موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

" ویسٹ ہارف ——— بھلا مجھے کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی۔ میں تو حج پر جانے کا پروگرام بنائے بیٹھا ہوں۔ اگر وہاں جانا چاہتے ہو تو بسم اللہ" ——— عمران نے جواب دیا۔

" واپسی پر حج بھی کرتے آئیں گے" ——— فیاض نے فیاضی کا مظاہرہ کیا۔

" مگر حج پر تو صرف وہ شخص جا سکتا ہے۔ جو کسی کو دھوکہ نہ دے۔

تم کیسے جا سکتے ہو" ——— عمران نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نے کسے دھوکہ دیا ہے" ——— فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے کل رات تمہاری کار ہوٹل شہرزاد کی پارکنگ میں کھڑی دیکھی تھی۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ساری رات وہیں کھڑی رہی بولو کیا اس طرح تم اپنی بیوی کو دھوکا نہیں دیتے" ——— عمران بے حد سنجیدہ تھا۔

"ارے وہ تو ایسی کوئی بات نہیں ——— بس تفریح کے لئے گیا تھا کہ نیند آگئی" ——— فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اور اگر تمہیں ویسٹ ہارف میں نیند آگئی تو پھر جج کا کیا بنے گا" عمران نے جواب دیا۔

"سنو عمران ——— میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ آج شام میں ایک ٹیم لے کر خفیہ طور پر ویسٹ ہارف جا رہا ہوں۔ ایک بین الاقوامی تنظیم سے مقابلہ کرنے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ میرے مشن کی کامیابی یقینی ہو جائے" ——— فیاض نے بڑے عاجزانہ اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔

"تم ——— اور بین الاقوامی تنظیم سے مقابلہ۔ اب تمہیں بھی مذاق کرنے کا سلیقہ آگیا ہے" ——— عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں ——— کیا میں کسی تنظیم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آخر تم مجھے کیا سمجھتے ہو" ——— فیاض کو غصہ آگیا۔

میں تو ایک بات جانتا ہوں۔ جو شخص اپنی بیوی کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکتا وہ بھلا کسی اور سے مقابلہ کیا کرے گا۔ یہ بازو میرے زنانے ہوئے ہیں" ——— عمران نے کان پر یوں ہاتھ مارا جیسے مکھی اڑا رہا ہو۔

"دیکھو عمران ——— میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ میں تمہیں ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا سمجھے ہر قیمت پر" ——— فیاض نے اب رعب سے کام لینا چاہا۔

"ہاں ——— اب ہوئی نا بات۔ بولو کیا آفر دیتے ہو" ——— عمران نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"کس بات کی آفر" ——— فیاض نے حیرت سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بھائی وہ قیمت والی بات کر رہا ہوں۔ اچھا تم نہیں بتاتے تو مجھ سے سن لو کہ میں تمہارے ساتھ چلنے کے کم از کم ایک لاکھ روپے لوں گا اور وہ بھی پیشگی۔ بولو سودا منظور ہے" ——— عمران نے یوں لہجے میں بات کی جیسے وہ بڑی سنجیدگی سے کاروبار کر رہا ہو۔

"ایک لاکھ روپے ——— کیا کہہ رہے ہو" ——— فیاض یوں اچھلا جیسے اس کے پیروں میں اچانک سپرنگ نکل آئے ہو۔

"کم میں تو زیادہ دے دینا" ——— عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

"کیا تمہارا دماغ درست ہے میں بھلا ایک لاکھ کہاں سے لاؤں گا۔ میری تنخواہ صرف دو ہزار ہے اور پھر گھر کے خرچے" ——— فیاض

یوں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔

"چلو میں بتا دیتا ہوں۔ کہ تم ایک لاکھ کہاں سے لاؤ گے۔ اے۔ جی بنک کی مین برانچ میں رشید کے نام سے تمہارے پانچ لاکھ روپے جمع ہیں۔ قومی بنک کی فوارہ برانچ میں جاوید کے نام سے دو لاکھ۔ جاموکہ بنک کی مین برانچ میں اختر کے نام سے دس لاکھ روپے۔ اور۔۔۔۔

عمران نے انگلیوں پر تفصیل گنانی شروع کر دی۔ اور سوپر فیاض کی آنکھ حیرت اور خوف سے پھٹتی چلی گئیں۔

"کک ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ تمہیں یہ سب تفصیل کیسے معلوم ہوئی"

فیاض کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ لہجہ بات کرتے ہوئے لڑکھڑا گیا تھا۔

"ارے ۔۔۔ ابھی تو لمبی تفصیل ہے۔ تم ابھی سے گھبرا گئے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور فیاض اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھا اور دوسرے لمحے اس نے جھک کر عمران کے پیر پکڑ لیے۔

"عمران ۔۔۔ خدا کے واسطے کسی کو نہ بتانا۔ ورنہ مم ۔۔۔ میں مر جاؤں گا" ۔۔۔ فیاض کا لہجہ رو دینے والا تھا۔

"ارے ارے پیر تو چھوڑو۔ پہلے ہاتھ دھوؤ پھر میرے پیروں کو ہاتھ لگانا۔ گندے کر دو گے" ۔۔۔ عمران نے اپنے پیر چھڑاتے ہوئے کہا۔

اور فیاض اٹھ کر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت طاری تھی ایسی کیفیت جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

یوں لگتا تھا جیسے اس کی اپنی موت واقع ہو گئی ہو۔ اور اب وہ اپنے آپ کو خود دفنا کر واپس آیا ہو۔

"میں تو آج تک یہی سمجھتا رہا کہ ان رقومات کے بارے میں کسی کو علم نہیں مگر۔۔۔۔۔۔۔" ۔۔۔ فیاض نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے بری طرح رگڑتے ہوئے کہا۔

"مزید تفصیل بتاؤں یا ان میں سے ایک لاکھ کا بندوبست ہو جائے گا" ۔۔۔ عمران نے بڑے ہمدرد اور بے رحمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں دوں گا۔ ظاہر ہے اب میں انکار کیسے کر سکتا ہوں" ۔۔۔ فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"زندہ باد سوپر فیاض ۔۔۔ واقعی تم جیسا ایماندار اور نیک آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اب یقیناً میرا حج قبول ہو جائے گا" ۔۔۔ عمران نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض کچھ جواب دیتا۔ عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

"سلیمان ۔۔۔ ارے سلیمان بھائی" ۔۔۔

"فرمائیے" ۔۔۔ دوسرے ہی لمحے سلیمان نے دروازے سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ خلاف معمول اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"بھائی اللہ کا فضل ہو گیا ہے۔ اب سارے قرضے صاف ہو جائیں گے۔ اپنے سوپر فیاض صاحب ایک لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ جلدی سے چائے لاؤ" ۔۔۔ عمران نے بے حد جوشیلے لہجے میں کہا۔

"صرف ایک لاکھ روپے ۔۔۔ اس سے تو میرے اکیلے کے قرضے بھی صاف نہیں ہوں گے" ۔۔۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا

اور فیاض کا جی چاہا کہ اٹھ کر سلیمان کی گردن مروڑ دے۔ جو ایک لاکھ روپے کی رقم مفت میں وصول کرنے کے باوجود منہ بنا رہا تھا۔

"چلو ـــــ اونٹ کے منہ میں زیرہ ہی سہی ـــــ ہے تو سہی۔ تم چائے بنا لاؤ۔ تاکہ سوپر فیاض جلدی سے چیک لکھ سکیں" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"چلیے جناب ـــــ ایسا ہی سہی ـــــ ویسے میں نے بڑے بڑے کنجوس دیکھے ہیں مگر...... ہونہہ ایک لاکھ" ـــــ سلیمان بڑبڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"عمران ـــــ تم اس گدھے کو سنبھالو۔ یہ میرے منہ نہ آیا کرے" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں اپنی جان جلاتے ہو۔ سلیمان نے سن لیا تو ہم دونوں کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دے گا اب چیک لکھو تاکہ سلیمان کو بھی تسلی ہو" ـــــ عمران نے اُسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"پھر وعدہ کرو تم میرے ساتھ ولیسٹ ہارف جاؤ گے" ـــــ فیاض نے پوچھا۔

اُسے خطرہ تھا کہ ایک لاکھ روپے وصول کر لینے کے بعد کہیں عمران جانے سے ہی نہ انکار کر دے۔

"ارے ـــــ ایک لاکھ کے لئے تو میں جہنم میں جلنے کو تیار ہوں۔ وہاں کے داروغے کو دس ہزار دے کر کوئی ایئر کنڈیشنڈ کمرہ الاٹ کرا لوں گا" ـــــ عمران نے کہا اور فیاض نے خاموشی سے کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک بک نکالی اور ایک لاکھ کا چیک لکھ کر عمران

کے حوالے کر دیا۔ اُسی لمحے سلیمان چائے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ لو سلیمان چیک ـــــ اسے وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کر دینا کئی سالوں سے زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے سبب بنا ہی دیا ہے" ـــــ عمران نے چیک سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے زیادہ غریب تو آج تک روئے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا" سلیمان نے چیک لے کر اُسے انتہائی لاپرواہی سے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے مجھ سے اب تک اس تنظیم کا نام ہی نہیں پوچھا" ـــــ فیاض نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ضرورت ہے ـــــ ہو گی کوئی چندہ اکٹھا کرنے والی تنظیم۔ دو چار روپے چندہ دے کر واپس آ جائیں گے۔ اللہ اللہ خیر سلا" ـــــ عمران نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

"یہ خوفناک مجرموں کی بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد ہے" ـــــ فیاض نے جیسے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا ـــــ دہشت گرد ـــــ ارے باپ رے ـــــ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا نہ بابا۔ میری جان فالتو نہیں۔ تم اپنے ایک لاکھ واپس لے لو اور مجھے بخش دو۔"

"سلیمان ـــــ ارے سلیمان" ـــــ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"جی صاحب" ـــــ سلیمان نے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

"صاحب کو چیک واپس کر دو۔ ہمیں نہیں چاہئیں یہ روپے" ـــــ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"مگر صاحب وہ تو میں نے خیرات کر دیا۔ ابھی گلی سے ایک فقیر گزر رہا تھا۔ میں نے چپکے اُسے تھما دیا" ـــــ سلیمان نے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ارے ـــ مارے گئے ـــ اچھا اب تو مجبوری ہے" ـــ عمران نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے اپنی بے بسی پر شدید غصہ آ رہا ہو۔

"اب تم نخرے مت کرو۔ آج شام چھ بجے ہماری ٹیم جا رہی ہے۔ چونکہ تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔ اس لئے تمہارے لئے میں مسافر طیارے میں سیٹ بک کرا دوں گا۔ تم مجھے وہاں پاکیشیا سفارت خانے میں مل لینا" ـــ فیاض نے پروگرام سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا وہ تنظیم سفارت خانے میں رہتی ہے" ـــ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں ـــ میں تو بس ملنے کے لئے کہہ رہا تھا" ـــ فیاض نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر بات صرف ملنے کی ہے تو میں تمہیں خود ہی مل لوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم صحیح سلامت وہاں تک پہنچ گئے" ـــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں" ـــ فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"پیارے سوپر فیاض ـــ تنظیموں سے مقابلہ آسان نہیں اب تک تم نے سمگلروں اور پیشہ ور بدمعاشوں سے ہی مقابلہ کیا ہے۔

تو شاید ڈیڈی کا دل تم سے بھر گیا ہے۔ اسی لئے انہوں نے تمہیں خودکشی کرنے کے لئے پروگرام بنایا ہے" ـــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آخر تمہارا مطلب کیا ہے" ـــ فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

"سوپر فیاض ـــ جس کے کمرے میں تم نے رات گزاری ہے وہ محترمہ دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھتی ہے" ـــ عمران نے انکشاف کیا اور فیاض پر ایک بار پھر حیرت کا دورہ پڑ گیا۔

"نن ـــ نن ـــ نہیں ...." ـــ فیاض نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"کہو تو ابھی ثبوت مہیا کر دوں۔ اس وقت تم ایک جیتے جاگتے بم ہو۔ جس وقت سوزی چاہے تمہارے پرخچے اڑا سکتی ہے" ـــ عمران نے کہا اور فیاض کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"نہیں ـــ ایسا نہیں ہو سکتا تم بکواس کر رہے ہو" ـــ فیاض نے کہا۔

"اپنی سیدھی کلائی ننگی کرو" ـــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے لاشعوری طور پر قمیض کی آستین کا بٹن کھول کر اُسے الٹ دیا۔

عمران نے کوٹ کی جیب سے ایک تیز دھار باریک نوک والا خنجر نکالا اور پھر اس نے فیاض کی کلائی میں ایک خراش لگائی اور پھر خنجر کی نوک سے ایک چھوٹا سا بٹن باہر نکال لیا۔ بٹن خون آلود تھا۔ فیاض

آنکھیں پھاڑے حیرت سے اپنی کلائی میں سے برآمد ہونے والے بٹن کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ عمران نے رومال سے بٹن کو صاف کیا۔ اور پھر وہی رومال فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ فیاض نے رومال کلائی پر باندھ لیا۔

"یہ دیکھو یہ انتہائی خوف ناک مگر انتہائی جدید ترین بم ہے۔ اسے ایک مخصوص ٹرانسمیٹر سے پھاڑا جاتا ہے۔ پروگرام یہ تھا کہ جب تم اپنی ٹیم کے ساتھ جہاز میں سوار فضا میں پرواز کر رہے ہوگے تو سوزی ٹرانسمیٹر سے یہ بم چلا دے گی۔ اور نتیجہ ظاہر ہے پوری ٹیم مع جہاز فضا میں ذرات کی طرح بکھر جائے گی" ——— عمران نے خنجر کی نوک سے بٹن کے ایک کونے کو مخصوص انداز میں دباتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— میں اس لڑکی کو جان سے مار دوں گا" ——— فیاض کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہاں ——— جیسے وہ تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے" ——— عمران نے بٹن اپنی جیب میں منتقل کرتے ہوئے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"مم ——— مگر تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا" ——— فیاض نے پوچھا۔

"فیاض صاحب ——— ایک لاکھ روپے کمانے کے لئے نجانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ تمہاری طرح نہیں کہ سمگلر کو پکڑا۔ اور پھر سودا کر کے چھوڑ دیا۔ اور کسی نئی برانچ میں نئے نام سے ایک لمبا اکاؤنٹ کھل گیا" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مم ——— میں تمہارا مشکور ہوں ——— عمران آخر تم نے میری

زندگی بچالی ہے" ——— فیاض نے موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

"ابھی تو ابتدائے عشق ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ بہرحال اب تم جاؤ۔ تم نے تیاری بھی کرنی ہے۔ میں خود ہی تمہیں ویسٹ ہارف میں ڈھونڈھ لوں گا" ——— عمران نے کہا۔ اور فیاض خاموشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے انتہائی سعادت مند بچہ اپنے استاد کے حکم کی تعمیل کر رہا ہو۔ ویسے اس کے چہرے پر ابھی تک کلائی سے نکلنے والے بم کے تاثرات نمایاں تھے۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

سوزی کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ہوٹل کے کمرے کی بجائے ایک سپاٹ دیواروں والے کمرے کے فرش پر پڑا ہوا پایا۔ کمرہ کا ایک ہی دروازہ تھا۔ جو بند تھا۔ سوزی چونک کر اٹھ بیٹھی۔ کمرے کے فرش پر ایک دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ اور بس اس کے علاوہ کمرہ قطعاً خالی تھا۔ سوزی حیرت بھرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ آخر وہ ہوٹل سے یہاں کیسے پہنچ گئی۔ اب اتنی سی بات تو اس کی سمجھ میں فوراً ہی آگئی تھی کہ خواب آور گولیاں کھانے کے بعد وہ خود بخود چل کر یہاں تک تو نہیں آسکتی ظاہر ہے کوئی اغوا کر کے ہی لے آیا ہوگا۔ پہلے اس کا ذہن سوپر فیاض کی طرف گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔ فیاض کی بے ہوشی صبح سے پہلے کسی قیمت پر نہ ٹوٹ سکتی تھی۔ اور پھر بھلا فیاض اُسے یہاں کیوں لے آتا۔ ابھی وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھی کہ اچانک کمرے کا اکلوتا دروازہ کھلا اور سوزی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے میں ایک غیر ملکی لڑکی کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی۔ یہ جولیا تھی۔

جسے بلیک زیرو نے خاص طور پر بلوا کر اس کمرے میں بھیجا تھا تاکہ وہ سوزی کو چکر دے کر اس سے دہشت گرد کی دلیسٹ ہارٹ میں نقل وحرکت کے متعلق پوچھ سکے۔ عمران نے سوزی کو دانش منزل پہنچا کر بلیک زیرو کے حوالے کرتے ہوئے صرف اتنا کہا تھا کہ یہ لڑکی دہشت گرد تنظیم سے متعلق ہے۔ اور اس کے بعد وہ چلا گیا تھا۔

بلیک زیرو اگر چاہتا تو خود بھی سوزی سے پوچھ گچھ کر سکتا تھا مگر اُسے معلوم تھا کہ مجرم لڑکیاں آسانی سے مات نہیں کھاتیں اور وہ کسی لڑکی پر تشدد کرنے کا حامی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے جولیا کو بلا کر اس کے کمرے میں بھیج دیا تھا۔

جولیا نے اندر آکر بڑے اطمینان سے دروازہ بند کیا اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سوزی کی طرف بڑھتی چلی آئی۔ جولیا کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ طاری تھی۔

سوزی غور سے جولیا کو دیکھتی رہی۔ اُسے شاید کسی غیر ملکی لڑکی کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”ہیلو مس سوزی —— تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی“ —— جولیا نے سوزی کے قریب آکر بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔

”تم کون ہو اور میں کس جگہ پر ہوں“ —— سوزی نے پوچھا۔

”تم فی الحال تو دوستوں میں ہی ہو۔ مگر یہ سب کچھ تمہارے اپنے رویے پر منحصر ہے“ —— جولیا نے جواب دیا۔

”کیا مطلب —— میں سمجھی نہیں“ —— سوزی نے مزید

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دیکھو مس سوزی ـــــ میں صاف صاف بات کروں۔ میرا نام مادام جولیا ہے۔ میری تنظیم اس ملک میں ایک مشن پر آئی ہے۔ وہ مشن خاصا اہم اور خطرناک ہے۔ ہمیں اطلاع ملی کہ دہشت گرد اس ملک میں آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں اور پھر ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ تمہارا تعلق دہشت گرد سے ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں یہاں بلوا لیا تاکہ تم سے اطمینان سے بات چیت کی جا سکے" ـــــ جولیا نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر میرا بھلا کسی تنظیم سے کیا تعلق ـــــ میں تو تفریح کے لئے اس ملک میں آئی ہوں" ـــــ سوزی نے جواب دیا۔

"دیکھو سوزی ـــــ ہم دونوں ایک ہی پیشے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے کم از کم ایک دوسرے کے سامنے ہمیں پہلو تہی نہیں کرنی چاہیئے۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تو صرف تمہارے ذریعے تمہارے چیف باس سے بات کر کے صرف اتنی مہلت چاہتی ہوں کہ جب تک ہم مشن مکمل نہ کر لیں وہ اس ملک میں نہ آئیں" ـــــ جولیا نے اس کے قریب قالین پر بڑے مطمئن انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہیں اس بات کا کیسے یقین ہے کہ باس تمہاری بات مان جائے گا" ـــــ سوزی نے براہ راست جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آخر کوشش کر لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ میرا مشن زیادہ سے زیادہ دس دن تک مکمل ہو جائے گا۔ اور میں بس اتنی ہی مہلت چاہتی ہوں" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

"مگر تم باس سے بات کیسے کرو گی۔ مجھے تو اس کی فریکوینسی کا علم نہیں

ہے" ـــــ سوزی نے ایک اور داؤ کھیلتے ہوئے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ وہ گلدان ہمارے پاس ہے جس کے ذریعے تم باس سے گفتگو کرتی ہو" ـــــ جولیا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تیزی سے کمرے کی ایک دیوار کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے دیوار کے قریب پہنچ کر اپنا ہاتھ دیوار کے ایک مخصوص حصے پر رکھا ہی تھا کہ دیوار میں ایک الماری نمودار ہو گئی۔ جولیا نے بڑے اطمینان سے الماری کے پٹ کھولے اور پھر اس میں رکھا ہوا مصنوعی پھولوں کا گلدان اٹھا کر اس نے دیوار برابر کی اور گلدان لے کر واپس سوزی کی طرف آ گئی جو خاموش بیٹھی جولیا کو یہ سب کام کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ جیسے وہ یہ فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ جولیا پر اعتماد کرے یا نہیں۔ ادھر اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر چیف باس کو پتہ چل گیا کہ وہ کسی کی نظروں میں آ گئی ہے۔ تو پھر شاید اُسے موت کے منہ سے کوئی نہ بچا سکے۔

"لو یہ گلدان ـــــ اور باس کو کال کرو" ـــــ جولیا نے گلدان اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر نہیں ـــــ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ چیف باس مجھے ہلاک کر دے گا" سوزی نے اچانک فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اس بات کی ذمہ داری میری ـــــ اگر تمہیں کوئی خطرہ محسوس ہو تو تم اپنی تنظیم سے علیحدہ ہو کر میرے ساتھ شامل ہو سکتی ہو۔ میری تنظیم دہشت گرد سے کم حیثیت نہیں رکھتی" ـــــ جولیا نے اُسے پچکارتے ہوئے جواب دیا۔

سوزی چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے

گلدان کے پھولوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس نے مخصوص انداز میں مختلف پھولوں کو دبایا۔ اور کھینچا تو پھولوں نے تیزی سے رنگ بدلنے شروع کر دیئے اور نہ صرف سوزی بلکہ جولیا بھی چونکی ہو گئی۔

"ہیلو ڈی۔جی سپیکنگ اوور" ——— ایک کرخت آواز گلدان سے ابھری۔

باس نمبر تھنڈ۔ ڈن سوزی سپیکنگ اوور" — سوزی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کیوں کال کی ہے اوور" ——— چیف باس کا لہجہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سخت ہو گیا۔

"باس ——— میرے پاس اس وقت ایک تنظیم کی سربراہ مادام جولیا بیٹھی ہیں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں اوور" ——— سوزی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مادام جولیا ——— تنظیم کی سربراہ ——— کیا کہہ رہی ہو تم اوور" ——— چیف باس نے حلق کے بل چیختے ہوئے پوچھا۔

"چیف باس ——— آپ مس سوزی کو کوئی الزام نہ دیں۔ میں نے اُسے مجبور کیا ہے۔ میں جولیانا تنظیم کی سربراہ مادام جولیا ہوں۔ اور ایکریمیا میں ایک خصوصی مشن پر آئی ہوئی ہوں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ آپ کی تنظیم بھی اس ملک میں آنے والی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ ہمارے مشن کے تکمیل ہونے تک آپ یہاں نہ آئیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں اوور" ——— جولیا نے بڑے باوقار انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ اس وقت واقعی کسی تنظیم کے سربراہ جیسا تھا۔

"جولیانا تنظیم ——— نہیں ایسی کوئی تنظیم دنیا میں موجود نہیں ہے۔ تم صرف بلف کر رہی ہو۔ اوور اینڈ آل" ——— چیف باس نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گلدان کے پھولوں کا رنگ تیزی سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

جولیا کی چھٹی حس نے اچانک اُسے خطرہ کا احساس دلایا تو وہ تیزی سے اٹھی اور پھر اس سے پہلے کہ سوزی کچھ سمجھتی وہ تقریباً دوڑتی ہوئی دروازے تک پہنچ گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی اچانک کمرے میں ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ اور دھماکے کے ساتھ ہی سوزی کی چیخ بھی شامل ہو گئی۔ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ جولیا اچھل کر فرش پر جا گری۔ کمرہ یوں ڈول رہا تھا جیسے شدید زلزلے کی زد میں آگیا ہو۔ مگر چند ہی لمحوں بعد جب صورت حال بہتر ہوئی تو جولیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کمرے میں ہر طرف سوزی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ خون اور ہڈیوں کا ایک مغوبہ سا چاروں طرف بکھرا ہوا تھا۔ گلدان کسی خوفناک بم کی طرح پھٹ گیا تھا۔ چونکہ کمرہ بم پروف تھا اس لئے کمرہ نقصان سے بچ گیا۔ البتہ جولیا بال بال بچی تھی اگر اُسے چند لمحے پہلے خطرے کا احساس نہ ہوتا تو یقیناً اس وقت اس کا حشر بھی سوزی سے کم نہ ہوتا۔

جولیا نے ایک طویل سانس لی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اس کا مقصد حل ہو چکا تھا۔ ایکسٹو نے اُسے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ وہ کسی طرح سوزی کو اس گلدان نما ٹرانسمیٹر کو استعمال کرنے پر مجبور کر دے۔ اور وہ یہ کام بخوبی کر چکی تھی۔

جولیا کمرے سے نکل کر سیدھی سٹنگ روم میں پہنچی۔ اس کے چہرے

پر قدرے جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ کیونکہ اتنی خوف ناک موت سے بال بال بچنے کے باوجود ایکسٹو نے اس کا پتہ نہ کیا تھا۔ شاید اس کے ذہن میں ہو کہ دھماکے کے بعد ایکسٹو دوڑتا ہوا دروازے پر آئے گا۔ اور جولیا کی خیریت پوچھے گا مگر راہداری بالکل سنسان پڑی تھی۔

پھر جیسے ہی وہ میٹنگ روم میں پہنچی۔ میٹنگ روم کا لاوڈ سپیکر آن ہو گیا۔

"جولیا ۔۔۔ تم نے اپنا رول بہت خوبی سے نبھایا ہے" ۔۔۔ ایکسٹو کا لہجہ حسب روایت سرد تھا۔

"شکریہ سر ۔۔۔ مگر میں موت کے منہ سے بال بال بچی ہوں" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے ۔۔۔ اور مجھے خوشی ہے کہ تم لوگ اپنا ذہن استعمال کرتے ہو۔ گلدان کے پھولوں کا اچانک سرخ ہو جانا اس بات کی واضح دلیل تھی کہ اُسے پھاڑا جا رہا ہے" ۔۔۔ ایکسٹو نے اُسی لہجے میں جواب دیا۔

"مگر سر ۔۔۔ اس سے کیا فائدہ ہوا" اور پھر یہ دہشت گرد تنظیم کہاں سے آن ٹپکی" ۔۔۔ جولیا اپنی تعریف سننے کے بعد قدرے خوشگوار موڈ میں آ گئی۔

"تمہیں فائدہ نقصان سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے ایکٹروک رنی کالر سے معلوم کر لیا ہے کہ چیف باس کس جگہ موجود ہے۔ اب میں آسانی سے اس پر ہاتھ ڈال سکتا ہوں" ۔۔۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

"مگر سر ۔۔۔ کیا وہ ہمارے ملک میں موجود ہے" ۔۔۔ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ وہ ولیسٹ ہارف میں ہے۔ اور سنو۔ میں دہشت گرد ں سرکوبی کے لئے ممبرز کی ٹیم لے کر ولیسٹ ہارف جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے تم سیکرٹ سروس انچارج ہو گی۔ تمہیں اپنے فرائض انتہائی احتیاط سے سنبھالنے ہوں گے" ۔۔۔ ایکسٹو نے کہا۔

"مگر سر میں ۔۔۔" ۔۔۔ جولیا نے کچھ کہنا چاہا۔

"جولیا ۔۔۔ میں بحث سننے کا عادی نہیں ہوں۔ فی الحال صفدر، کیپٹن شکیل، نعمانی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ تنویر، چوہان اور صدیقی یہاں رہیں گے۔ اور تم انہیں کنٹرول کرو گی" ۔۔۔ ایکسٹو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"یس ۔۔۔ بہتر جناب ٹھیک ہے" ۔۔۔ جولیا نے ایکسٹو کے انتہائی سخت لہجے پر گھبراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ اب تم جا سکتی ہو" ۔۔۔ ایکسٹو نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ لاوڈ سپیکر آف ہو گیا اور جولیا اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی میٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔

ملٹری ایئرپورٹ سے اڑنے والا خصوصی طیارہ انتہائی
تیز رفتاری سے پرواز کرتا ہوا اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھا چلا جا رہا
تھا۔ طیارے میں سوپر فیاض کے ساتھ دس اور افراد بیٹھے ہوئے تھے۔
سر رحمان کی منتخب کردہ اس ٹیم کی منزل ویسٹ ہارف تھی۔ ٹیم میں
شامل دس افراد انٹیلی جنس کے لوگ تھے۔ اور کیپٹن فیاض ان سے اچھی
طرح واقف تھا۔ ویسے ان افراد کا انتخاب سر رحمان نے فوراً کیا تھا اور
فیاض کو ایئرپورٹ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ٹیم میں کون کون لوگ شامل ہیں۔
طیارہ نے انہیں ویسٹ ہارف کے ہمسایہ ملک میں اتار دینا
تھا۔ جہاں انہوں نے بذریعہ ریل گاڑی ویسٹ ہارف میں داخل ہونا
تھا۔ ان سب کے پاس بی۔ ٹو ٹرانسمیٹر موجود تھے۔ اور سر رحمان کی
ہدایت کے مطابق ان کا رابطہ آپس میں صرف بی۔ ٹو سے قائم رہنا تھا
مشن کے لئے خصوصی کوڈ بنایا گیا تھا۔ اور رابطے کے لئے خصوصی کوڈ
ورڈ گرین سکارف رکھا گیا تھا۔ سر رحمان نے سب کو علیحدہ علیحدہ ہدایات

دی تھیں۔ اور فیاض کے لئے ہدایت تھی کہ وہ ویسٹ ہارف کے دارالحکومت
پہنچ کر ہوٹل آرگترا میں ٹھہرے گا۔ جہاں اس کے نام سے ایک کمرہ بک
کر دیا گیا تھا۔ باقی ہدایات اُسے وہیں ملنی تھیں۔
"اختر ــــ تمہیں کہاں ٹھہرنے کی ہدایت کی گئی ہے" ــــ فیاض
نے اچانک اپنے قریب بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
"ساری باس ــــ سر رحمان کی خصوصی ہدایت ہے کہ ہم
آپس میں معلومات کا تبادلہ نہیں کریں گے صرف حکم کی تعمیل کریں گے"
نوجوان نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض نے
یوں منہ بنایا جیسے اچانک اس کے حلق میں کونین کی گولی پھنس گئی ہو۔
ویسے یہ بات اسے سمجھ آگئی تھی کہ اس پر تو ٹیم کے انچارج بننے کا
خواہ مخواہ الزام دھرا گیا ہے۔ دراصل سر رحمان تمام ٹیم کو خود کنٹرول
کریں گے۔

فیاض سوچنے لگا کہ کیا واقعی عمران ویسٹ ہارف پہنچے گا۔ اسے
عمران کی فطرت سے خدشہ تھا کہ ہو سکتا ہے وہ سرے سے وہاں آئے
ہی نہ۔ اور پھر وہاں آکر آخر وہ اسے کیسے تلاش کرے گا۔ مگر اب
وقت ہی اس کے ان سوالات کا جواب دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ
خاموشی سے بیٹھا سوچتا رہا اور کڑھتا رہا کہ خواہ مخواہ سر رحمان نے اپنے
سر مصیبت لے لی ہے۔ جب سے فیاض کی کلائی سے عمران نے بم برآمد
کیا تھا۔ فیاض کی ذہنی حالت خاصی تباہ ہو گئی تھی۔ اُسے یقین آگیا تھا
کہ کسی تنظیم سے مقابلہ خالہ جی کا کھیل نہیں ہے۔ اور اب اس کی تمام
امیدیں عمران پر ہی لگی ہوئی تھیں۔

تقریباً چھ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ان کا طیارہ ولیسٹ ہارف کے ہمسایہ ملک کے ایک خفیہ ایئر پورٹ پر اتر گیا۔ سر رحمان نے شاید تمام انتظامات پہلے ہی کر لئے تھے۔ اس لئے جیسے ہی وہ لوگ طیارے سے باہر آئے۔ چند لوگ ایک جدید ماڈل کی ویگن لیئے وہاں موجود تھے انہوں نے انہیں ویگن میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر ان کے ویگن میں سوار ہوتے ہی ویگن تیزی سے مختلف سڑکوں پر دوڑتی چلی گئی۔ چونکہ رات کا اندھیرا خاصا گہرا تھا۔ اس لئے شہر تقریباً تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور سڑکوں پر بھی ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد ویگن ایک خاصے بڑے ریلوے اسٹیشن کے طویل برآمدے میں جا کر رک گئی۔

"آپ کی گاڑی آدھے گھنٹے بعد روانہ ہو جائے گی۔ آپ کو ٹکٹیں آسانی سے مل جائیں گی"۔۔۔۔ ویگن ڈرائیور نے کہا اور وہ سب ایک ایک کر کے ویگن سے اتر آئے۔ چونکہ ہدایات کے مطابق یہاں سے انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا تھا۔ اس لئے وہ سب بکھر گئے۔ سوپر فیاض بڑے اطمینان سے چلتا ہوا بکنگ آفس پہنچا۔ اور پھر اس نے ولیسٹ ہارف کا ٹکٹ خریدا۔ اس کی جیبوں میں مکمل کاغذات موجود تھے اس لئے اُسے ٹکٹ بڑی آسانی سے مل گئی۔

گاڑی انتہائی جدید اور خاصی آرام دہ تھی۔ اس لئے فیاض کو جس کیبن میں سیٹ ملی تھی۔ وہاں دو نوجوان لڑکیوں کی سیٹیں بھی تھیں۔ لڑکیاں خاصی چلبلی اور شوخ طبعیت کی تھیں۔ اس لئے جیسے ہی گاڑی نے سٹیشن سے حرکت کی۔ ان میں سے ایک نے سوپر فیاض کو مخاطب

کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ شاید ایشیا سے آئے ہیں"۔

"جی ہاں ۔۔۔ میں کافرستان کا رہنے والا ہوں۔ ایک کاروباری سلسلے میں ولیسٹ ہارف جا رہا ہوں"۔۔۔۔ فیاض نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ کافرستان تو سانپوں، جادوگروں اور عجوبوں کا ملک ہے۔ جب کہ آپ تو سیدھے سادھے آدمی لگ رہے ہیں"۔۔۔۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ مشرق کا رہنے والا ہر شخص جادوگر اور شعبدہ باز ہوتا ہے تو پھر آپ کو مایوسی ہوگی"۔۔۔۔ فیاض نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر آپ کی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ آپ کسی جادوگر سے کم نہیں ہیں۔ یقین کیجئے میں جب آپ کو دیکھتی ہوں تو دل آپ کی طرف کھنچنا شروع ہو جاتا ہے"۔۔۔۔ دوسری لڑکی نے پہلی بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور پہلی لڑکی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"آپ مارگریٹ کی باتوں میں نہ آئیں۔ یہ بڑی سنجیدگی سے دوسروں کو بے وقوف بنانے کا گر جانتی ہے"۔۔۔۔ پہلی لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا اور فیاض خواہ مخواہ جھینپ کر رہ گیا۔

"ڈیانا ۔۔۔ تم خواہ مخواہ بدمزگی پھیلا رہی ہو۔ میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ سنیئے مسٹر ۔۔۔۔۔۔"۔۔۔۔ مارگریٹ بات کرتے کرتے رک گئی۔

جمیل ——— مجھے جمیل کہتے ہیں" ——— فیاض نے جلدی سے
اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ اس کے تمام کاغذات اسی نام سے
بنائے گئے تھے۔

"جمیل" ——— مارگریٹ نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر
سنجیدگی کی تہہ یکدم گہری ہوگئی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ یوں
لگتا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی ہو۔

"جمیل صاحب ہوشیار ——— مارگریٹ مغرب کی ساحرہ ہے۔
یہ جب آنکھیں بند کرلیتی ہے تو ان کا ماضی اس کے سامنے آئینے کی
طرح روشن ہوجاتا ہے" ——— ڈیانا نے فیاض کی طرف جھک کر
بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا
چہرہ یکدم زرد پڑ گیا۔

"اوہ ——— آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے
ہیں مغرب مشرق سے پیچھے ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کا نام فیاض
ہے اور آپ کافرستان کے نہیں بلکہ پاکیشیا کے رہنے والے ہیں۔
اور پاکیشیا کی انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اور دوسری بات یہ
ہے کہ آپ ویسٹ ہارف ایک خصوصی مشن پر جارہے ہیں۔ آپ کے
ساتھ آپ کے دس ساتھی اور ہیں" ——— مارگریٹ نے بغیر رکے
تفصیل بتانی شروع کردی۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے
اُسے چوک میں کھڑا کرکے جوتے مارے جارہے ہوں۔

وہ تصور بھی نہ کرسکتا تھا کہ ایک عام سی لڑکی اتنی قطعیت سے
سب کچھ بتاسکتی ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے مارگریٹ کی شکل

دیکھے جارہا تھا۔

"کافی ہے یا کچھ اور تفصیل بتاؤں" ——— مارگریٹ نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے گلے میں پھندہ پڑ
گیا ہو۔ وہ حیرت کی شدت سے بولنے سے بھی قاصر تھا۔

"آ ——— آپ کو یہ سب کچھ کیسے پتہ چل گیا" ——— آخر فیاض نے
لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھ میں قدرتی طور پر کچھ ایسی صلاحیتیں ہیں کہ میں کسی بھی شخص کے ماضی
کے متعلق سب کچھ بتاسکتی ہوں" ——— مارگریٹ نے سنجیدہ
لہجے میں کہا۔

"کیا مارگریٹ صحیح کہہ رہی ہے" ——— ڈیانا نے مسکراتے
ہوئے پوچھا۔

"ہاں ——— صحیح کہہ رہی ہے" ——— فیاض نے اعتراف کرتے
ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ——— اس کا مطلب ہے آپ اپنے ملک کی اہم ترین شخصیت
ہیں۔ مجھے آپ جیسے لوگوں سے ملنے کا بے حد شوق تھا" ——— ڈیانا نے
خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ایک بات اور بتادوں مسٹر فیاض ——— کہ اس مشن میں آپ کی موت
مقدر ہوچکی ہے مگر ......" ——— مارگریٹ بات کرتے کرتے
رک گئی۔

"مگر کیا" ——— فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ موت کا سن کر
اس کا تمام خون جیسے جسم سے یکدم غائب ہوگیا تھا۔

"صرف ایک صورت میں آپ کی جان بچ سکتی ہے۔ کہ آپ ولیسٹ ہارف کے سرحدی سٹیشن کاسابلانکا پر خاموشی سے اتر جائیں۔ اور باہر نکل کر آپ ہوٹل ایڈورڈ کے کاؤنٹر پر جاکر کاؤنٹر مین سے کہیں کہ آپ کو مارگریٹ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دے گا۔ اس پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد آپ موت سے بچ سکتے ہیں" —— مارگریٹ نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مم —— مگر میرے ساتھی" —— فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"آپ کے ساتھی آپ کے لئے موت کا پیغامبر ہیں آگے آپ کی مرضی" مارگریٹ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— میں ایسا ہی کروں گا۔ میں مرنا نہیں چاہتا" —— فیاض نے فوراً ہی فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"آپ کا فیصلہ درست ہے مسٹر فیاض" —— مارگریٹ نے جواب دیا۔ اُسی لمحے گاڑی کی رفتار آہستہ ہونی شروع ہو گئی۔ اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"ہم نے یہاں اترنا ہے۔ اچھا مسٹر فیاض —— خدا کرے آپ ہوٹل ایڈورڈ تک پہنچ جائیں" —— مارگریٹ نے کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ اٹھائے دونوں تیزی سے مڑیں اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔ فیاض آنکھیں پھاڑے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ یہ تجربہ اس کی زندگی کا سب سے بھیانک تجربہ تھا۔

اور پھر جب گاڑی ولیسٹ ہارف کے سرحدی سٹیشن پر پہنچی تو

فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور کیبن سے نکل کر راہداری میں آیا۔ اور تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ نیند میں چل رہا ہو۔ اس نے مشن پر لات مار کر صرف اپنی زندگی بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ جلد از جلد ہوٹل ایڈورڈ پہنچ جانا چاہتا تھا۔

عمران بڑے اطمینان سے ٹانگیں پھیلائے ایک ضخیم فیشن میگزین کے مطالعے میں غرق تھا۔ فیشن میگزین میں چھپی ہوئی عریاں لڑکیوں کی تصویریں دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے وہ کونین کی بہت سی گولیاں چبا رہا ہو۔

"آپ کو کوئی تکلیف ہے" —— اچانک اس کی قریبی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ایک نوجوان غیر ملکی لڑکی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید کافی دیر سے عمران کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

عمران اس وقت ایک مسافر طیارے کی اکانومی کلاس میں بیٹھا ولیسٹ ہارف کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اس نے اپنا مخصوص ٹیکنی کلر لباس پہنا ہوا تھا اور ظاہر ہے چہرے پر حماقتوں کا آبشار بہہ رہا تھا۔

اُسے اپنے ملک سے پرواز کرتے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ یہ لڑکی پندرہ منٹ پہلے ایک ایئر پورٹ سے طیارے پر سوار ہوئی تھی۔ اور اب شاید یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اُسے عمران کی قریبی سیٹ ملی تھی۔

"جی ہاں — کوئی ایک تکلیف ہو تو بتاؤں۔ میں تو ہمہ تن تکلیف ہوں" — عمران نے رسالہ ایک طرف کرتے ہوئے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب — میں سمجھی نہیں" — لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی آپ کی عمر سمجھنے سمجھانے کی نہیں ہے محترمہ......" — عمران نے چہرے پر زبردستی کی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"آپ شاید مجھ سے بے تکلف ہونا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے اتنی ایکٹنگ کی کیا ضرورت ہے۔ میرا نام گیبل ہے۔ میں ولیسٹ ہارف کی ایک یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں۔ میرے ڈیڈی جان گیبل ولیسٹ ہارف کے مشہور سائنسدان ہیں" — لڑکی نے مسکراتے ہوئے اپنا تفصیلی تعارف کرایا۔

"تو پھر آپ میری تکلیف نہیں سمجھ سکتیں۔ میری تکلیف کا تعلق روحانیت سے ہے جب کہ آپ سائنسدان کی بیٹی ہیں۔ ویسے میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے۔ اور میں ریاست ڈھمپ کا شہزادہ ہوں اور شہزادگی سے وقتی طور پر پیچھا چھڑا کر سیر و تفریح کے لئے ولیسٹ ہارف جا رہا ہوں" — عمران نے آنکھوں کو گول کر کے ایک دائرے میں گھماتے ہوئے جواب دیا۔

"ہائی گاڈ — تم شہزادے ہو۔ مگر میرے تصور میں تو مشرقی شہزادوں کی کوئی اور ہی تصویر تھی" — اس بار حیران ہونے کی باری لڑکی کی تھی۔

"اگر آپ شہزادہ دیکھنا چاہتی ہیں تو پھر آپ کو ریاست ڈھمپ کا دورہ کرنا پڑے گا۔ باڈی گارڈ دستہ، سر پر کلغی والا تاج، شاہانہ لباس، چال نپی تلی، گفتگو میں سرکاری پن" — عمران نے جواب دیا۔

"مگر یہ ڈھمپ کہاں ہے۔ میں نے تو آج تک اس ریاست کا نام نہیں سنا۔ حالانکہ میں جغرافیہ میں ماسٹر ڈگری کر رہی ہوں" — لڑکی نے کہا۔

"آپ کا جغرافیہ نامکمل ہے۔ ریاست ڈھمپ ہمالیہ کے دامن میں واقع آزاد اور تہذیب یافتہ دنیا سے کٹی ہوئی ریاست ہے۔ جس میں ہماری اجازت کے بغیر کوئی غیر ملکی داخل نہیں ہو سکتا" — عمران نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

"اوہ — تو یہ بات ہے — ویری گڈ — پھر تو میں آپ کی ریاست کی ضرور سیر کروں گی۔ آپ ولیسٹ ہارف میں میرے مہمان رہیں" — لڑکی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے جواب دیا۔

"میں آپ کو ریاست ضرور دکھاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ مجھے ولیسٹ ہارف دکھائیں" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بالکل دکھاؤں گی — پکا وعدہ — مگر وہ تکلیف کیا تھی" —

لڑکی نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"اس تکلیف کا تعلق اس میگزین میں چھپی ہوئی عورتوں کی تصویریں ہیں"۔۔۔۔ عمران نے میگزین گیبل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔ میں سمجھی نہیں"۔۔۔۔ گیبل نے رسالہ کھول کر تصویروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب یہ مس گیبل ۔۔۔ کہ ان تصویروں میں عورتوں نے کیا پہن رکھا ہے۔ خواہ مخواہ کا بوجھ۔ جیسے موتی صدف میں چھپا ہوا ہو"۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو آپ شہزادے ہونے کی وجہ سے فطرتاً عیاش بھی ہیں۔ آپ عورتوں کو بالکل عریاں دیکھنا چاہتے ہیں"۔۔۔۔ گیبل کے لہجے میں تلخی عود کر آئی۔

"ارے ارے ۔۔۔ خدا کی پناہ ۔۔۔ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا۔ توبہ توبہ ۔۔۔ عورت اور عریاں ۔۔۔ میں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا"۔ عمران نے بے اختیار ماتھا پیٹتے ہوئے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور گیبل حیرت سے اس رنگ بدلتے گرگٹ کو دیکھنے لگی۔

"پھر آپ کا کیا مطلب تھا"۔۔۔۔ گیبل نے انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب تھا ۔۔۔ چھوڑیں آپ نہیں سمجھ سکیں گی۔ میں دراصل بڑے پس ماندہ خیالات کا آدمی ہوں۔ اب دیکھئے نا ۔۔۔ ہر عورت نے جوتی پہن رکھی ہے۔ بھلا کیا ضرورت ہے اس بوجھ کی"۔ عمران نے جواب دیا۔

"جوتی پہن رکھی ہے"۔۔۔۔ گیبل نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں ۔۔۔ دراصل عورتوں کے خوب صورت پیر میری کمزوری ہیں۔ اور جو عورت جوتی پہن لے مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس نے صدف میں موتی چھپا رکھا ہو"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو آپ کا مطلب جوتی سے تھا۔ میں سمجھی آپ کو لباس پر اعتراض ہے"۔۔۔۔ گیبل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ سمجھ گئیں۔ اگر آپ نہ سمجھتیں تو میں بھلا آپ کا کیا بگاڑ لیتا۔ میرا بس چلے تو دنیا کی تمام عورتوں کو ننگے پیر چلنے کا حکم دیتا"۔ عمران نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے آپ کی ریاست میں عورتیں جوتی نہیں پہنتیں"۔۔۔۔ گیبل نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"توبہ کیجئے ۔۔۔ عورت اور جوتی ۔۔۔ سچ پوچھیں تو مجھے اس جوتی سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ خاصا خطرناک ہتھیار ہوتا ہے۔ اور پھر ستم یہ کہ ہر وقت موجود۔ جب جی چاہا جوتی پیر سے اتاری اور کھٹا کھٹ برسا دی"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور گیبل بے اختیار ہنس دی۔

"آپ کو شاید اس ہتھیار کا خاصا تلخ تجربہ ہے"۔۔۔۔ گیبل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہتھیار کوئی بھی ہو اس کا تجربہ واقعی تلخ ہوتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ گیبل کوئی جواب دیتی اچانک طیارے میں

نصب چھوٹا سا ٹی۔ وی آن ہو گیا۔ اور سب مسافر اس کی طرف متوجہ ہو
گئے۔ ٹی۔ وی اناؤنسر خبریں سنا رہا تھا۔
"ناظرین ـــــ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ انٹر ورلڈ ٹرین جو جو پاش سے
ویسٹ ہارف جا رہی تھی۔ ویسٹ ہارف تک پہنچنے سے پہلے ایک دھماکے
سے اڑ گئی ہے۔ یہ دھماکہ اتنا خوف ناک تھا کہ پوری ٹرین کے پرخچے
اڑ گئے۔ اور بلا مبالغہ سینکڑوں آدمی اس خوف ناک حادثے میں ہلاک
اور زخمی ہو گئے ہیں۔ ویسٹ ہارف کے اعلیٰ حکام کا خیال ہے کہ یہ دھماکہ
اس دہشت پسند گروہ کی طرف سے کیا گیا ہے جو گزشتہ ایک ماہ سے
ویسٹ ہارف میں سرگرم عمل ہے۔ امدادی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ
حادثے کی تحقیقات جاری ہے" ـــــ اناؤنسر نے بڑے گلوگیر لہجے
میں کہا۔
اور طیارے کے تمام مسافروں کے چہرے اس خبر کو سنتے ہی زرد
پڑ گئے۔ اب ٹی۔ وی پر تباہ شدہ ٹرین کی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اور
واقعی اناؤنسر کے کہنے کے مطابق ٹرین کے بری طرح پرخچے اڑ گئے تھے۔
اور ہر طرف لاشیں اور انسانی اعضا بکھرے پڑے تھے۔
"دہشت پسند گروہ ـــــ یہ کون ہے" ـــــ عمران نے گیبل سے
مخاطب ہو کر پوچھا۔ جس کا چہرہ بھی اتنی ہولناک خبر سن کر زرد پڑ گیا تھا۔
"پرنس ـــــ ہمارا ملک تباہ ہو رہا ہے۔ کوئی گروہ اس ملک کا
خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ آئے دن یہ تباہیاں ہو رہی ہیں کبھی پل اڑا دیا
کبھی طیارے اڑا دیئے۔ کبھی ڈیم تباہ کر دیا۔ کبھی لیبارٹریاں اڑ گئیں۔ یوں
لگتا ہے جیسے پورا ملک بارود کے ڈھیر پر موجود ہو" ـــــ گیبل نے

ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔
"اوہ ـــــ مگر اس دہشت پسند گروہ کے مطالبے کیا ہیں" ـــــ
عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔
"معلوم نہیں ـــــ بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے وہ حکومت تبدیل
کرنا چاہتے ہوں۔ ہمارے ملک کے وزیر اعظم نے تو یہاں تک آفر کر
دی کہ وہ خود استعفیٰ دے کر نیا الیکشن کرانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر
ہمارے ملک کے عوام اس حکومت سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔
کیونکہ اس حکومت نے بے پناہ ترقیاتی کام کئے ہیں۔ اس لئے عوام نے
نئے الیکشن کروانے سے انکار کر دیا۔ مگر یہ گروہ باوجود کوششوں کے
پکڑا نہیں جا سکا" ـــــ گیبل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"اگر آپ ایک وعدہ کریں تو میں اس گروہ کو پکڑ سکتا ہوں" ـــــ
عمران نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔
"کیا ـــــ کیسا وعدہ" ـــــ گیبل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"آپ کم از کم گھر میں میرے سامنے جوتی نہیں پہنیں گی" ـــــ عمران
نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور گیبل حیرت سے عمران کی شکل دیکھتی
رہ گئی۔
"آپ حیران ہو گئیں مس گیبل ـــــ دراصل آپ مجھ سے پوری
طرح متعارف نہیں ہیں۔ میں نے کرمنالوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری
لی ہوئی ہے۔ اور کافرستان کا مشہور جاسوس کرنل فریدی میرا شاگرد
ہے۔ میں جب چاہوں اس گروہ کو کان سے پکڑ کر مرغا بنا سکتا ہوں"
عمران نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ جس گروہ کو ہماری سیکرٹ سروس، پولیس انٹیلی جنس اور حکومت کے بے شمار ادارے اپنی بے پناہ کوششوں سے نہ پکڑ سکے اُسے تم اکیلے کیسے پکڑ سکو گے" ——— گیبل نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"آپ وعدہ کریں تو سب کچھ ممکن ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم گھر میں جوتی نہ پہننے کی بات کر رہے ہو اگر تم اس گروہ کو پکڑ لو تو میں ساری عمر جوتی نہ پہنوں گی" ——— گیبل نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔

"ارے ارے ——— اتنا لمبا وعدہ نہیں چاہیئے تم خواہ مخواہ تماشا بن جاؤ گی۔ بس مختصر وعدہ کافی ہے" ——— عمران نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"وعدہ رہا" ——— گیبل نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر جذباتی انداز میں دباتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ——— میرا ہاتھ چھوڑو۔ ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی" عمران نے اپنا ہاتھ تیزی سے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اور گیبل اُسے یوں دیکھنے لگی جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ وہ سوچ رہی تھی کہ دہشت پسندوں کو پکڑنے کا وعدہ اور نزاکت اتنی

"مگر تم انہیں پکڑو گے کیسے" ——— گیبل نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"بس یہی مت پوچھنا اور سنو کسی کو بتانا بھی نہیں۔ میں عامل روحانیت

بھی ہوں۔ میں مجرموں کو ایک پُر اسرار طریقے سے پکڑتا ہوں" ——— عمران نے پُر اسرار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور گیبل خاموش ہو گئی۔ اُسے عمران کی باتوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔ مگر وہ اس لئے خاموش ہو گئی تھی کہ ہو سکتا ہے اس میں مشرق کا کوئی اسرار ہو۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد پائلٹ نے ویسٹ بارٹ کے ائیرپورٹ پر طیارہ اترنے کی خبر سنائی اور سب مسافر چونک کر حفاظتی پیٹیاں باندھنے میں مصروف ہو گئے۔

طیارہ رن وے پر اترا تو پیٹیاں کھول کر عمران اور گیبل باہر آ گئے۔ کسٹم وغیرہ کی پابندیوں سے گزرنے کے بعد وہ جب ائیرپورٹ کی عمارت سے باہر نکلے تو ایک نوجوان تیزی سے چلتا ہوا گیبل کے قریب آیا۔

"آپ خیریت سے آ گئیں مس" ——— نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں کیا تمہارا خیال تھا کہ یہ قسطوں میں یہاں پہنچتیں" ——— عمران فوراً ہی بول پڑا۔ اور نوجوان چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"پیٹر ——— یہ ہمارے مہمان پرنس ہیں ——— اور پرنس یہ پیٹر ہے ——— ہمارا ڈرائیور" ——— گیبل نے فوراً ہی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ڈرائیور ——— کیا مطلب ——— اب تک کاروں، بسوں اور ٹرکوں کے ڈرائیور تو سنے تھے۔ مگر ہمارا ڈرائیور کیا ہوا" ——— عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا اور گیبل بے اختیار ہنس پڑی۔

"چلو پیٹر ۔۔۔۔ ڈیڈی انتظار کر رہے ہوں گے" ۔۔۔۔ گیبل نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا جو عجیب نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا ۔ اور وہ کندھے جھٹک کر واپس مڑ گیا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے قریب موجود ایک بڑی اور نئے ماڈل کی سپورٹس کار تک پہنچ گئے ۔ پیٹر نے بڑے ادب سے کار کا عقبی دروازہ کھولا مگر اس سے پہلے کہ گیبل نشست پر بیٹھتی عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اتنی تیزی سے پہلے نشست پر بیٹھ گیا کہ جیسے اُسے خطرہ ہو کہ ایک لمحے کے لئے بھی دیر ہو گئی تو قیامت آ جائے گی ۔ پیٹر کا چہرہ غصے کی زیادتی سے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا ۔ اور اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کر دیا ۔

"کوئی بات نہیں پیٹر ۔۔۔۔ یہ ذرا شوخ طبیعت کے مہمان ہیں" گیبل نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر خود ہی اگلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی ۔

"ارے تم آگے بیٹھ گئیں ۔۔۔۔ واہ یہ کیا بات ہوئی ۔۔۔۔ عورتیں ہمیشہ پیچھے بیٹھتی ہیں" ۔۔۔۔ عمران نے دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ۔

"بیٹھے رہو پرنس ۔۔۔۔ کچھ دیر کے لئے اپنے آپ کو عورت سمجھ لو" ۔۔۔۔ گیبل نے ہنستے ہوئے کہا ۔

"مروا دیا ۔۔۔۔ اگر میں نے اپنے آپ کو عورت سمجھ لیا تو پھر مجھے کسی مرد سے شادی کرنی پڑے گی ۔ اور میاؤں میاؤں کرتے ہوئے بچے جننے پڑیں گے ۔ نا بابا ۔ میں باز آیا" ۔۔۔۔ عمران نے کہا اور

اس سے پہلے کہ پیٹر دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا ۔ عمران اس طرف کا دروازہ کھول کر باہر اترا اور جھپٹ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا ۔ پیٹر حیرت بھرے انداز میں آنکھیں جھپکاتا یہ تماشا دیکھتا رہا ۔

"میں ڈرائیونگ کروں گا ۔ تم ہمارے ڈرائیور کو پیچھے بٹھا دو ۔ اس کی شکل بھی عورتوں سے ملتی جلتی ہے" ۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور گیبل نے ہنستے ہوئے پیٹر کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کر دیا ۔ پیٹر برا سا منہ بناتے ہوئے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا ۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اگر گیبل درمیان نہ ہوتی تو عمران کی بوٹیاں دانتوں سے نوچ لیتا ۔

دوسرے لمحے عمران نے انجن سٹارٹ کیا اور کلچ چھوڑ کر پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا ۔ طاقتور انجن والی گاڑی یوں اچھل کر آگے بڑھی جیسے توپ کے دہانے سے گولا نکلتا ہے ۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو" ۔۔۔۔ گیبل نے چیختے ہوئے کہا ۔

"کیا ہوا" ۔۔۔۔ عمران نے گیئر بدلتے ہوئے بڑے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا ۔

"آہستہ چلاؤ ۔۔۔۔ ایکسیڈنٹ ہو جائے گا" ۔۔۔۔ گیبل نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا ۔

"ارے پرواہ نہ کرو ۔ مجھے ہسپتال میں پلاسٹر چڑھاتے ہوئے اور ٹانگیں فضا میں لٹکاتے ہوئے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں ۔ بڑے رومانٹک" عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سپیڈ اور بڑھا دی ۔

اب کار سڑک پر یوں دوڑ رہی تھی۔ جیسے وہ کار کی بجائے جیٹ طیارہ ہو۔

سڑک پر ٹریفک کا خاصا ہجوم تھا مگر عمران کی کار ان میں سے یوں بچتی بچاتی نکلی جا رہی تھی جیسے سرکس کا کوئی کھیل ہو رہا ہو۔

گیبل کی آنکھیں خوف سے پھٹی جا رہی تھیں۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے کار یا تو الٹ جائے گی۔ یا پھر کسی اور کار یا ٹرک سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ مگر ہر بار کار ٹکرانے سے بال بال بچ جاتی۔

"ارے منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی رہو گی یا بتاؤ گی بھی سہی کہ آخر جانا کہاں ہے" ——— عمران نے سٹیرنگ کو انتہائی تیزی سے دائیں بائیں موڑتے ہوئے قریب بیٹھی گیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا ——— خدا کے لئے تم کار روک دو۔ ورنہ میں مر جاؤں گی۔ میرا دم گُھٹ جائے گا" ——— گیبل نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران نے انتہائی پھرتی سے کار سائیڈ پر موڑی اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے بریک لگا دی۔ گیبل کا سر سکرین سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"آؤ مسٹر پیٹر ——— تم چلاؤ کار ——— میں عورت بن جاتا ہوں" ——— عمران نے نیچے اتر کر پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور پیٹر خاموشی سے باہر نکل آیا۔ پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور کار سبک رفتاری سے ایک بار پھر سڑک پر دوڑنے لگی۔

"خدا کی پناہ ——— اس قدر تیز رفتاری ——— مجھے اب تک یقین نہیں آ رہا کہ کار صحیح سلامت ہے" ——— گیبل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"واقعی پرنس خوف ناک ڈرائیونگ کرتے ہیں" ——— پہلی بار پیٹر نے زبان کھولی اس کے لہجے میں مرعوبیت کے آثار نمایاں تھے۔

"پرنس کیا تم عام طور پر ایسے ہی کار چلاتے ہو" ——— گیبل نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑی چونکہ عمران نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں ہلکے ہلکے خراٹے چل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ گہری نیند سو گیا ہو۔

"کمال ہے یہ شخص بھی اپنی نوعیت کا عجیب ہے۔ ایک لمحے میں اتنی گہری نیند سو گیا" ——— گیبل نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"مس ——— یہ پرنس کہاں کے رہنے والے ہیں" ——— پیٹر نے پوچھا مگر اس کا لہجہ مؤدبانہ ہی تھا۔

"یہ ریاست ڈھمپ کا شہزادہ ہے۔ سیر و تفریح کے لئے خفیہ طور پر ویسٹ ہارف آ رہا تھا کہ طیارے میں ملاقات ہو گئی" ——— گیبل نے عمران کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"باس ایسے آدمی کو برداشت نہ کر سکیں گے مس آپ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے سنجیدہ ہیں" ——— پیٹر نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"میں ڈیڈی کو منا لوں گی" ——— گیبل نے اعتماد بھرے

لہجے میں کہا اور پیٹر خاموش ہو گیا۔

کار درمیانی رفتار سے ولیسٹ ہارف کی مصروف سڑکوں پر سے گزرتی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جبکہ عمران سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے سوچ رہا تھا کہ کم از کم اس نے ایک بہت بڑے سائنسدان کے گھر میں رہنے کی جگہ بنالی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جارج گیبل کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرے گا۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ سر جارج گیبل کی ولیسٹ ہارف کے اعلیٰ ترین حلقوں میں خاصی جان پہچان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پہلا پروگرام بدل کر مس گیبل کے ساتھ رہنے کا پروگرام بنالیا تھا۔

کمرے میں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ کمرے میں موجود چار افراد چہروں پر نقاب لگائے مجسموں کی طرح کرسیوں پر جمے بیٹھے تھے۔ وہ چاروں ایک چھوٹی سی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میز کے اوپر خاصا بڑا اور انتہائی جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ یہ دہشت گرد گروہ کے چار بڑے تھے۔ وہ روزانہ یہاں ایک مخصوص

وقت پر اکٹھے ہوتے تھے۔ تاکہ چیف باس کو روزانہ کارکردگی کی رپورٹ دے کر مزید ہدایات حاصل کر سکیں۔

اُسی لمحے ٹرانسمیٹر کا بلب یکدم جل اٹھا۔ اور اس میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آواز نکلنے لگی۔ وہ چاروں چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہیلو۔ ڈی۔ جی سپیکنگ اوور" ——— سیٹی کی آواز بند ہوتے ہی ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"ڈی۔ جی ون سپیکنگ اوور" ——— ٹرانسمیٹر کے قریب بیٹھے ہوئے ایک نقاب پوش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رپورٹ اوور" ——— باس نے پوچھا۔[1]

"باس ——— میں نے کراس ورلڈ آرگنائزیشن سے علی عمران کے متعلق تفصیلات منگوالی ہیں۔ ان تفصیلات کے مطابق علی عمران دنیا کا انتہائی شاطر، خطرناک، چالاک اور عیار شخص ہے۔ اس کے ریکارڈ میں بڑی بڑی عظیم تنظیموں کی تباہی درج ہے اوور" ——— نمبر ون نے جواب دیا۔

"ہونہہ ——— مجھے پہلے ہی شک تھا کہ میں نے اس شخص کا نام سنا ہوا ہے۔ اور سنو یہ شخص علی عمران پاکیشیا سے ولیسٹ ہارف کے لئے چل پڑا ہے۔ تاکہ ہمیں پاکیشیا پہنچنے سے پہلے ہی ختم کیا جا سکے اوور" ——— باس نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر۔ اُسے ولیسٹ ہارف زندہ سلامت نہیں پہنچنا چاہیے اوور" ——— نمبر ون نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

لہ۔ اس کے لئے مظہر کلیم ایم اے کا خصوصی ناول "عمران کی موت" پڑھیے۔

ہاں ——— پہنچنا تو نہیں چاہیئے۔ مگر اس کی قسمت اچھی ہے کہ ایجنٹ ہنڈرڈ کو اس وقت پتہ چلا جب کہ وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ اور اس سے ہماری ایجنٹ ہنڈرڈ ون پر قبضہ کر لیا تھا اور اس نے ہم سے رابطہ بھی قائم کر لیا تھا۔ مگر میں نے ٹرانسمیٹر پھاڑ کر ایجنٹ کو بھی ختم کر دیا اوور“ ——— باس نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا نہیں باس ——— یہ سب کچھ کیسے ہو گیا اوور“ ——— نمبر ون نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سنو میں تم سب کو تفصیل بتاتا ہوں۔ کیونکہ اب ہمیں یہاں اپنے مشن کو کامیاب کرنے کے ساتھ ساتھ پاکیشیا کی جنگ بھی لڑنی پڑے گی اوور“ باس نے کہا۔

”پاکیشیا کے ساتھ جنگ اوور“ ——— نمبر ون نے کہا۔

”ہاں ——— حکومت پاکیشیا کو یہاں سے کسی نے ہمارے پروگرام کی اطلاع کر دی کہ ویسٹ ہارف میں مشن ختم کر کے ہم پاکیشیا جانے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ اس پر وہاں سے انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی سرکردگی میں ایک ٹیم روانہ کی گئی۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا علی عمران دوست ہے۔ چنانچہ اس نے علی عمران کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا۔ ایجنٹ ہنڈرڈ ون سوزی نے یہ بات ٹریس کر لی اور میری ہدایت پر اس نے فیاض کی کلائی میں نائن الیون بم فٹ کر دیا۔ تاکہ جب یہ ٹیم عمران سمیت جہاز میں سوار ہو تو نائن الیون کے ذریعے طیارہ اڑا دیا جائے۔ مگر پھر اچانک سوزی کی کال آئی۔ اور کوئی مادام جولیا بول رہی تھی۔ میں نے ایجنٹ سوزی اور ٹرانسمیٹر کا خاتمہ کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مادام جولیا

ہی ساتھ ہی ختم ہو گئی ہو گی۔ بہرحال میں نے ایکوئٹ چیکنگ مشین آپریٹ کر کے معلوم کر لیا کہ نائن الیون کو بھی بے کار کر دیا گیا ہے۔ اس پر میں نے فوراً ایجنٹ ہنڈرڈ کو کال کیا۔ اور اُسے ہدایت کی کہ وہ اس ٹیم کی کھوج لگائے۔ چنانچہ مجھے ایجنٹ ہنڈرڈ کی رپورٹ ملی کہ ٹیم خصوصی طیارے پر روانہ ہو گئی ہے۔ اس میں فیاض کے ساتھ دس افراد سوار ہیں ایجنٹ ہنڈرڈ نے بہرحال بھاگ دوڑ کر کے یہ معلوم کر لیا کہ وہ احمق شخص علی عمران اس میں شامل نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے اُسے تلاش کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ چند گھنٹے قبل ایک مسافر طیارے پر پرواز کر گیا ہے۔ اس کی منزل ویسٹ ہارف ہے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی ٹیم کو چیک کیا گیا اور پھر میری دو ایجنٹوں نے اُسے انٹر ورلڈ ٹرین میں تلاش کر لیا اور اس طرح فیاض کو ٹریس کر لیا گیا۔ میں نے ایک اور پروگرام بنایا اور فیاض کو کاسابلانکا پر اتار کر موٹل ایڈورڈ پہنچایا۔ جہاں سے وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ چکا ہے۔ جب کہ باقی ٹیم کے خاتمے کے لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ٹرین کو ہی اڑا دیا جائے۔ چنانچہ ٹرین اڑا دی گئی۔ اس طرح ہم نے فیاض کی ٹیم سے بھی نجات حاصل کر لی۔ اور حکومت کو ایک اور زک پہنچا دی گئی اوور“ باس نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر باس ——— فیاض کو کیوں زندہ چھوڑ دیا گیا ہے اوور“ ——— نمبر ون نے پوچھا۔

”فیاض کو میں عمران کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ عمران بہرحال فیاض سے رابطہ قائم کرے گا۔ اس طرح ہم اُسے آسانی سے ٹریس کر لیں گے اوور“ ——— باس نے جواب دیا۔

"گڈ ویری گڈ ۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے باس ۔۔۔ اب پاکیشیا کا صرف علی عمران ہی ہمارے مقابل ہے اوور" ۔۔۔۔۔ نمبر ون نے جواب دیا۔

"ہاں ۔۔۔ اور مجھے امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو دنوں بعد میں اس کا بھی خاتمہ کر دوں گا اوور" ۔۔۔۔۔ باس کے لہجے میں بے پناہ اعتماد تھا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے اوور" ۔۔۔۔ نمبر ون نے کہا۔

"تم چاروں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہو۔ اور کسی بھی کامیابی پر مجھے فوراً رپورٹ دو۔ ویسے اگر ضرورت پڑی تو میں تمہیں کال کر لوں گا۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔۔ باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر دوبارہ خاموش ہو گیا۔

اور پھر نمبر ون کے علاوہ باقی تینوں خاموشی سے اٹھ کر باری باری تقریباً دس دس منٹ کے وقفے کے بعد باتھ روم میں گھستے چلے گئے جہاں سے ایک دروازہ عقبی گلی میں کھلتا تھا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور نعمانی ویسٹ ہارف کے ہوٹل میٹرو میں علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہائش پذیر تھے۔ انہیں یہاں پہنچے ابھی چند ہی گھنٹے گزرے تھے۔ ایکسٹو نے انہیں صرف وہاں قیام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اور اس کے بعد باقی ہدایات انہیں وہیں ملنی تھیں۔

صفدر کمرے میں موجود آرام کرسی پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک ویسٹ ہارف میں ایسا کون سا کام پیش آ گیا کہ ایکسٹو نے خصوصی طیارے سے انہیں وہاں بھیجا تھا۔ چونکہ ایکسٹو نے صرف انہیں وہاں بھیجے جانے کے لئے کہا تھا۔ اس لئے وہ کیس کی باقی تفصیلات سے لاعلم تھے۔

صفدر بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک اس کی کلائی پر گھڑی نے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ اس نے چونک کر کلائی سیدھی کی تو گھڑی کے ڈائل پر ایک نقطہ تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ صفدر نے گھڑی

کا ونڈبٹن مخصوص انداز میں کھینچا تو نقطہ مسلسل جلنے لگا۔

"ہیلو ۔۔۔ صفدر سپیکنگ اوور" ۔۔۔ صفدر نے گھڑی سے منہ لگا کر کہا اور پھر اسے کان سے لگا لیا۔

"ایکسٹو اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"یس سر ۔۔۔ ہم سب ہوٹل میٹرو پہنچ چکے ہیں اوور" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"سنو صفدر ۔۔۔ ہم اس ملک میں ایک بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد کی سرکوبی کے لئے پہنچے ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پامالا بازار میں ایک آرٹ گیلری ہے۔ اس کی مالکہ کیڈی کا تعلق اس تنظیم سے ہے۔ تم نے کیڈی سے رسم و راہ بڑھانی ہے تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جاسکیں۔ اس کے لئے تم جو بھی طریقہ کار چاہو اختیار کر سکتے ہو۔ مگر کام جلد از جلد ہونا چاہیئے۔ کیپٹن شکیل اور نعمانی تمہاری نگرانی کریں گے اوور" ۔۔۔ ایکسٹو نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد مطلوبہ معلومات حاصل کر لوں اوور" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"معلومات تم نے اس گروہ کے ہیڈکوارٹر کے متعلق حاصل کرنی ہیں مگر کام انتہائی ہوشیاری سے ہونا چاہیئے سمجھے اور مجھے جلد از جلد رپورٹ دینا اوور" ۔۔۔ ایکسٹو نے ہدایت کی۔

"بہتر جناب ۔۔۔ آپ بے فکر رہیں اوور" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ۔۔۔ ایکسٹو کی طرف سے جواب ملا اور صفدر نے ونڈبٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس نے ٹیلی فون اٹھا کر کیپٹن شکیل اور نعمانی کو ہدایات دیں اور خود کیڈی سے ملنے کے لئے تیاری میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا پامالا بازار کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد اُسے پامالا بازار کے مین شاپ پر اتار دیا۔

اور صفدر ٹیکسی سے اتر کر بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا دکانوں کے سائن بورڈ پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اُسے ایک دکان پر کیڈی آرٹ گیلری کا بورڈ نظر آ گیا۔ صفدر نے بڑے اطمینان سے دروازے کو دھکیلا اور آرٹ گیلری میں داخل ہو گیا۔ اس وقت وہ ایک معزز تاجر کے روپ میں تھا۔

آرٹ گیلری کچھ زیادہ بڑی نہیں تھی۔ مگر وہاں خاصی قیمتی اور پرانی تصاویر نظر آ رہی تھیں۔ ایک کونے میں ایک نوجوان لڑکی کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ صفدر کو اندر آتا دیکھ کر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ صفدر بڑے اطمینان سے دیواروں پر لگی ہوئی تصاویر دیکھتا ہوا اس لڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"بہت خوب صورت گیلری ہے آپ کی" ۔۔۔ صفدر نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ" ۔۔۔ لڑکی نے کاروباری لہجے میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"کیا یہ گیلری آپ کے نام پر ہے؟" ——— صفدر نے اچنبتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں جناب ——— میں تو ملازمہ ہوں گیلری کی ——— مالکہ مسز کیڈی ہیں جو اپنے دفتر میں موجود ہیں" ——— اس لڑکی نے جھینپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ اچھا ——— کیا مسز کیڈی سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں چند خاص تصویروں کی بابت ان سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں" ——— صفدر نے کہا۔

"ضرور سر ——— آپ ادھر راہداری میں چلے جائیں آگے دفتر کا دروازہ ہے" ——— لڑکی نے بائیں طرف بنی ہوئی ایک پتلی سی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور صفدر سر ہلاتا ہوا تیزی سے اس راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخر میں اندھے شیشے کا بنا ہوا ایک دروازہ تھا۔ جس پر آفس کی تختی لگی ہوئی تھی۔ صفدر نے دروازے پر پہنچ کر بڑے مہذب انداز میں دستک دی۔

"تشریف لائیے" ——— اندر سے ایک ترنم نسوانی آواز سنائی دی اور صفدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جہاں دیواروں پر مخصوص قسم کی تجریدی تصویریں آویزاں تھیں۔ کمرے کے درمیان میں رکھی ہوئی ایک کافی بڑی میز کے پیچھے ایک نوجوان اور خوب صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی

صفدر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے صفدر کہتے ہیں۔ میرا تعلق کافرستان سے ہے" ——— صفدر نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید مسٹر صفدر ——— تشریف رکھیے" ——— مسز کیڈی نے بڑے بااخلاق لہجے میں کہا اور صفدر اس کے مقابل کرسی پر بیٹھ گیا۔

"معاف کیجئے آپ کا نام سن کر میں یہی سمجھا تھا کہ آپ خاصی بوڑھی عورت ہوں گی۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ گلاب کے تازہ کھلے ہوئے پھول کی طرح خوب صورت اور حسین ہیں" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی تعریف سن کر مسز کیڈی کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو گیا۔

"شکریہ ——— آپ کا انداز بیان بے حد خوب صورت ہے تعریف کا شکریہ" ——— مسز کیڈی نے بڑے خوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مسز کیڈی ——— مجھے ایک ایسی تصویر چاہیے جس کا عنوان ہے دہشت گرد" ——— صفدر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں مسز کیڈی کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"دہشت گرد" ——— مسز کیڈی یہ لفظ سنتے ہی بری طرح چونکی ایک لمحے کے لئے اس کا چہرہ بدل گیا مگر اس نے حیرت انگیز طور پر اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اگر صفدر بغور اس کے چہرے کو نہ دیکھ رہا ہوتا تو شاید وہ اس تبدیلی کو محسوس نہ کر سکتا۔

"جی ہاں دہشت گرد" مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ویسٹ ہارف میں

موجود ہے۔ اور آپ کے وسیلے سے اُسے حاصل کیا جا سکتا ہے"۔۔۔۔ صفدر کا لہجہ لمحہ بہ لمحہ سپاٹ ہوتا چلا گیا۔

"معاف کیجئے ۔۔۔ میں نے اس نام کی تصویر نہ دیکھی ہے اور نہ کبھی سنی ہے"۔۔۔۔ مسز کیڈی نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے مسز کیڈی ۔۔۔ میرے ہاتھ میں کیا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالتے ہوئے کہا۔ وہ ایک ہاتھ سے شیشی پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کا ڈھکن کھول رہا تھا۔

"کیا ہے"۔۔۔۔ مسز کیڈی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

اور صفدر نے بڑے اطمینان سے شیشی کو ذرا سا جھکایا اور اس میں سے دو قطرے قریب پڑے لوہے کے ایش ٹرے پر ٹپکا دیئے۔ دوسرے ہی لمحے لوہے کی وہ ایش ٹرے پانی بن کر بہنے لگی۔

"یہ انتہائی طاقتور تیزاب ہے مسز کیڈی ۔۔۔ اس کے چار قطرے آپ کے چہرے کو اس طرح بگاڑ دیں گے کہ دنیا کا ماہر سے ماہر پلاسٹک سرجن بھی اُسے دوبارہ ٹھیک نہ کر سکے گا"۔۔۔۔ صفدر کے لہجے میں بے پناہ سختی عود کر آئی تھی۔

"گگ ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ آپ کیا چاہتے ہیں"۔۔۔۔ مسز کیڈی کا چہرہ یکدم زرد پڑ گیا تھا۔

"بُری بات ہے مسز کیڈی ۔۔۔ اپنا ہاتھ دراز کی طرف مت بڑھائیے جب تک آپ ریوالور نکالیں گی آپ کا چہرہ بگڑ چکا ہوگا اور آنکھیں بے نور ہو چکی ہوں گی"۔۔۔۔ صفدر نے کہا اور مسز کیڈی نے میز کی دراز کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ اتنی تیزی سے واپس کھینچ لیا کہ جیسے ایک

ں دیر بھیانک نتائج کی حامل ہوگی۔

"مسز کیڈی ۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پ کا یہ انتہائی خوبصورت چہرہ ہمیشہ کے لئے بگڑ جائے۔ ایسا حسین ہ اللہ کی نعمت ہوتا ہے اور مقدر والوں کو ملتا ہے آپ اس کی قدر ئے صرف اتنا بتا دیجئے کہ دہشت گرد کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ میں چلا ؤں گا اور یقین کیجئے کہ آپ پر قطعاً کوئی حرف نہیں آئے گا ورنہ ....."

در نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شیشی کا انداز اس طرح کر لیا جیسے اگلے محے وہ تیزاب مسز کیڈی کے چہرے پر پھینکنے والا ہو۔

"مم ۔۔۔ مم ۔۔۔ معاف کیجئے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔۔۔۔ مسز یڈی نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے د آپ ہمیشہ کے لئے اس خوبصورت چہرے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔ یں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ ایک..... دو......."۔۔۔۔ صفدر نے گنتی شروع کر دی۔

"ٹھ ٹھ ۔۔۔ ٹھہریئے خدا کے لئے رک جائیے"۔۔۔۔ مسز کیڈی نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تین..... چار......."۔۔۔۔ صفدر بڑے سرد لہجے میں گنتی گن رہا تھا۔

"چالیس سُمرا پلیس ففتھ بلاک"۔۔۔۔ مسز کیڈی نے فوراً ہی کہا اور صفدر کے چہرے پر مسکراہٹ کھلنے لگی۔

"شکریہ مسز کیڈی ۔۔۔ آپ واقعی سمجھدار ہیں۔ بہرحال اس

واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

اور پھر بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ فون بوتھ سے نکل کر وہ قریب بنے ہوئے ٹوائلٹ میں گھس گیا۔ اور پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر دوسری فریکوئنسی سیٹ کر دی۔ چند لمحوں بعد ہی کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"شکیل سپیکنگ اوور"

"صفدر بول رہا ہوں کیپٹن شکیل ۔۔۔ نعمانی کو ساتھ لے کر ففتھ پہنچ جاؤ۔ وہاں چالیس نمبر ایلیس کی نگرانی کرنی ہے۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں اور ایک گھنٹے بعد ایکسٹو خود بھی وہاں آجائے گا۔ کوڈ ایکسٹو سی ہے۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور پھر وہ ٹوائلٹ سے نکل کر ریسٹورنٹ کے ہال میں پہنچ کر ایک میز پر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوبصورت ویٹرس اس کے سر پر پہنچ گئی۔

"کافی" ۔۔۔ صفدر نے بڑے خشک لہجے میں کہا اور ویٹرس ایک لمحے تک اُسے حیرت سے دیکھتی رہی پھر سر ہلاتی ہوئی تیزی سے واپس چلی گئی۔ شاید اُسے شراب کی جگہ کافی کا آرڈر سن کر حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ ہال میں تقریباً ہر بھری ہوئی میز پر شراب ہی پی جا رہی تھی۔

چند ہی لمحوں بعد کافی اس کی میز پر سرو کر دی گئی اور صفدر نے بڑے اطمینان سے کافی کی چسکیاں لینی شروع کر دیں۔ وہ ساتھ ہی ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ جتنی آسانی سے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چل گیا ہے۔ شاید اتنی آسانی سے اس تنظیم کا خاتمہ نہ ہو سکے۔ بہرحال اُسے خوشی تھی کہ کم از کم اب کام کرنے کے لئے ایک لائن آف ایکشن تو مل ہی گئی۔

کافی پینے کے بعد اس نے بل ادا کیا اور پھر ریسٹورنٹ سے باہر نکل کر اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور اُسے ففتھ بلاک چلنے کا کہہ کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تقریباً دس منٹ بعد ٹیکسی نے اُسے ایک سڑک پر اتار دیا۔ یہ سڑک ففتھ بلاک کہلاتی تھی اور یہاں بڑی بڑی عالی شان رہائشی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔

صفدر نے کرایہ ادا کیا اور پھر جب ٹیکسی آگے بڑھ کر ایک موڑ پر گھوم کر اس کی نظروں سے غائب نہیں ہوگئی وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر وہ کوٹھیوں کے نمبر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کاسابلانکا سٹیشن پر اترا پھر بغیر ادھر ادھر دیکھے وہ خاصی تیز رفتاری سے چلتا ہوا سٹیشن سے باہر آگیا۔ اُسے خطرہ تھا کہ اس کے ساتھی اُسے غیر متوقع طور پر اس سٹیشن پر اترتے چیک نہ کر لیں مگر سٹیشن پر مسافروں اور ان کے استقبال کے لئے آنے والے افراد کا خاصا ہجوم تھا اس لئے فیاض کو یقین تھا کہ اُسے چیک نہیں کیا گیا ہوگا۔

سٹیشن سے باہر آتے ہی اس نے ایک خالی ٹیکسی انگیج کی اور اُسے

ایڈ ووڈ ہوٹل چلنے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک کافی بڑے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ فیاض نے میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا مین دروازہ کراس کرتا ہوا ہوٹل کے ہال میں داخل ہو گیا۔ وسیع و عریض ہال تقریباً خالی تھا۔ خال خال میزیں ہی پُر تھیں۔ فیاض ادھر ادھر دیکھے بغیر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان کھڑا بڑی گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"میرا نام فیاض ہے اور مجھے مارگریٹ نے بھیجا ہے" ۔۔۔ فیاض نے تیز تیز لہجے میں کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ آئیے میرے ساتھ" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے چونک کر کہا اور پھر وہ انتہائی تیزی سے کاؤنٹر سے باہر نکلا اور دائیں ہاتھ پر بنی ہوئی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فیاض اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ جسے کھول کر کاؤنٹر مین اندر داخل ہوا۔ فیاض نے بھی اس کی پیروی کی۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں دیواروں کے ساتھ ساتھ آرام دہ صوفے رکھے ہوئے تھے۔

"تشریف رکھیئے ابھی آپ کو محفوظ پناہ گاہ تک پہنچانے کا انتظام ہو جائے گا" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور فیاض تقریباً گرنے والے انداز میں صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

"لیجیے یہ اعلیٰ قسم کی وہسکی سے شوق فرمائیے" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے ایک الماری سے وہسکی کی بوتل اور گلاس نکال کر صوفے کے سامنے پڑی ہوئی چھوٹی سی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تت ۔۔۔ تم لوگوں کا تعلق کسی خفیہ تنظیم سے ہے" ۔۔۔ فیاض

نے وہسکی گلاس میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں جناب ۔۔۔ مس مارگریٹ کا مشن ہے کہ وہ مظلوم لوگوں کو دشمنوں سے بچاتی رہتی ہیں۔ یہ ہوٹل ان کی ملکیت ہے" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اور سوپر فیاض نے سر ہلاتے ہوئے ایک ہی جھٹکے میں وہسکی کا آدھا گلاس حلق میں انڈیل لیا۔ اور پھر اس نے دوسرا گلاس بھرنے کے لئے وہسکی کی بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر ابھی اس کا ہاتھ بوتل تک پہنچا نہ تھا کہ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور وہ صوفے پر ہی لڑھک گیا۔ کاؤنٹر مین نے تیزی سے بوتل اور گلاس اٹھا کر واپس الماری میں رکھے اور پھر دروازہ کھول کر باہر راہداری میں آ گیا۔ اب وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دوبارہ ہال کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

ہال میں پہنچ کر وہ سیدھا کاؤنٹر پر آیا۔ اور اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو شینکل سپیکنگ ۔۔۔ پرندہ زخمی پڑا ہے۔ اسے لے جاؤ" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے رابطہ قائم ہوتے ہی تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ہم ابھی پہنچ رہے ہیں" ۔۔۔ دوسری طرف سے درشت لہجے میں جواب ملا اور کاؤنٹر مین نے ریسیور رکھ دیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو کاؤنٹر مین نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس ہوٹل ایڈ ووڈ" ۔۔۔ کاؤنٹر مین کا لہجہ کاروباری تھا۔

"ہم پرندے کو لئے جا رہے ہیں تم شکار گاہ میں اطلاع کرا دو" ۔۔۔

وہی کرخت آواز سنائی دی۔

"او کے ——— اسے انتہائی حفاظت سے لے جانا خاصا اہم ہے"۔ کاؤنٹر مین نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

ادھر عقبی گلی سے تین افراد فیاض والے کمرے میں داخل ہوئے انہی نے فیاض کو کاندھے پر لادا۔ جب کہ ان میں سے ایک نے میز پر پڑے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر کاؤنٹر مین سے بات کی اور پھر رسیور رکھ کر وہ عقبی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ گلی کے اندر سیاہ رنگ کی ایک خاصی بڑی کار موجود تھی۔ فیاض کو انہوں نے پچھلی نشستوں کی درمیان جگہ لٹا دیا اور اس پر کمبل ڈال کر اُسے پوری طرح چھپا دیا گیا۔ فیاض کو اٹھا کر لے آنے والوں میں سے ایک آدمی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا جب کہ دوسرے نے سامنے والی سیٹ سنبھالی اور کاؤنٹر مین سے بات کرنے والا اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد کار خاصی تیز رفتاری سے باہر ہو کر مین روڈ پر آئی۔ اور پھر فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک ایسی سڑک پر آگئے جو شہر سے باہر کی طرف جاتی تھی۔ اب کار کی رفتار پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو گئی تھی۔

"شکیل کہہ رہا تھا کہ خاصا اہم آدمی ہے" ——— ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ظاہر ہے اہم آدمی ہی اس طرح لے جائے جاتے ہیں" ——— قریب بیٹھے ہوئے شخص نے مختصر سا جواب دیا۔

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ یہ اہم آدمی اتنی آسانی سے قابو کیسے آجاتے ہیں" ——— پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے فرد نے کہا۔

"ہر اہم آدمی ضرورت سے زیادہ اعتماد کی بنا پر مار کھا جاتا ہے" ڈرائیور نے جواب دیا۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد وہ ایک پٹرول پمپ پر رکے۔ وہاں سے انہوں نے کار میں پٹرول بھروایا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ راستے میں کئی چیک پوسٹوں پر ان کی کار روکی گئی مگر ایک نظر دیکھ کر انہیں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس طرح مسلسل چھ گھنٹے کے تیز رفتار سفر کے بعد وہ ویسٹ لارف کے دارالحکومت میں داخل ہو گئے۔ یہاں چونکہ ٹریفک کچھ ضرورت سے زیادہ تھی اس لئے انہوں نے کار کی رفتار نارمل کر دی۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک رہائشی کالونی میں پہنچ گئے۔ کالونی کی ایک محل نما عمارت کے گیٹ پر انہوں نے کار روک دی۔ گیٹ پر موجود ایک مسلح دربان تیزی سے ان کے قریب آیا۔

"پرندہ لے آئے ہیں" ——— ڈرائیور نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی کلائی کی پشت اس کے سامنے کر دی جس پر کراس کی صورت میں ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ جیسے کسی زخم پر ٹیپ لگائی جاتی ہے۔

"او کے" ——— دربان نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ کر اس نے پھاٹک کھول دیا۔ کار سیدھی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور پھر عمارت کے وسیع و عریض پورچ میں جا کر

رک گئی اور وہ تینوں تیزی سے باہر نکلے۔ انہوں نے کمبل ہٹا کر بے ہوش پڑے فیاض کو باہر کھینچی اور ان میں سے ایک نے اُسے کاندھے پر لاد کر عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ جب کہ باقی دو وہیں کھڑے رہ گئے سامنے والا دروازہ کھول کر فیاض کو لے آنے والا ایک کمرے میں پہنچا اور اس نے فیاض کو کمرے میں موجود ایک صوفے پر لٹا دیا اور خود تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد ان کی کار مڑ کر واپس پھاٹک کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

اس آدمی کے باہر نکلتے ہی کمرے کا ایک دروازہ کھلا۔ اور تین نوجوان اندر داخل ہوئے انہوں نے فیاض کو اٹھایا اور پھر کمرے سے نکل گئے۔ مختلف کمروں سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے اور ان میں سے ایک نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرہ کسی لفٹ کی طرح تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کمرہ رکا تو سامنے کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں چل رہے تھے۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا۔ وہ اس دروازہ کو کھول کر اندر داخل ہوئے تو ایک کافی بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ بڑی بڑی مشینوں سے بھرا ہوا تھا۔ تمام مشینیں دیواروں کے ساتھ نصب تھیں۔ جب کہ درمیان میں ایک سٹریچر نما بستر موجود تھا۔ سفید ایپرن پہنے دو آدمی وہاں موجود تھے۔ ان کے اشارے پر فیاض کو لے آنے والوں نے بڑی خاموشی سے فیاض کو اس سٹریچر پر لٹا دیا اور خود تیزی سے واپس مڑ گئے۔

ان کے جانے کے بعد جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ سفید ایپرن والے

ایک آدمی تیزی سے ایک چھوٹی سی مشین کی طرف بڑھا اور اس نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ مشین کے اوپر موجود چھوٹی سی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک نقاب پوش کا ہیولا ابھر آیا۔

"باس ہوٹل ایڈورڈ سے بھیجا ہوا آدمی آپریشن روم میں پہنچ گیا ہے" ——— اس آدمی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— پہلے اسے چیک کرو کہ کیا واقعی یہ پاکیشیا انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے یا نہیں" ——— نقاب پوش کی سخت آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"بہتر باس" ——— اس آدمی نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑا۔ اور اس نے پہیے لگے ہوئے سٹریچر کو کھینچ کر ایک مشین کے ساتھ لگا دیا۔ اس مشین کے اوپر ایک بڑا سا شیشے کا بنا ہوا کنٹوپ ایک لچھے دار تار کے ساتھ نصب تھا۔ اس نے وہ کنٹوپ بے ہوش پڑے فیاض کے سر پر چڑھا دیا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین پر نصب سینکڑوں چھوٹے چھوٹے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اس آدمی نے مشین کے ساتھ موجود مائیک اٹھایا اور کہنے لگا۔

"تمہارا نام کیا ہے" ——— وہ بار بار اسی فقرے کو دہرا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد مشین میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور پھر یک لخت ایک آواز گونجی: "میرا نام فیاض ہے" ——— یہ آواز فیاض کی تھی جو بے ہوش ہونے کے باوجود لاشعوری طور پر جواب دے رہا تھا۔

"تم کہاں سے آئے ہو" ——— سوال کرنے والے نے پوچھا۔

"پاکیشیا سے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"وہاں کیا کرتے ہو" ـــــ سوال کیا گیا۔

"میں انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"یہاں ویسٹ ہارف میں کس لئے آئے ہو" ـــــ سفید ایپرن والے نے ایک اور سوال کیا۔

"مجھے ایک ٹیم کے ساتھ سرکاری طور پر مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد کے خاتمے کے لئے بھیجا گیا ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"اپنے مشن کی تفصیل بتاؤ" ـــــ سوال پوچھا گیا۔

"انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان نے میرے علاوہ دس ممبروں کی ٹیم روانہ کی ہے۔ ہم ایک مخصوص طیارے میں ویسٹ ہارف کے سرحدی شہر میں آئے تھے وہاں سے ٹرین کے ذریعے علیحدہ علیحدہ ہو کر ویسٹ ہارف میں داخل ہونا تھا۔ سر رحمان نے ہمیں مزید ہدایات ویسٹ ہارف میں دینی تھیں" ـــــ فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس سے پوچھو کہ یہ سر رحمان کے ساتھ رابطہ کیسے قائم کرے گا" ـــــ اچانک چیف باس کی آواز کمرے میں گونجی اور پھر یہی سوال سفید ایپرن والے نے دہرا دیا۔

"بی۔ ٹو۔ ٹرانسمیٹر ہر ممبر کے پاس ہے صرف وہی رابطے کا ذریعہ ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"ایسا کرو کہ میری آواز کا لنک مشین سے ملوا دو۔ میں خود اس سے سوال کروں گا" ـــــ چیف باس کی آواز گونجی اور آپریٹر نے انتہائی تیزی سے اس سکرین والی مشین کا ایک تار کھینچ کر سوال جواب والی مشین سے کنکٹ کر دیا۔

"عمران کو جانتے ہو" ـــــ چیف باس نے فیاض سے براہ راست سوال کیا۔

"ہاں ـــ عمران میرا دوست ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"کیا وہ بھی تمہارے ساتھ آیا ہے" ـــــ چیف باس نے پوچھا۔

"نہیں وہ علیحدہ آئے گا۔ مگر وہ یہاں میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گا۔ وہ پھر اس تنظیم کے خلاف میرے لئے کام کرے گا" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"وہ تم سے کیسے رابطہ قائم کرے گا" ـــــ چیف باس نے پوچھا۔

"اس کا مجھے علم نہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خود ہی رابطہ قائم کرے گا" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"سر رحمان نے اُسے سرکاری طور پر تمہارے ساتھ کیوں نہیں بھیجا" ـــــ چیف باس نے ایک اور سوال کیا۔

"سر رحمان اور اس کی شروع سے مخالفت ہے۔ وہ کافی عرصے سے سر رحمان سے علیحدہ رہ رہا ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"علیحدہ رہ رہا ہے سے تمہارا کیا مطلب ہے" ـــــ چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"سر رحمان عمران کا والد ہے" ۔۔۔۔ فیاض نے کہا اور چیف باس کے منہ سے غراہٹ نکل گئی ۔

"الیس ون" ۔۔۔ اچانک چیف باس نے سفید ایپرن والے سے مخاطب ہو کر کہا ۔

"یس باس" ۔۔۔ اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"اسے الیون تھرٹی کا انجکشن لگا دو ۔ اور اس کی گردن میں ایکس الیون فٹ کر دو تاکہ اس کا ذہن ہمارے کنٹرول میں رہے ۔ اور اس کی کارکردگی بھی مسلسل چیک کر سکیں" ۔۔۔ چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا ۔

"بہتر جناب" ۔۔۔ الیس ون نے ایک اور مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ۔

"اور سنو ۔۔۔ الیس ٹو کو صرف اس کی کارکردگی کی مسلسل چیکنگ پر لگا دو ۔ مجھے اس کی مکمل رپورٹ ملنی چاہئیے ۔ تاکہ اس کے ذریعے میں عمران اور سر رحمان دونوں کا خاتمہ کر سکوں" ۔۔۔ چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا ۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔ اسے واپس بھیج دیا جائے" ۔۔۔ الیس ون نے پوچھا ۔

"تم نے ویسٹ ہارٹ پہنچ کر کہاں ٹھہرنا تھا" ۔۔۔ چیف باس نے اس بار فیاض سے مخاطب ہو کر پوچھا ۔

"ہوٹل آرگنزا ۔۔۔ وہاں میرے نام سے کمرہ بک ہے" ۔۔۔ فیاض

نے جواب دیا ۔

"الیس ون ذہنی کنٹرول کا انجکشن اور ایکس الیون کی فٹنگ کے بعد اسے ہوٹل آرگنزا پہنچا دینا اور اس کے ذہن سے مارگریٹ سے ملنے اور ہوٹل آرگنزا تک پہنچنے تک کے تمام واقعات کھرچ دینا تاکہ یہ کسی قسم کی نشاندہی نہ کر سکے" ۔۔۔ چیف باس نے الیس ون سے مخاطب ہو کر کہا ۔

"بہتر باس ۔۔۔ آپ کے حکم کی مکمل تعمیل ہو گی" ۔۔۔ الیس ون نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"او ۔ کے ۔۔۔ کام مکمل ہونے کے بعد مجھے رپورٹ دینا تاکہ میں فائنل چیکنگ کر لوں" ۔۔۔ چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سکرین سے اس کا ہیولا غائب ہو گیا ۔

الیس ون اور الیس ٹو دونوں اب تیزی سے چیف باس کی ہدایات کے مطابق کام کرنے میں مصروف ہو گئے ۔ الیس ۔ ٹو نے ایک انجکشن فیاض کی گردن کی پشت میں انجکٹ کر دیا ۔ اس انجکشن کے بعد فیاض کا ذہن اب چیف باس کے کنٹرول میں آ گیا تھا ۔ چیف باس صرف سوچ کی لہروں سے اُسے کوئی بھی حکم ہزاروں میل دور سے دے سکتا تھا ۔ اور فیاض نے اس کی تعمیل لازمی کرنی تھی ۔ چاہے اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے پھر وہ اس کی گردن کی پشت میں ایک چھوٹا سا ٹیلی ٹرانسمیٹر کھال چیر کر فٹ کرنے میں مصروف ہو گئے تاکہ فیاض نہ صرف ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہے ۔ بلکہ وہ ریسیونگ مشین پر اس کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ سن بھی سکیں ۔

صفدر کوٹھیوں کے نمبروں پر نظریں دوڑاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جلد ہی اُسے ایک کافی بڑی عمارت کے گیٹ پر چالیس کا ہندسہ چمکتا ہوا نظر آگیا۔

صفدر نے وہاں رک کر ادھر ادھر دیکھا تو اُسے ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ یہ سیٹی اُسے اپنی پشت پر ایک درخت کی طرف سے آتی سنائی دی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹا اور پھر اُسی لمحے درخت کی اوٹ سے کیپٹن شکیل نکلتا ہوا نظر آیا۔

"نعمانی کہاں ہے"۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"وہ عمارت کی پشت پر موجود ہے۔ اور ایک اہم بات سنو۔ ابھی ابھی ایک کار اس کوٹھی سے باہر نکلی ہے۔ جسے ایک خوب صورت لڑکی چلا رہی تھی"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تو پھر اس میں خاص بات کیا ہوئی"۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی میں نے خاص بات بتائی کہاں ہے۔ کار میں اس لڑکی کے ساتھ عمران بھی بیٹھا ہوا تھا"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور صفدر بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو عمران کا یہاں کیا کام۔۔۔ وہ تو پاکیشیا میں ہوگا"۔ صفدر نے کہا۔

"کام کا تو مجھے علم نہیں۔ بہر حال عمران کار میں بیٹھا ضرور تھا اور خاصا مطمئن لگ رہا تھا"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ یہ خبر ایکسٹو کو ضرور ملنی چاہئے۔ میرا خیال ہے اس بار عمران اپنے طور پر یہاں کام کر رہا ہے۔ اس کا خیال ہوگا کہ وہ اپنے طور پر مشن کامیاب کر کے ایکسٹو پر طنز کرے گا"۔۔۔ صفدر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہو"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مختصر سا جواب دیا۔

"مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ عمران ہمارا دوست سہی۔ مگر یہ سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کی عزت کا سوال ہے۔ ایکسٹو کا سر عمران کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے"۔۔۔ صفدر کے لہجے میں آہنی عزم کروٹیں لے رہا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کچھ جواب دیتا۔ ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ کوئی مقامی نوجوان تھا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل اُسے اپنی طرف آتا دیکھ کر حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔

"ایکسٹو سامنے والے ریسٹورنٹ میں پہنچ جاؤ!" ۔۔۔۔۔ نوجوان نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے مدہم لہجے میں کہا۔ مگر اس کے حلق سے نکلنے والی مخصوص غراہٹ نے ہی انہیں بتا دیا کہ وہ ایکسٹو ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا پر اسرار چیف جسے اصل شکل میں دیکھنے کی حسرت میں وہ سب مرے جارہے تھے۔ ایکسٹو کئی بار اس روپ میں ان کے سامنے آیا تھا۔ مگر انہیں معلوم تھا کہ وہ کسی بھی قیمت میں اس کی شکل نہ دیکھ سکیں گے۔ اور شاید یہ حسرت وہ اپنے ساتھ لئے قبر میں چلے جائیں۔

ایکسٹو جب کافی آگے بڑھ گیا تو وہ دونوں بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اس ریسٹورنٹ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ ریسٹورنٹ کے دروازے میں داخل ہوئے تو انہیں سامنے کیبن میں ایکسٹو بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اخبار کے مطالعے میں مصروف نظر آیا۔ وہ دونوں جھجکتے ہوئے اس کیبن میں داخل ہوئے اور پھر صفدر نے ہاتھ بڑھا کر پردہ برابر کر دیا۔

اُسی لمحے ایک ویٹر نے پردہ ہٹا کر سر اندر ڈالا۔

"دو کپ کافی" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے اپنی مخصوص آواز میں کہا اور ویٹر کا سر غائب ہو گیا۔ وہ دونوں قدرے مؤدبانہ انداز میں اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ اور شاید یہ ان کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ ایکسٹو کے اتنے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد ویٹر نے کافی کے دو مگ

میز پر رکھ دیئے۔

"پیو" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ان دونوں نے خاموشی سے کافی کے مگ اٹھا لیئے۔

"نعمانی کہاں ہے" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"وہ عمارت کی پشت پر ہے" ۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"گڈ" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"سر ایک اہم خبر ہے۔ کیپٹن نے ابھی بتایا ہے کہ مطلوبہ عمارت سے ایک کار نکلی تھی جسے ایک لڑکی چلا رہی تھی اور عمران اس کے ساتھ بیٹھا تھا" ۔۔۔۔۔ صفدر نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"عمران" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو بری طرح چونک پڑا۔

"ہاں سر ۔۔۔۔۔ وہ عمران ہی تھا۔ میں نے واضح طور پر دیکھا تھا" ۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے عمران اپنے طور پر کام کر رہا ہے اور وہ ہم سے پہلے ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا ہے" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو کے لہجے میں گہری تشویش نمایاں تھی۔

"سر ۔۔۔۔۔ وہ شاید ہماری محنت نوالہ چھیننے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اُسے کسی قیمت پر ایسا نہیں کرنے دوں گا" ۔۔۔۔۔ صفدر نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ہوں ۔۔۔۔۔ ہمیں اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہمیں اپنے کام کی رفتار تیز کر دینی چاہیئے۔ میرا خیال ہے۔ اس عمارت کو اندر سے چیک کر لیا جائے" ۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے ۔ اگر یہاں بھرپور حملہ کیا جائے تو یقیناً ہم مجرموں کی شہ رگ کاٹ سکتے ہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا ۔

"او ۔ کے ۔۔۔ تم تینوں عمارت کے اندر جاؤ ۔ اپنے واچ ٹرانسمیٹر آن کر لینا ۔ میں عمارت سے باہر رہوں گا اگر کوئی خطرہ ہوا تو میں بھی آ جاؤں گا" ۔۔۔ ایکسٹو نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کیبن سے باہر نکلتا چلا گیا ۔

ایکسٹو کے جانے کے بعد ان دونوں نے اطمینان سے کافی کے کپ ختم کئے اور پھر باہر آ گئے ۔ صفدر نے کاؤنٹر پہ کافی کی قیمت ادا کی اور پھر وہ ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے ۔ اب شام خاصی گہری ہو چکی تھی ۔ اس لئے ہر طرف ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا ہوا تھا ۔ وہ دونوں علیحدہ ہو کر چلتے ہوئے مختلف راستوں سے اس عمارت کے عقب میں پہنچ گئے ۔ جہاں تنویر ایک چھوٹی سی دیوار کی اوٹ میں پہلے ہی موجود تھا ۔

حصہ اول ختم ہوا

متحرک موت

حصہ دوم

پیٹر نے کار ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ پر روک دی ۔ گیٹ پر پروفیسر ڈاکٹر سرجان کیمبل کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی ۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے مسلح دربان نے مس کیمبل کو دیکھ کر پھرتی سے گیٹ کھول دیا اور پیٹر کار اندر پورچ کی طرف لئے چلا گیا ۔

"آؤ پرنس تمہیں اپنے ڈیڈی سے ملواؤں ۔ مگر پرنس ایک بات یاد رکھنا میرے ڈیڈی بے حد کم گو ، باوقار اور سنجیدہ آدمی ہیں اگر تم نے ان کے سامنے کوئی اوٹ پٹانگ بات کی تو وہ ایک لمحہ بھی تمہیں کوٹھی میں برداشت نہ کر سکیں گے" ۔۔۔ کار سے اتر کر برآمدے کی طرف جاتے ہوئے مس کیمبل نے ہدایات دیں ۔

"یہ ہدایت نامہ بیوی کے کون سے باب کے پیراگراف سے پڑھی ہیں" ۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور مس کیمبل بے اختیار ہنس پڑی ۔ اسے یہ چنچل سا نوجوان بے حد پسند آیا تھا ۔ نجانے کیا بات تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یہ نوجوان ہمیشہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے ۔

مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرنے کے بعد مس گیبل ایک دروازے کے سامنے رک گئی۔

"یہ لائبریری ہے — ڈیڈی اس وقت یہیں ہوں گے"۔ — مس گیبل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ مس گیبل نے دروازہ پر آہستہ سے دستک دی تو اندر سے ایک باوقار آواز سنائی دی۔

"کم ان" — اور گیبل عمران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی دروازہ کو دھکیل کر اندر داخل ہو گئی۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ لائبریری خاصی بڑی اور شاندار تھی۔ ایک آرام کرسی پر ادھیڑ عمر کا ایک آدمی ہاتھ میں کتاب اٹھائے بیٹھا تھا۔

"ہیلو ڈیڈی — کیسے ہیں آپ" — گیبل نے مسرت بھرے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں بے بی — یہ کون ہے" — سرجان گیبل نے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرے نئے دوست ہیں ڈیڈی — پرنس آف ڈھمپ۔ یہ ویسٹ ہارف کی سیر کے لئے نجی دورے پر یہاں آئے ہیں" — مس گیبل نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ — یہ کیسا نام ہے" — سرجان گیبل نے حیرت بھرے لہجے میں عمران کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ریاست ڈھمپ کے ولی عہد ہیں ڈیڈی" — مس گیبل نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا

"اوہ تو آپ پرنس ہیں تشریف رکھیے" — سرجان گیبل نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا مگر عمران نے صاف طور پر محسوس کر لیا کہ ان کی مسکراہٹ طنزیہ ہے۔

"شکریہ — سرجان کیبل ویسے بائی دی وے آپ ہیوی ڈیوٹی کیبل ہیں یا بالکل لائٹ قسم کی" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرا نام گیبل ہے۔ کیبل نہیں سمجھے" — سرجان گیبل کا لہجہ یکدم [illegible] ہو گیا۔

"اوہ سوری — سر میری یادداشت دراصل فضول قسم کی ہے۔ ڈیڈی کے شاہی حکیم نے تو کئی بار کہا ہے کہ معجون عنبری اشہب کھاؤں۔ مگر کیا کروں جناب ملاوٹ کا زمانہ آ گیا ہے۔ معجون تو مل جاتی ہے مگر نہ عنبر ملتا ہے نہ اشہب" — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ عنبر معجون اشہب یہ کیا ہیں" — سرجان گیبل نے جھنجھلا کر کہا۔

"اوہ آپ تو ڈاکٹر ہیں آپ کو ان ادویات کا علم نہیں ہے۔ کمال ہے۔ کہیں کیا اعزازی ڈگری ماری ہے" — عمران نے آنکھ دبا کر بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"یوشٹ اپ نان سنس تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں جاہل آدمی میں سائنس کا ڈاکٹر ہوں ادویات کا نہیں" — سرجان گیبل ہتھے سے ہی اکھڑ گئے۔

"اوہ ڈیڈی پلیز — غصہ نہ کیجئے۔ یہ پرنس بے حد دلچسپ آدمی

ہیں بہت معصوم"—— مس گیبل نے جب بات بڑھتے دیکھی تو درمیان میں کود پڑی۔

"جناب آپ کی لائبریری تو بہت شاندار ہے۔ ویری گریٹ کیا آپ کی لائبریری میں اشلے کی نئی کتاب "نیو فارمولا" ہے؟"—— عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور سرجان گیبل کے چہرے پر یک دم حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"تم اشلے کی کتاب سے کیسے واقف ہو"—— سرجان گیبل کے لہجے میں حیرت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کیونکہ یہ کتاب ابھی چند د ہوئے منظر عام پر آئی تھی اور اس کتاب نے سائنس کی تحقیقات میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

"میں اور اشلے اکٹھے ہی کام کرتے رہے ہیں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں۔ دراصل یہ کتاب میں نے لکھی تھی۔ مگر ایک دن اشلے نے اسے دیکھ لیا۔ بس لگا میری منت سماجت کرنے کہ یار تم تو پرنس ہو۔ تمہیں کیا پرواہ ہے۔ میں غریب سائنسدان ہوں۔ یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں اسے چھپواؤں گا اپنے نام سے۔ اس کتاب پر یقیناً مجھے نوبل پرائز مل جائے گا۔ لمبی رقم ہاتھ آئے گی۔ چنانچہ میں نے اسے دے دی"—— عمران نے بڑے لاپرواہ سے انداز میں تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"میرے سامنے جھوٹ مت بولو —— میں اس قسم کا جھوٹ بر نہیں کر سکتا۔ تم جیسے چرسی مار کھلا سائنس کی اس قدر جدید تحقیقات متعلق کیا جانیں۔ کہیں سے سن لیا ہوگا کتاب کا نام۔ اور لگے ہوئے جھاڑنے"—— سرجان گیبل ایک بار پھر غصے میں آگئے۔

"اوہ —— تو آپ اسے جھوٹ سمجھ رہے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آخری باب میں نتھائل کے نیوٹرون پر بحث کی گئی ہے۔ مگر وہ بات نامکمل ہے۔ میں نے اُسے مکمل کرنا تھا کہ اشلے کتاب لے گیا۔ آپ خود دیکھ لیجئے کہ جب نتھائل کے چار نیوٹرون ایک سائیکل میں گردش کرتے کرتے اچانک ایک دوسرے سے چمٹ جائیں تو پھر کیا ہونا ہے"—— عمران اب باقاعدہ بحث کے موڈ میں آگیا تھا۔

"کیا ہوتا ہے"—— سرجان گیبل کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹنے کے قریب ہو چکی تھیں۔

"بانسری بجنے لگتی ہے"—— عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور سرجان گیبل اچھل پڑے۔ ان کا چہرہ ایک بار پھر غصے سے سرخ ہونے لگا۔ مگر مس گیبل کا بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"تت —— تم اچھی خاصی بات کرتے کرتے مذاق پہ کیوں اتر آتے"—— سرجان گیبل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب آپ بھی تو کمال کرتے ہیں۔ اب باقی ریسرچ آپ کے حوالے کر دوں تاکہ اشلے کی طرح آپ بھی نوبل پرائز لے جائیں ہونہہ"—— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم نے اس پر ریسرچ مکمل کر لی ہے"—— سرجان گیبل نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"کب کی —— بلکہ میں تو آج کل نیوٹران کے ماخذ سائیکلون کی بنیادی تھیوری پہ کام کر رہا ہوں"—— عمران نے جواب دیا۔

"تم ___ تم ایک گریٹ سائنسدان ہو۔ بہت ہی گریٹ ___ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تم ......" ___ سر جان گیبل نے کرسی سے اٹھتے ہوئے جھپٹ کر عمران سے زبردستی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر واقعتاً ایسے تاثرات تھے جیسے وہ عمران کی قابلیت پر ایمان لے آئے ہوں۔ جب کہ اب مس گیبل کے حیران ہونے کی باری تھی کہ آخر یہ پرنس ہے کیا بلا۔ اس کے ڈیڈی تو اچھے اچھے سائنسدانوں کو گھاس نہیں ڈالتے جب کہ وہ پرنس کی یوں تعریف کر رہے ہیں جیسے وہ ابھی اس کے سامنے طفل مکتب ہوں۔

"ارے ارے آپ کو کیا ہو گیا۔ چلو خوشامد نہ کریں میں یہ ریسرچ آپ کو دے دوں گا۔ آپ بھی لے لیں ایک نوبل پرائز میرا کیا جاتا ہے" ___ عمران نے یوں لاپرواہی سے ہاتھ ہلایا جیسے کان پر بیٹھی مکھی اڑا رہا ہو۔

"ارے نہیں پرنس ___ مجھے نوبل پرائز کی ضرورت نہیں۔ بس تم اتنی مہربانی کرو کہ تم قومی لیبارٹری میں ہمارے ساتھ اس ٹاپک پر ریسرچ کرو تاکہ ہمیں یہ تاریخی اعزاز حاصل ہو جائے کہ اس انقلاب انگیز موضوع پر ریسرچ ہماری لیبارٹری میں ہوئی ہے" ___ سر جان نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اس کا تمام وقار، سنجیدگی اور کرختگی جیسے ہوا ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ندیدہ بچہ خوب صورت کھلونے کو دیکھ کر للچا رہا ہو۔

"قومی لیبارٹری میں ___ ارے توبہ ___ میں نے اپنی جان گنوانی ہے" ___ عمران نے اچانک خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"جان گنوانی ہے مگر وہ کیوں" ___ جان گیبل نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارے سنا ہے یہاں کوئی دہشت گرد گروہ سرگرم عمل ہے۔ سالم [illegible]تیں اڑا رہے ہیں وہ لوگ لیبارٹری کی بھلا کیا حیثیت ہے" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ بات ہے" ___ جان گیبل نے متحمل سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "مگر تم فکر نہ کرو۔ لیبارٹری کی سخت حفاظت کی جاتی ہے۔"

"نا بابا ___ میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔ جب تک دہشت گرد نہ پکڑے جائیں۔ میں تو کسی اہم جگہ پر قدم بھی نہ رکھوں گا۔ ہاں البتہ ایک شرط ہے" ___ عمران نے کہا۔

"کونسی شرط" ___ جان گیبل نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ پہلے میں دہشت گردوں کا خاتمہ کر دوں گا۔ پھر آپ کی لیبارٹری میں ریسرچ بھی کر لوں گا" ___ عمران نے بڑا مختصر سا جواب دیا۔

"تم دہشت پسندوں کے خلاف کام کرو گے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ہماری سیکرٹ سروس، انٹیلی جنس اور پولیس انہیں نہیں پکڑ سکی تم انہیں پکڑ لو گے" ___ جان گیبل نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"اس بات کا آپ فکر نہ کریں۔ میں نے ایسے ایسے مجرموں کو کان پکڑوائے ہوئے ہیں کہ دہشت پسند ان کا نام سن لیں تو حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا جائیں۔ صرف آپ اتنا کریں کہ اپنی سیکرٹ سروس کے چیف سے دہشت پسند کی فائل منگوا کر مجھے دکھا دیں۔"

میں ان کی تازہ ترین سرگرمیوں سے واقف ہونا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی آپ انہیں نہیں جانتے۔ کافرستان کا مشہور جاسوس کرنل فریدی ان کا شاگرد ہے۔ اور انہوں نے کرمنالوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہوا ہے"۔۔۔۔ مس گیبل جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی ہوئی تھی آخر کار بول پڑی۔

"اوہ۔۔۔ کیا یہ سچ ہے"۔۔۔۔ جان گیبل کو شاید آج حیرت کے اتنے جھٹکے لگے تھے کہ اب اس نے مزید حیران ہونا چھوڑ دیا تھا۔

"کمال ہے آپ ہر بات کو جھوٹ کیوں سمجھتے ہیں۔ پھر کیا خیال ہے فائل مل جائے گی۔ مگر ایک بات ہے چیف کو میرے متعلق علم نہ ہو" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں منگوا لوں گا۔ چیف میرا دوست ہے۔ میں اسے فائل کو ذاتی طور پر پڑھنے کے لئے کہوں گا"۔۔۔۔ سر جان گیبل نے جواب دیا۔ اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس فائل کے لئے تو اس نے اتنا لمبا چکر چلایا تھا وہ جانتا تھا کہ اور کسی طریقے سے اتنی خفیہ فائل نہ مل سکتی تھی۔ اور اگر وہ سرکاری طور پر یہاں کام کرتا تو پھر ہو سکتا تھا دہشت گرد تنظیم کو بھی اس کی یہاں موجودگی کی خبر ہو جاتی اور یہی وہ چاہتا نہ تھا۔

"اچھا ڈیڈی۔۔۔ میں پرنس کو ساتھ لے کر شہر کی سیر کے لئے جا رہی ہوں۔ رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے"۔۔۔۔ مس گیبل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے امید ہے جب تم واپس آؤ گے تو فائل آ چکی ہو گی۔ میں ابھی چیف کو فون کرتا ہوں"۔۔۔۔ جان گیبل نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا مس گیبل کے پیچھے چلتا ہوا لائبریری سے باہر نکل گیا۔

سو پر فیاض کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھ
اور پھر جیسے ہی اس کی شعوری کیفیت بہتر ہوئی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس
کی نظروں میں حیرت کے ساتھ ساتھ شدید الجھن کے آثار بھی نمایاں تھے۔
کیونکہ اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ انٹر ورلڈ ٹرین کے کیبن میں سوار ہوا
تھا۔ اور وہاں دو لڑکیوں سے اس کی گفتگو ہوئی تھی مگر اس کے بعد کیا
ہوا اور وہ گاڑی کی بجائے اس کمرے میں کیسے پہنچا۔ یہ سب کچھ اس کی
یادداشت سے قطعاً غائب تھا۔

"یہ کونسی جگہ ہے کسی ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا ہے"۔۔۔ سو پر فیاض
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کی نظریں بستر کے قریب پڑی ہوئی
میز کے اوپر موجود ایک پیڈ پر پڑیں۔ اور اس کے حلق سے بے اختیار
ایک طویل سانس نکلی۔ پیڈ کے کاغذ پر "ہوٹل آرگنزا ویسٹ ہارف
کے موٹے موٹے الفاظ صاف طور پر پڑھے جا رہے تھے۔ اور اُسے سر
رحمان کی ہدایت یاد آگئی۔ کہ ویسٹ ہارف پہنچ کر اُسے ہوٹل آرگنزا

پہنچنا ہے۔
ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ گاڑی سے یہاں کیسے پہنچا کہ اچانک اُسے
کلائی پر ہلکی ہلکی ضربیں لگتی محسوس ہوئیں۔ اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔
کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی مخصوص قسم کا واچ ٹرانسمیٹر تھا۔ جسے سر رحمان
نے اُسے دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سر رحمان کی کال ہو گی۔ چنانچہ اُس نے تیزی
سے گھڑی کا ونڈ بٹن مخصوص انداز میں کھینچ کر دبایا۔ دوسرے لمحے گھڑی
پر سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ۔۔۔ رحمان سپیکنگ اوور"۔۔۔ گھڑی میں سے سر رحمان
کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔

"یس ۔۔۔ فیاض بول رہا ہوں جناب اوور" ۔ فیاض نے
مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں ہو اوور"۔۔۔ سر رحمان نے پوچھا۔

"ہوٹل آرگنزا میں جناب اوور"۔ فیاض نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔ کیا تم ٹرین سے اتر گئے تھے اوور"۔۔۔ سر رحمان کے
لہجے میں ہلکی سی حیرت نمایاں تھی۔

"ظاہر ہے جناب اوور"۔۔۔ فیاض نے گومگو کے عالم میں کہا۔
وہ سوچ رہا تھا کہ سر رحمان کا دماغ تو درست ہے بھلا گاڑی سے
اترے بغیر وہ ہوٹل آرگنزا میں کیسے پہنچ جاتا۔

"کہاں اترے تھے تم اوور"۔۔۔ سر رحمان نے سوال کیا۔

اُسی لمحے فیاض کے دماغ میں ایک پھلجھڑی سی چھوٹی۔ اُسے یوں
محسوس ہوا جیسے کوئی اور شخص اُسے حکم دے رہا ہو۔ کہ وہ جواب میں

کہے کا سابلانکا سٹیشن پر اوور۔ پھر فیاض کے لبوں سے خود بخود جواب پھسل گیا۔

" مگر تمہیں میں نے اس سٹیشن پر اترنے کے لئے تو نہیں کہا تھا اوور" سر رحمان نے پوچھا۔

" جناب میں نے سوچا کہ اس سٹیشن پر اتر کر ٹیکسی کے ذریعے ولیسٹ ہارف پہنچ جاؤں۔ ایسا میں نے احتیاط کے طور پر کیا تھا اوور" ـــــ سوپر فیاض نے جواب دیا۔ یہ پورا جواب اُسی طرح اس کے ذہن میں ہدایت کے طور پر آگیا تھا۔

" ویری گڈ فیاض ۔ تمہاری اس احتیاط نے تمہاری جان بچا دی۔ تم سن تو چکے ہو گے کہ دہشت گردوں نے وہ پوری ٹرین ہی اڑا دی تھی۔ اور اب تمہارے سوا ٹیم کا کوئی ممبر زندہ نہیں بچا اوور" ـــــ سر رحمان کی آواز سنائی دی اور سوپر فیاض بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ٹرین کی تباہی کا اُسے علم تو نہ تھا۔ مگر ساتھیوں کی موت کا سن کر اس کے اعصاب کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔

" جی جناب مجھے علم ہے اوور" ـــــ سوپر فیاض اب بھلا اور کیا جواب دیتا۔

" سنو فیاض ـــــ تمہیں بے حد محتاط رہ کر کام کرنا ہے۔ ہمارے دس ممبر یہاں آتے ہی ختم ہو گئے ہیں۔ میرا جہاں تک خیال ہے ہماری یہاں آمد دہشت گردوں سے چھپی نہیں رہی۔ اس لئے اس نے ہمارے خاتمے کے لئے پوری ٹرین کو ہی اڑا دیا ہے۔ بہر حال میں مزید آدمی بلانے کا رسک نہیں لینا چاہتا۔ اب تمہیں ہی یہ مشن مکمل کرنا ہو گا اوور" ـــــ سر رحمان نے کہا۔

" مجھے اکیلے اوور" ـــــ سوپر فیاض کی آواز میں شدید حیرت تھی۔

" ہاں اکیلے ـــــ یہ تمہاری صلاحیتوں کا امتحان ہے۔ میں تمہیں وقتاً فوقتاً گائیڈ کرتا رہوں گا۔ فی الحال اتنا کلیو ملا ہے کہ دہشت گرد کی سرگرمیوں کا مرکز جزیرہ مین ھٹن بننے والا ہے۔ تمہیں بھیس بدل کر وہاں پہنچنا ہو گا۔ جب وہاں پہنچو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ فریکوئنسی نوٹ کر لو۔ تھری زیرو الیون تھری اوور" ـــــ سر رحمان نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

" مگر جناب ـــــ مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہے اوور" ـــــ سوپر فیاض نے مرے مرے لہجے میں پوچھا۔

" یہ جب تم وہاں پہنچو گے تو بتاؤں گا" ـــــ میک اپ کا سامان تمہارے کمرے میں پہنچ جائے گا۔ اوور اینڈ آل" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور سوپر فیاض نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ونڈ بٹن دبا دیا۔

اس کا دماغ پھٹنے کے قریب تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار واقعی موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔ بھلا اتنی خوفناک تنظیم کے مقابلے میں وہ اکیلا کیا کر سکتا ہے۔ یہ بڈھا تو اسے خودکشی پر مجبور کر رہا ہے۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ بڈھے کی ہدایت پر عمل تو کرنا تھا۔ اُسی لمحے اُسے عمران کا خیال آگیا۔ کاش عمران اُسے مل جاتا تو پھر اُسے قطعاً پرواہ نہ رہتی۔ مگر عمران تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔

" عمران کو تلاش کرنا چاہیئے وہ یقیناً یہاں پہنچ چکا ہو گا" ـــــ فیاض نے سوچا۔ مگر اُسے کہاں تلاش کروں نجانے وہ کس میک اپ میں ہو۔

اور پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آگیا کہ اگر وہ عمران کو نہیں پہچان سکتا تو عمران تو اُسے پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے میک اپ کرنے سے پہلے شہر میں پیدل گھومنے کا پروگرام بنا لیا تاکہ اگر عمران اس کی تلاش میں ہو تو وہ اُسے دیکھ کر اس سے رابطہ قائم کرے۔

یہی سوچ کر وہ تیزی سے اٹھا۔ اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر راہداری میں نکل آیا۔

"فریکونسی چیک ہوئی شیکل" — چیف باس نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"یس سر — فریکونسی کے مطابق سر رحمان اس وقت پلازہ بلڈنگ کے رہائشی کمرہ نمبر بارہ میں مقیم ہیں" — سکرین پر نظر آنے والے نوجوان نے سامنے رکھے گراف پر سے سر اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"پوری طرح چیک کر لیا ہے" — چیف باس نے پوچھا۔

"یس سر — بالکل صحیح سچویشن ہے" — شیکل نے

جواب دیا۔

"اوکے — اب تم نے فیاض پر گہری نظر رکھنی ہے اور جب بھی پتہ چلے کہ وہ عمران سے ملا ہے۔ عمران کو ٹارگٹ میں رکھ کر مجھے فوراً کال کرنا" — چیف باس نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" — سکرین پر نظر آنے والے نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور نقاب پوش چیف باس نے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر جس پر چھوٹی سی سکرین بھی نصب تھی کا سوئچ آف کر دیا۔

اور پھر اس نے میز کے کنارے پر نصب بے شمار بٹنوں میں سے ایک سرخ رنگ کے بٹن جس پر پیلے رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں دبایا۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر نصب ایک اور سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک خوب صورت لڑکی نظر آنے لگی۔

"یس باس" — لڑکی کے لب ہلے۔

"سیکشن تھری کے رافیل اور شوگلر کو میرے پاس بھیجو فوراً" — چیف باس نے کہا اور بٹن کو ایک بار پھر دبا دیا۔ سکرین تاریک ہو گئی۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ سوٹوں میں ملبوس دو نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے چہروں سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ انتہائی سفاک اور بے رحم قسم کی فطرت کے مالک ہیں۔

وہ دونوں اندر داخل ہو کر بڑے مؤدبانہ انداز میں میز کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

"رافیل" — چیف باس نے دروازے کی طرف کھڑے

ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ــــ رافیل نے جواب دیا۔

"تمہارے لئے ایک ٹارگٹ ہے۔ پلازہ بلڈنگ کے رہائشی کمرہ نمبر بارہ میں پاکیشیا انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل سر رحمان رہائش پذیر ہے۔ اُسے وہاں سے اغوا کر کے کسی ویرانے میں لے جاؤ اور پھر پہلے اُس سے یہ معلوم کرو کہ اس نے دہشت گرد کے متعلق یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں کہ اس کی سرگرمیوں کا مرکز جزیرہ مین ھٹن ہے۔ اس کے بعد اُسے گولی مار کر اس کا چہرہ اس حد تک مسخ کر دینا کہ لاش پہچانی نہ جائے" ــــ چیف باس نے رافیل کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ــــ حکم کی تعمیل ہو گی" ــــ رافیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر سنو ــــ وہ انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے آسان شکار ثابت نہ ہو۔ مگر مجھے تمہاری صلاحیتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ اس لئے ناکامی کا لفظ کسی صورت میں بھی نہ سنوں گا" ــــ چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر ــــ لفظ ناکامی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے" ــــ رافیل نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے ــــ کام مکمل ہوتے ہی زیرو فریکونسی پر مجھے تفصیلات مل جانی چاہئیں" ــــ چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہلا کر انہیں جانے کا مخصوص اشارہ کیا اور وہ دونوں سر کو مؤدبانہ انداز میں جھکا کر پلٹے اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتے کمرے سے

باہر نکلتے چلے گئے۔

ان کے باہر جاتے ہی چیف باس اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی پشت پر موجود الماری کے پٹ کھول کر اس نے ایک چھوٹی سی مشین نکالی اور اسے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا۔ مشین پر ایک ڈائل بنا ہوا تھا۔ جو کسی ریڈیو کے ڈائل کی طرز کا تھا۔ چیف باس نے اس کے کونے میں موجود بٹن دبایا تو مشین پر موجود مختلف بلب جل اٹھے۔ اور اس میں سے ایک نسوانی آواز ابھری۔ کوئی عورت خبریں سنا رہی تھی۔ یہ شاید قومی رابطے کا ریڈیو تھا۔

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ دہشت گردوں کے ایک گروپ نے وزیر اعظم کی رہائش گاہ پر مسلح حملہ کیا ہے۔ اس حملے میں چھوٹے بم اور مشین گنیں استعمال کی گئیں۔ تفصیلات کے مطابق دس افراد پر مشتمل ایک گروپ ایک بڑی سی ویگن میں سوار وزیر اعظم کی رہائش گاہ کے بڑے دروازے پر پہنچا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا وہ بموں اور مشین گنوں کی گولیوں کی بارش کرتے ہوئے رہائش گاہ میں گھستے چلے گئے۔ انہوں نے رہائش گاہ پر موجود تمام ملازمین اور حفاظتی گارڈ کے دستے کے افراد کو ہلاک کر دیا۔ مگر خوش قسمتی سے وزیر اعظم اس حملے سے چند منٹ پہلے ایک ایمرجنسی کال کے سلسلے میں صدر مملکت سے ملنے چلے گئے تھے۔ اس لئے وہ بچ گئے۔ البتہ رہائش گاہ تباہ ہو گئی۔ حملہ آوروں میں سے دو افراد شدید زخمی ہو گئے مگر ان کے ساتھی انہیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔ پولیس کمشنر کا خیال ہے کہ وہ جلد ہی حملہ آوروں کا سراغ لگا لیں گے" ــــ نیوز ریڈر نے خبر

ختم کرتے ہوئے کہا اور چیف باس نے سوئچ آف کر دیا۔

"یہ کم بخت ہر بار بچ نکلتا ہے" ——— چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مشین کے ڈائل پر موجود سوئی کو ایک چوکور تھرڈ مل کے ذریعے دائیں طرف گھمایا۔ جب سوئی ایک سرخ رنگ کے ہندسے پر پہنچی تو اُس نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آوازیں نکلنے لگیں اور پھر چند لمحوں بعد ڈائل پر سبز رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ چیف باس نے نقطہ جلتے ہی ایک اور بٹن دبا دیا۔

"ڈی۔ جی سپیکنگ اوور" ——— بٹن دبتے ہی وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"یس سر انچارج سیکشن ون سپیکنگ اوور" ——— دوسری طرف سے جواب ملا۔ لہجے میں خاصی سختی تھی۔

"کیا رپورٹ ہے اوور" ——— چیف باس نے پوچھا۔

"سر وزیر اعظم رہائش گاہ پر موجود نہیں تھا۔ البتہ اس کی وہاں موجودگی کی اطلاع درست تھی۔ صرف وہ چند لمحے قبل نکل گیا۔ دو آدمی زخمی ہوئے تھے۔ جنہیں وہاں سے لے جا کر پوائنٹ ون پر پہنچا دیا گیا ہے اوور" ——— نمبرون نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"سنو نمبرون ۔ حالات میں تیزی نہیں آ رہی۔ پورے ملک میں بھرپور حملوں کا خصوصی پروگرام بناؤ۔ جب تک حکومت ہمارے مطالبات تسلیم نہ کرے۔ اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ کوئی اہم عمارت درست حالت میں باقی نہ رہے۔ اور نہ ہی کوئی اہم آدمی زندہ بچے۔

اوور" ——— چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر ——— مین آپریشن کے لئے صرف آپ کی طرف سے اجازت کی ضرورت تھی۔ پروگرام میرے سیکشن نے پوری طرح تیار کر رکھا ہے اوور" ——— نمبرون نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوکے ——— حشر برپا کر دو تاکہ مین ھٹن میں عنقریب ہونے والی کانفرنس میں حکومت ہماری پارٹی کے آدمی کی بات ماننے پر مجبور ہو جائے اوور" ——— چیف باس نے کہا۔

"مگر سر الیکشن کے بغیر ہماری پارٹی کے آدمی کیسے برسر اقتدار آ سکتے ہیں اور الیکشن اگر صحیح ہوا تو پھر ایسا ناممکن ہے اوور" ——— نمبرون نے کہا۔

"تم اس بات کی فکر نہ کرو۔ الیکشن تو ایک ڈھونگ ہوگا۔ ہمارے چار سیکشن اس الیکشن پر کام کریں گے اور نتیجہ ہمارے حق میں ہوگا اوور" چیف باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس ——— اس کے متعلق آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں اوور" نمبرون نے جواب دیا۔

"تم صرف اپنے مشن کی تکمیل کرو باقی کاموں پر اپنا دماغ استعمال نہ کیا کرو۔ اوور اینڈ آل" ——— چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے مشین کا سوئچ آف کر کے مشین کو واپس الماری میں رکھ دیا۔

سر رحمان نے فیاض کو ہدایت دینے کے بعد واچ ٹرانسمیٹر آف
کیا اور پھر اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔ حالات ان کی مرضی اور توقع کے
برعکس بالکل بدل گئے تھے۔ پوری ٹیم ہی سوائے فیاض کے ختم ہو گئی تھی اور
یہ وہ جانتے تھے کہ اتنی بڑی تنظیم کے مقابلے میں اکیلا فیاض کچھ نہیں کر سکتا۔
اور خود وہ عمر کے تقاضوں کی وجہ سے عملی طور پر میدان میں نہ اتر سکتے تھے۔
ایک بار انہوں نے سوچا تھا کہ اپنے ملک سے دس اور افراد منگوا لئے
جائیں۔ مگر پھر انہوں نے فیصلہ بدل لیا کیونکہ پہلی ٹیم کی تباہی سے یہ بات
ثابت ہو گئی تھی کہ ان کے محکمے میں کوئی کالی بھیڑ موجود ہے۔ جس کا رابطہ دہشت گرد
سے ہے۔ اسی لئے ٹیم کی روانگی اور ان کی ٹرین میں موجودگی کا دہشت گرد کو پتہ
چل گیا۔ ایک اور بات بھی ان کے ذہن میں آئی تھی کہ ٹرین کی تباہی اتفاق بھی ہو
سکتی تھی کیونکہ یہ تنظیم پہلے بھی اس قسم کے کام کرتی رہی ہے۔ بہرحال سوچ
سوچ کر انہوں نے دوسری ٹیم منگوانے کا فیصلہ ترک کر دیا تھا۔ اس فیصلے کو
ترک کرنے کے بعد ایک بار تو وہ اس بات پر بھی تیار ہو گئے تھے کہ سر سلطان

...کر کے بات کریں اور کیس سیکرٹ سروس کو منتقل کر کے خود فیاض سمیت
...پس چلے جائیں مگر اس فیصلے کے آڑے ان کی انا آ گئی۔ وہ اپنے چنگیزی
... وجہ سے شکست کا لیبل برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے
...فیصلہ کیا تھا کہ فیاض کو استعمال کریں۔ دو ہی صورتیں ہوں گی یا تو فیاض
...یاب ہو جائے گا۔ یا پھر نتیجہ فیاض کی موت کی صورت میں برآمد ہو گا۔
...فیاض کی موت کے بعد انہوں نے خود میدان میں عملی طور پر اترنے کا فیصلہ
...تھا۔ وہ اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔
یہاں پہنچتے ہی انہوں نے یہاں کی انٹیلی جنس کے چیف شاریلز سے ملاقات
...شاریلز ان کے ذاتی دوست بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے دہشت گرد
...متعلق فائل انہیں پڑھنے کے لئے دی اور وہیں سے انہوں نے یہ نتیجہ
...نکالا کہ دہشت گرد عنقریب جزیرہ مین ہٹن میں کام کرے گا۔ یہی وجہ
...تھی کہ انہوں نے فیاض کو جزیرہ مین ہٹن میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ شاریلز
...نے ان کی پوری امداد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ بات اس کے اپنے
...مفاد میں بھی تھی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی اسے مین ہٹن میں
...دہشت گرد کا کوئی واضح کلیو ملا وہ انہیں اطلاع کر دے گا۔ اور ریلانہ بلڈنگ
...میں ان کی رہائش کا انتظام بھی شاریلز نے ہی کیا تھا۔
چونکہ شاریلز کی طرف سے اطلاع ملنے کے متعلق کوئی وقت مقرر نہ تھا
...لئے سر رحمان فی الحال فارغ ہی تھے۔ پھر اچانک انہیں خیال آ گیا کہ بجائے
...فارغ بیٹھنے کے کیوں نہ وہ خود جزیرہ مین ہٹن چلے جائیں اور وہاں خود
...حالات کا جائزہ لیں شاید کوئی ایسا کلیو مل جائے جس کے ذریعے وہ کامیابی
...حاصل کر لیں۔

یہ سوچتے ہی وہ تیزی سے غسل خانے میں داخل ہوئے تاکہ نہا کر لباس
بدل لیں۔ غسل خانے میں جا کر انہوں نے شاور کھولا اور پھر نہانے میں
مصروف ہو گئے۔ غسل خانے کی الماری میں ان کے کپڑے موجود تھے۔
چنانچہ کپڑے بدل کر وہ اطمینان سے غسل خانے کا دروازہ کھول کر باہر
نکلے اور بستر کے نیچے پڑے ہوئے اٹیچی کیس نکالنے کے لئے جھکے تاکہ اس کے
خفیہ خانے میں موجود ریوالور نکال سکیں کہ اچانک انہیں اپنی پشت پر کسی
حرکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے تیزی سے مڑنا چاہا مگر دوسرے لمحے
ان کے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب لگی اور وہ منہ کے بل فرش پر گر
گئے۔ ان کے ذہن میں ہزاروں ستارے ناچ اٹھے تھے۔

اور اسی لمحے ایک اور ضرب لگنے کا احساس ہوا اور پھر ان کا ذہن
تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکے تھے۔

"بڈھا خاصا صحت مند ہے رافیل"۔۔۔ بستر کے قریب کھڑے ہوئے
نوجوان نے دروازے کے قریب موجود دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر
کہا۔

"ہاں۔۔۔ بہرحال غلط فہمی میں مارا گیا۔ اگر وہ ہمیں دیکھ لیتا تو شاید اتنی
آسانی سے بے ہوش نہ ہوتا۔ تم اسے اٹھا کر عقبی راستے سے کار میں
پہنچاؤ۔ میں کمرے کی تلاشی لے کر ابھی آتا ہوں"۔۔۔ رافیل نے کہا
اور پھر پہلے نوجوان نے ہاتھ میں پکڑا ہوا بھاری ریوالور جس سے اس نے
سر رحمان کے سر پر ضربیں لگائی تھیں جیب میں منتقل کیا اور پھر جھک کر
سر رحمان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ سر رحمان چونکہ کافی وزنی تھے اس
لئے انہیں کندھے پر لانے کے لئے اسے خاصا زور لگانا پڑا۔ بہرحال وہ

...اٹھا کر تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد
...ن نے بڑی پھرتی سے کمرے کی تلاشی لینی شروع کی اور پھر اسے اٹیچی کیس
...یہ خانے سے وہ ریوالور مل گیا۔ جو سر رحمان نکالنا چاہتے تھے۔ اس کے
...وہ کوئی خاص چیز نہ ملی تو رافیل نے سامان کو دوبارہ پہلی جیسی حالت
...رست کیا۔ اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے چونکہ
...ں پر دستانے پہن رکھے تھے۔ اس لئے اسے انگلیوں کے نشان ثبت
...ے کا خطرہ نہ تھا۔ ویسے بھی اس نے کمرے کو زیادہ الٹ پلٹ نہ کیا تھا۔
...ر کوئی چیک کرنے آئے تو اسے محسوس نہ ہو سکے کہ سر رحمان کو اغوا
...ئے ہیں وہ یہی سمجھے کہ وہ اپنی مرضی سے کہیں چلے گئے ہیں۔ ماسٹر کی کی
...سے اس نے دروازہ دوبارہ لاک کر دیا۔ وہ دونوں ابھی وہاں
...چے تھے اور انہوں نے دروازہ ماسٹر کی کے ذریعے سے ہی کھولا تھا اور پھر
...انے میں شاور کی آواز سن کر وہ سمجھ گئے تھے کہ کمرے میں رہنے والا
...ل خانے میں موجود ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دروازے کی اوٹ میں چھپ
...ان کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ اور پھر جیسے ہی سر رحمان باہر آئے
...ن پر ٹوٹ پڑے اور اب نتیجہ سامنے تھا۔ رافیل نے دروازہ بند کیا
...ھر راہداری میں سے گزر کر وہ عقبی سمت آ گیا۔ یہ دروازہ فائر بریگیڈ کیلئے
...صی طور پر بنایا گیا تھا اور عمارت کی عقبی سمت ایک تاریک سی گلی میں
...ھیاں اترتی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا گلی میں آیا۔ اور پھر
...روڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گلی کے ساتھ ہی ایک بڑی سی کار موجود
...۔ وہ سیدھا کار کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ والا
...زہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ کر بڑی پھرتی سے کار کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔

"اب اسے کہاں لے جانے کا پروگرام ہے"۔۔۔۔ پچھلی نشست ع
رافیل کے ساتھی شوگلر کی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے پیرا ڈائز بیچ والے کیبن میں لے چلتے ہیں۔ وہ محفوظ جگہ ہے
وہاں ہم دل کھول کر اس پر تشدد کر سکیں گے"۔۔۔۔ رافیل نے کار تیز
بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مگر ہو سکتا ہے۔ ساحل سمندر پہ تفریح کرنے والے جوڑوں میں سے کو
ادھر آ نکلے"۔۔۔۔ شوگلر نے کہا۔

"آ نکلے گا تو کیا ہوگا۔ صرف لاشوں کی تعداد میں ہی اضافہ ہو جائے گا۔
مجھے کسی کے آنے کی امید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کیبن عام جگہ سے کافی دو
اور ہٹا ہوا ہے"۔۔۔۔ رافیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ شوگلر نے اس بار تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور رافیل
نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ سر رحمان کو شوگلر نے سیٹوں کے درمیان لٹا دیا
اور احتیاطاً ایک کمبل ان پر ڈال دیا تھا۔ کہ اگر کہیں گاڑی چیک ہو تو چیک
کرنے والے سر رحمان کو دریافت نہ کر سکیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل ڈرائیونگ کے بعد کار ساحل سمند
پر پہنچ گئی۔ ساحل سمندر پر اس وقت بھی تفریح کرنے والے جوڑوں کا خا
ہجوم تھا۔ مگر رافیل ان سے بچ کر دائیں طرف ریت میں کار بڑھائے چلا گیا
اور پھر تقریباً دس کلومیٹر دور آنے کے بعد اس نے کار کو ایک مخصوص ر
پر موڑ دیا۔ یہاں ریت کے دو بڑے بڑے ٹیلوں کے درمیان لکڑی کا ا
چھوٹا سا کیبن موجود تھا۔ رافیل نے کار کیبن کے قریب لے جا کر ایک ٹ
کی اوٹ میں روک دی۔ اور پھر وہ دونوں پھرتی سے باہر نکل آئے۔

نے کیبن کا دروازہ کھولا اور پھر لائٹ جلا کر اس نے تیزی سے کھڑکیوں کے
پردے برابر کرنے شروع کر دیئے۔ تاکہ کیبن کی روشنی باہر نہ نکل سکے۔
شوگلر بے ہوش سر رحمان کو اٹھائے کیبن میں داخل ہوا۔ اور اس نے
سر رحمان کو کیبن کے فرش پر یوں پھینک دیا۔ جیسے کوئی آٹے کی بھری
ہوئی بوری کو پھینکتا ہے۔

"اس کے ہاتھ اور پیر باندھ دو تاکہ تشدد کے دوران یہ بھاگنے کی
کوشش نہ کر سکے"۔۔۔۔ رافیل نے جیب میں سے ریوالور نکال کر اسے ہاتھ
پر اچھالتے ہوئے کہا۔ اور شوگلر نے ایک الماری سے رسی نکالی اور پھر
انتہائی بے رحمانہ طریقے سے اس نے فرش پر پڑے سر رحمان کے دونوں
ہاتھ پشت پر خاصی مضبوطی سے باندھ دیئے۔ باقی رسی سے اس نے ان
کے دونوں پیر جکڑے اور پلٹا کر انہیں سیدھا کر دیا۔ اب سر رحمان
فرش پر بے بسی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔

"اسے ہوش میں لے آؤ"۔۔۔۔ رافیل نے کہا اور شوگلر نے آگے
بڑھ کر میز پر پڑا ہوا جگ اٹھایا اور کیبن میں بنے ہوئے غسل خانے میں
گھس گیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ باہر آیا تو پانی سے بھرا ہوا جگ اس کے
ہاتھ میں تھا۔ اس نے پورا جگ سر رحمان کے چہرے پر الٹ دیا۔ اور
دوسرے لمحے سر رحمان نے اپنے سر کو حرکت دی اور پھر انہوں نے آنکھیں
کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی انہوں نے تیزی سے اپنے جسم کو حرکت دینے
کی کوشش کی مگر بے سود۔۔۔۔ وہ اس بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ کہ
زیادہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔

رافیل بستر کے کنارے پر بیٹھا بڑے غور سے سر رحمان کو دیکھ رہا تھا۔

جیسے ان کی قوت برداشت کا اندازہ کر رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں وحشیانہ سی چمک آہستہ آہستہ ابھرتی چلی آ رہی تھی۔ جبکہ شوگلر ہاتھ میں جگ پکڑے بڑے اطمینان سے سر رحمان کے پہلو پر کھڑا تھا۔

"کون ہو تم" ـــــ سر رحمان نے شعور میں آتے ہی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ان دونوں سے پوچھا۔ بے بسی کے باوجود ان کے لہجے میں وقار تھا۔

"موت کے فرشتے" ـــــ رافیل نے بھیڑیئے کے سے انداز میں غراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا خنجر نکال لیا۔ جس کا پھل تیز ہونے کے ساتھ پتلا اور لمبا تھا۔

"کیا چاہتے ہو" ـــــ سر رحمان نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری موت" ـــــ رافیل نے خنجر کی نوک پر انگلی پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ موت تو ایک دن آنی ہی تھی آج ہی سہی" ـــ سر رحمان نے بڑے باوقار انداز میں جواب دیا اور خاموش ہو گئے۔

"بڈھے ـــ تمہاری موت شاید پوری دنیا کے لئے عبرت کا باعث بن جائے۔ کیونکہ میں انسان کا ایک ایک ریشہ اس خنجر سے علیحدہ کرنے کا ماہر ہوں" ـــــ رافیل نے غصیلے لہجے میں جواب دیا

"تم چاہتے کیا ہو مجھے بتاؤ" ـــــ سر رحمان نے اس کی دھمکی کو نظر انداز کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"صرف اتنا بتا دو کہ تمہیں یہ معلومات کہاں سے ملیں کہ دہشت گرد

دہشت گردوں کا مرکز جزیرہ مین ھٹن بننے والا ہے" ـــــ رافیل نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ ـــ تو تمہارا تعلق دہشت گردوں سے ہے" ـــــ سر رحمان نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"جو مرضی آئے سمجھ لو۔ بہرحال یہ بات تمہیں بتانی پڑے گی ورنہ جب میں نے اپنی فن کاری کا آغاز کیا تو تمہیں موت کی دعا مانگنے کی بھی مہلت نہ ملے گی" ـــــ رافیل نے کہا۔

"اگر میں بتا دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے" ـــــ سر رحمان نے پوچھا۔

"تمہیں دولہا بنائیں گے بڈھے ـــ تمہارے سر پر سہرا باندھیں گے۔ دیکھو کیسے اطمینان سے ٹرٹر کئے جا رہا ہے" ـــــ شوگلر نے غصے سے بپھرتے ہوئے کہا اور پھر بوٹ کی زوردار ٹھوکر سر رحمان کے سر پہ مار دی۔ ٹھوکر خاصی زوردار تھی مگر سر رحمان کے حلق سے چیخ کی بجائے بس ہلکی سی سسکاری ہی نکلی انہوں نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"شوگلر ـــ تم مداخلت مت کرو۔ کوئی عام آدمی نہیں ہے انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس لئے اس سے وی۔ آئی۔ پی سلوک ہی ہونا چاہئے" رافیل نے ہاتھ کے اشارے سے شوگلر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہونہہ ـــ ڈائریکٹر جنرل" ـــــ شوگلر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ایسا کرو شوگلر ـــ تم باہر جا کر پہرہ دو۔ کیونکہ چند ہی لمحوں بعد اس کے حلق سے طویل چیخیں بلند ہوتی ہیں اور ایسا نہ ہو کہ کوئی بھولا بھٹکا جوڑا

اندر آ گھسے اور میرے کام میں مداخلت ہو۔ اگر ایسی بات ہو تو انہیں !
سے ہی ہوش پہ بھیج دینا۔ میں کام کے دوران مکمل سکون اور اطمینان چاہتا
ہوں" ۔۔۔ رافیل نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی
ڈرائنگ روم میں بیٹھا عالمی سیاست پر تبصرہ کر رہا ہو۔ اور شوگلر سر
ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
جب شوگلر دروازے سے باہر نکل گیا تو رافیل نے بڑے اطمینان سے
ایک طرف پڑا ہوا سٹول کھینچ کر سر رحمان کے سر کے قریب رکھا
اور پھر اس پر یوں بیٹھ گیا جیسے اب اس کا اٹھنے کا قطعی ارادہ ہی نہ ہو۔
" ہاں تو سر رحمان اب بہتر یہی ہے کہ آپ سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا
دیں تاکہ میرا زیادہ وقت ضائع نہ ہو۔ البتہ اتنی بات سمجھ لیں کہ میں تشدد
پسند آدمی ہوں۔ مجھے تشدد کر کے بے حد لطف آتا ہے۔ مگر چونکہ آپ
اپنے ملک کے بہت بڑے افسر ہیں کوئی عام سے آدمی نہیں ہیں۔ اس
لئے میں آپ کے ساتھ یہ رعایت کر رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ عام آدمیوں
جیسا سلوک نہ کروں" ۔۔۔ رافیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" تمہارا نام کیا ہے" ۔۔۔ سر رحمان نے اس کی بات کا جواب دینے
کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔ ان کے لہجے میں وہی اطمینان اور وقار تھا
جیسے وہ کسی عام سے حالات میں کسی کا نام پوچھ رہے ہوں۔
" رافیل" ۔۔۔ رافیل نے جواب دیا۔
" دیکھو رافیل ۔۔۔ میرا تعلق چنگیزی خاندان سے ہے۔ ہم لوگ ضد
کے لئے پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ اس لئے اگر میں ضد پر اتر آؤں۔ تو
میری بوٹی بوٹی علیحدہ کر دو۔ مگر میری زبان بند رہے گی لیکن اگر تم چاہو

تو میں تمہیں بالکل صحیح تمہارے سوال کا جواب دے سکتا ہوں" ۔۔۔ سر
رحمان کے لہجے میں ایسا وقار تھا کہ رافیل کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے واقعی
وہ جو کچھ کہہ رہے ہوں بالکل صحیح کہہ رہے ہوں۔
" تو پھر بتا دیجئے" ۔۔۔ رافیل نے کہا۔
" ایک شرط ہے ۔۔۔ تم مجھے کھول کر کیبن سے باہر چلے جاؤ۔ میں
دروازہ اندر سے بند کر لوں گا اور پھر دروازے کے قریب ٹھہر کر تمہیں
سب کچھ بالکل صحیح بتا دوں گا۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو کسی بھی انداز میں
مجھے قتل کر دینا۔ مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ کم از کم مرنے سے پہلے مجھے یہ
اطمینان تو رہے گا کہ میں بے بسی کے عالم میں نہیں مرا۔ بلکہ میں نے
باقاعدہ جدوجہد کی ہے" ۔۔۔ سر رحمان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔
" اوہ ۔۔۔ مگر تم کیا سوچ رہے ہو۔ ہمارے پاس ریوالور ہیں جب کہ
تم نہتے ہو تم اپنا بچاؤ کیسے کر سکتے ہو" ۔۔۔ رافیل نے کچھ سوچتے
ہوئے کہا۔
" مجھے اپنے بچاؤ کی کوئی فکر نہیں۔ بس میں صرف اتنا اطمینان چاہتا
ہوں کہ میں نے کچھ نہ کچھ مقابلہ کرتے ہوئے جان دی ہے" ۔۔۔ سر
رحمان نے جواب دیا۔
رافیل چند لمحے سر رحمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں دیکھتا
رہا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
" ٹھیک ہے ۔۔۔ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ نجانے کیا بات
ہے کہ میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ بہرحال یہ تجربہ بھی سہی۔ موت تو
ہمارا مقدر بن ہی چکی ہے۔ تم بھی اپنی حسرت پوری کر لو" ۔۔۔ رافیل

نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بستر پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر جیب میں
ڈال لیا اور پھر جھک کر سر رحمان کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ مگر سر رحمان
کی جیبوں میں سے کوئی ہتھیار نہ ملا تو اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر
دیکھا اور پھر اس نے سر رحمان کو ایک جھٹکے سے پلٹ دیا اور پھر اس نے
سر رحمان کے پیروں کی رسی خنجر کی مدد سے کاٹی اور پھر ایک جھٹکے سے
ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسی بھی کاٹ دی۔ اور اس سے پہلے کہ سر رحمان
پلٹ کر سیدھے ہوتے وہ تیزی سے مڑا اور پھر بھاگتا ہوا کیبن کا دروازہ
کھول کر باہر نکل گیا۔ سر رحمان نے بڑی پھرتی سے ہاتھوں اور پیروں
سے لپٹی ہوئی باقی ماندہ رسیاں علیحدہ کیں اور اٹھ کر تیزی سے دروازے
کی طرف لپکے۔ کیبن سے باہر رافیل اور شوگلر کی تیز تیز باتیں کرنے
آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ سمجھ گئے کہ شوگلر کو رافیل کی بات پسند نہیں
اس لئے انہوں نے پھرتی سے دروازے کی زنجیر چڑھا دی۔ تاکہ
رافیل اپنا ارادہ بدل کر واپس اندر نہ آ جائے۔ دروازہ بند کر کے
تیزی سے کھڑکیوں کی طرف بڑھے اور انہیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا
کھڑکیوں کے باہر لوہے کی مضبوط جالی لگی ہوئی ہے انہیں اطمینان ہو
کہ رافیل کم از کم کھڑکیوں کے راستے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔

اُسی لمحے دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ اور اس کے ساتھ
ہی رافیل کی آواز سنائی دی۔

"سر رحمان صاحب ——— میں نے آپ کی شرط پوری کر دی اب
آپ ہماری شرط پوری کیجیئے" ——— رافیل کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے سنو ——— میں جب ولیسٹ ہارٹ پہنچا تو اپنے دوست

... ن ی انٹیلی جنس کے چیف شارلیز سے ملا۔ اور پھر میرے کہنے پر اس نے
... کی وہ سرکاری فائل جو "دہشت گرد" سے متعلق تھی مجھے مطالعے
... ے دی۔ اس فائل کو پڑھنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا تھا کہ دہشت گرد
... ندہ سرگرمیوں کا مرکز جزیرہ مین ہٹن بننے والا ہے۔ بس اتنی سی بات
——— سر رحمان نے جواب دیا۔

اور پھر تیزی سے اچھل کر دروازے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ ان
... ن درست تھا۔ جیسے ہی ان کی بات ختم ہوئی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔
... ی کے دروازے میں عین اُس جگہ سوراخ ہو گیا جہاں سر رحمان کا منہ
رافیل نے باہر سے سائیلنسر لگے ریوالور سے گولی چلائی تھی مگر سر رحمان پہلے
ہٹ گئے تھے۔ اس لئے رافیل کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ ویسے یہ بات یقینی
... اگر سر رحمان وہاں سے ہٹنے میں ذرا بھی سستی کرتے تو گولی ان کے
... میں گھس جاتی۔ سر رحمان نے دروازے سے ہٹتے ہی تیزی سے ادھر
... دیکھا۔ انہیں یقین تھا کہ اب دوسرا حملہ کھڑکیوں کی راہ سے ہو گا۔ مگر
... کیوں پر پڑے ہوئے پردے مجرموں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ
... اس طرح وہ سر رحمان کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کھڑکیوں کے باہر لوہے
... مضبوط جالی اندر شیشے کا فریم اور اس کے بعد پردے تھے۔ مجرم گولی
... شیشہ تو توڑ سکتے تھے مگر ہاتھ اندر ڈال کر پردہ نہ ہٹا سکتے تھے۔ اس
... سر رحمان کو وہ کسی طرح چیک نہ کر سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود سر
... ن اپنے بچاؤ کے لئے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا چاہتے تھے چنانچہ
... دیوار کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے غسل خانے میں گھس گئے۔
... اسی لمحے پورے کیبن میں جیسے بھونچال سا آ گیا۔ مجرموں نے دونوں کھڑکیوں

سے بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی - اس بار فائرنگ مشین گن سے کی جا رہی تھی - شاید کار میں مشین گن پہلے سے موجود تھی - سر رحمان غسل خانے میں ہونے کی وجہ سے اس بے تحاشہ فائرنگ سے بچ گئے تھے - مگر اب وہ تیزی سے سوچ رہے تھے کہ اگر انہوں نے فوری طور پر اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ کی تو بالآخر وہ مجرموں کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں گے - لکڑی کا کیبن آخر کب تک ان مجرموں کی راہ میں رکاوٹ بنے گا -

سر رحمان نے غسل خانے میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر اچانک ان کی نظریں غسل خانے میں بنے ہوئے ایک چوڑے روشندان پر پڑیں - روشندان میں اندھا شیشہ لگا ہوا تھا - سر رحمان سمجھ گئے کہ شیشہ خاصا مضبوط ہو گا - مگر اب انہوں نے ایک پلان بنا لیا تھا اس لئے وہ تیزی سے جھکے اور پھر انہوں نے ایک طرف پڑا ہوا لمبے ہینڈل والا برش اٹھا لیا - یہ برش واش بیسن کی صفائی کے لئے ہوتا ہے برش اٹھا کر وہ تیزی سے فلش ٹینکی کی طرف بڑھے - نجانے ان کے بوڑھے جسم میں کہاں سے طاقت آ گئی تھی کہ انہوں نے اپنے جسم کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے فلش ٹینکی کا پائپ پکڑ کر وہ ٹینکی کے اوپر چڑھ کر کھڑے ہو گئے - اب ان کا ہاتھ آسانی سے روشندان تک جا سکتا تھا -

اُسی لمحے انہیں محسوس ہوا کہ کیبن کے دروازے پر ٹکریں ماری جا رہی ہیں - شاید مجرم اب تنگ آ کر دروازہ توڑنے کا پروگرام بنا چکے تھے - سر رحمان چوکنے ہو کر کھڑے ہو گئے - پھر جیسے ہی دروازہ پر ایک زوردار ٹکر کا دھماکہ ہوا - سر رحمان کا ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت میں آیا - انہوں نے پوری قوت سے برش کا ہینڈل شیشے پر مارا - ضرب اتنی قوت سے لگی تھی کہ پہلی ہی ضرب سے شیشہ چکنا چور ہو کر کرچیوں کی صورت میں نیچے آ گرا - اب روشندان خالی ہو چکا تھا - دروازے پر ٹکریں بدستور ماری جا رہی تھیں اور دروازے کی کھڑکھڑاہٹ بتا رہی تھی کہ شاید اب وہ چند لمحوں کا مہمان رہ گیا ہے - سر رحمان نے دونوں ہاتھوں سے روشندان کے کنارے تھامے اور پھر انتہائی تیزی سے اپنے جسم کو اوپر کی طرف اٹھایا - پہلے ہی جھٹکے میں ان کا جسم سینے تک روشندان سے باہر نکل گیا - اور سر رحمان نے ایک ہاتھ باہر نکال کر کیبن کے کنارے کو پکڑ لیا - دوسرے لمحے وہ گھسٹتے ہوئے روشندان سے نکل کر کیبن کی چھت پر پہنچ چکے تھے -

کیبن کی چھت پر پہنچتے ہی وہ سانپ کی سی تیزی سے کھسکتے ہوئے اس طرف بڑھے جدھر کیبن کا دروازہ تھا -

اُسی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا - اور سر رحمان سمجھ گئے کہ کیبن کا دروازہ ٹوٹ گیا ہے - ظاہر ہے وہ دونوں اب اندر گئے ہوں گے - اور باقی اب چند لمحوں کا کھیل رہ گیا تھا کیونکہ غسل خانے میں جاتے ہی انہیں معلوم ہو جاتا کہ سر رحمان روشندان کا شیشہ توڑ کر چھت پر پہنچ چکے ہیں - اس لئے دھماکہ کی بازگشت ختم ہونے سے پہلے ہی انہوں نے کیبن کی چھت سے نیچے چھلانگ لگا دی - نرم نرم ریت نے انہیں اپنے اوپر یوں سنبھال لیا جیسے بچے کو ماں اپنی گود میں لے لیتی ہے - نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھے اور پھر قریب کھڑی مجرموں کی کار کی طرف بڑھتے چلے گئے - کار کے دروازے کھلے ہوئے تھے - دروازے کھلنے کی وجہ سے کار

کے اندر کی لائٹ جل رہی تھی اور پھر انہیں کار کے ڈیش بورڈ کے اوپر
ایک ریوالور کی جھلک نظر آ گئی ۔ اور سر رحمان نے جھپٹ کر ریوالور اٹھایا
اور پھر سانپ کی سی تیزی سے رینگتے ہوئے ایک ریت کے ٹیلے کی اوٹ
میں ہو گئے ۔ اور عین اُسی لمحے وہ دونوں بھاگتے ہوئے دروازے سے
باہر نکلے ۔ اور پھر شوگلر سیدھا کار کی طرف آیا ۔ اور اچھل کر کار کی
چھت پر چڑھ گیا ۔ اب وہ آسانی سے کیبن کی چھت پر دیکھ سکتا تھا ۔

" وہ چھت پر نہیں ہے ۔ وہ نکل گیا " ۔ شوگلر نے چیختے ہوئے
کہا ۔ اور پھر نیچے اترنے کے لئے وہ جھکا ہی تھا کہ سر رحمان کے ہاتھ میں
پکڑے ہوئے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ٹھس کی آواز سنائی دی ۔
اور شوگلر کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور بے اختیار اس کے
ہاتھ سینے کی طرف اٹھ گئے اور اسی عالم میں وہ منہ کے بل نیچے ریت پر
آ گرا ۔ سر رحمان کا نشانہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سچا تھا ۔

رافیل نے چونک کر شوگلر کو دیکھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے
شوگلر کی طرف بڑھا ۔ شاید اُسے یہ بات سمجھ نہ آئی تھی کہ شوگلر اس
طرح اچانک کیوں گرا ہے ۔

" ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا لو رافیل ۔۔۔ ورنہ میری گولی پشت
میں گھس کر سیدھی دل میں ترازو ہو جائے گی " ۔۔۔ سر رحمان کی
کڑک دار آواز سنائی دی ۔

اور رافیل ایک جھٹکے سے مڑا ۔ اب سر رحمان ریوالور سنبھالے سامنے
کھڑے تھے ۔ ایک ریوالور رافیل کے ہاتھ میں بھی تھا ۔ مگر سر رحمان کی
پوزیشن دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ جب تک وہ ریوالور سیدھا کرے

گا اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہو گی ۔ چنانچہ اس نے ڈھیلے
ہاتھوں سے ریوالور نیچے پھینک دیا ۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے
آثار نمایاں تھے ۔ جیسے اس سچویشن پر یقین نہ آ رہا ہو ۔

" مگر تم تو بندھے تھے پھر یہ ریوالور ۔۔۔ " رافیل نے دونوں ہاتھ سر
سے بلند کرتے ہوئے پوچھا ۔ اس کے لہجے میں شدید حیرت تھی ۔

" آدمی اگر ذہن استعمال کرے تو تنہا بھی سب کچھ کر سکتا ہے مسٹر
رافیل " ۔۔۔ سر رحمان نے کہا اور پھر انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا
ریوالور تھوڑا سا اونچا کیا اور ان کی انگلی ٹریگر پر جم گئی ۔

اور عین اُسی لمحے رافیل نے ان پر چھلانگ لگا دی ۔ گو رافیل نے اپنی
طرف سے بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا ۔ مگر سر رحمان کے ریوالور سے
نکلنے والی گولی سے نہ بچ سکا ۔ اور گولی ٹھیک اس کے پیٹ میں گھستی چلی
گئی ۔ مگر چونکہ وہ سر رحمان پر چھلانگ لگا چکا تھا اس لئے گولی کھا کر بھی
وہ سر رحمان کے اوپر آ گرا ۔ اور سر رحمان جھٹکا کھا کر پشت کے بل زمین پر
گر گئے ۔ ان کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر ایک طرف جا گرا ۔ رافیل
سر رحمان کے اوپر آ گرا تھا ۔ پیٹ میں گولی کھانے کی وجہ سے اس کا
چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑ گیا تھا اور آنکھوں میں وحشت سی ناچ
رہی تھی ۔ نیچے گرتے ہی اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر قریب پڑے
ریوالور کی طرف جھپٹا ۔ چونکہ کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے اندر سے
آنے والی روشنی ان دونوں پر پڑ رہی تھی ۔ رافیل کا ایک ہاتھ پیٹ پر تھا
جہاں سے خون چشمے کی صورت میں بہہ رہا تھا اور دوسرا ہاتھ پھیلا کر
اس نے ریوالور کی طرف بڑھایا ۔ اُسی لمحے سر رحمان تیزی سے اٹھے اور

انہوں نے جھپٹ کر وہ ریوالور اٹھانا چاہا۔ مگر اس سے پہلے کہ سر رحمان کا ہاتھ ریوالور پر پڑتا۔ رافیل نے ریوالور جھپٹ لیا۔ اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے کروٹ بدلی۔ سر رحمان نے بھی جھپٹ کر اس کے اوپر گرنے کی کوشش کی مگر عین اسی لمحے رافیل کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور سے گولی نکلی اور سر رحمان کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ اور سر رحمان کے حلق سے بے اختیار ایک زوردار چیخ نکل گئی۔ اور وہ پہلو کے بل زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔ رافیل نے ٹریگر دبا کر دوسرا فائر کرنا چاہا مگر موت نے اُسے مہلت نہ دی اور اس کا ہاتھ بے جان ہو کر نیچے گر گیا۔

اب رافیل اور شوگر دونوں ہلاک ہو چکے تھے اور سر رحمان ریت پر پڑے بُری طرح تڑپ رہے تھے۔ لمحہ بہ لمحہ ان کی حرکات سست ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ چند لمحوں بعد وہ بھی ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور آہستہ آہستہ ان کا تڑپتا ہوا جسم بے جان ہوتا چلا گیا۔

"تنویر — تم باہر رکو۔ میں اور کیپٹن شکیل اندر جائیں گے۔ واچ ٹرانسمیٹر آن کر لینا۔ اگر ہمیں ضرورت پڑی تو ہم کاشن دیں گے"۔ — صفدر نے تنویر کو ایکسٹو سے ملاقات اور تمام پروگرام سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ — تنویر نے سر ہلایا۔ اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں تیزی سے دیوار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کی دیواریں کچھ زیادہ بلند نہ تھیں۔ اور چونکہ کوٹھی کی عقبی سمت گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس لئے وہ دونوں بڑی آسانی سے دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے۔ ان دونوں کو بھی یہ احساس تھا کہ یہ بین الاقوامی مجرموں کا ہیڈکوارٹر ہے۔ اس لئے ظاہر ہے یہاں حفاظت کے انتظام بھی بے حد سخت ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دونوں بے حد چوکنے اور محتاط تھے۔

کافی دیر تک وہ دونوں دیوار کے ساتھ موجود جھاڑی نما باڑ کے پیچھے چھپے رہے مگر جب انہیں کہیں سے بھی کوئی ردعمل محسوس نہ ہوا تو وہ دونوں باڑ کے پیچھے سے نکلے اور پھر تیزی مگر انتہائی محتاط طریقے سے

چلتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت پر پُر اسرار سی خاموشی
چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اندر کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ مگر وہ
جانتے تھے کہ اس قدر گہری خاموشی کے اندر نجانے کیا کیا بھیانک طوفان
چھپے ہوئے ہوں گے۔ اس لئے وہ محتاط انداز میں آگے بڑھتے چلے گئے۔
عمارت کی سائیڈ سے ہو کر جب وہ برامدے کی طرف آئے تو انہیں
پورچ اور برامدے میں بلب جلتے نظر آئے۔ البتہ کوئی آدمی نظر نہ آرہا
تھا۔ ادھر پھاٹک کے ساتھ چوکیدار کے کیبن میں بھی روشنی ہو رہی تھی مگر
باہر کوئی آدمی نہ تھا۔

"کہیں مجرم ہیڈ کوارٹر خالی تو نہیں کر گئے"۔ صفدر نے تشویش
بھرے لہجے میں کہا۔

"محسوس تو ایسا ہی ہوتا ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے دبے دبے
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دونوں ہاتھوں میں ریوالور
سنبھالے عمارت کے اندر گھستے چلے گئے۔ مختلف کمروں میں گھومنے کے بعد
وہ ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ کمرے کے اندر کسی کے سانس
لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر اس پر پڑے
ہوئے بھاری پردے کی وجہ سے اندر کا منظر دکھائی نہ دے رہا تھا۔
صفدر نے ریوالور کی نال سے پردہ ہٹانا چاہا مگر ریوالور کی نال لوہے
کے دروازے سے ٹکرا گئی اور چھن کی سی آواز پیدا ہوئی۔

"کون ہے"۔۔۔ اندر سے ایک کرخت آواز سنائی دی اور وہ
دونوں جھپٹ کر تیزی سے اندر گھس گئے۔

یہ کمرہ ایک خاصی بڑی لائبریری تھی جس کے درمیان میں رکھی ہوئی

میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی ہاتھ میں کتاب پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس
آدمی کے چہرے پر ان دونوں کو دیکھ کر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"خبردار اگر حرکت کی"۔۔۔ صفدر نے انتہائی کرخت لہجے
میں کہا۔

"کک۔۔۔ کون ہو تم"۔۔۔ اس آدمی نے قدرے خوفزدہ
لہجے میں کہا۔

"شکیل۔۔۔ میں اسے کور کرتا ہوں تم باقی کوٹھی چیک کرو"۔۔۔
صفدر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا تیزی سے
واپس مڑ گیا۔

"اٹھ کر اس دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ"۔۔۔ صفدر نے
ریوالور کی نال اس کی طرف اٹھاتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

"مم۔۔۔ مگر۔۔۔۔"۔۔۔ اس آدمی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے
کہا۔

"اگر مگر مت کرو جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسے کرو ورنہ گولی مار
دوں گا"۔۔۔ صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور وہ شخص اٹھ کر
صفدر کے کہنے کے مطابق دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ صفدر
نے انتہائی پھرتی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ مگر اس کی جیبوں میں
اسلحہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل بھی اندر آگیا۔

"کوٹھی خالی پڑی ہے صفدر۔۔۔ اس شخص اور گیٹ پر موجود چوکیدار
کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ چوکیدار کو میں باندھ کر ڈال آیا ہوں"۔
کیپٹن شکیل نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب کیا ہوا" ـــــ صفدر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ڈاج دیا گیا ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ" ـــــ صفدر نے دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ مڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک حیرت اور خوف کے آثار نمایاں تھے۔

"میرا نام سر جان گیبل ہے اور میں ایک سائنسدان ہوں" ـــــ ادھیڑ عمر آدمی نے جواب دیا۔

"کوٹھی کا نمبر کیا ہے" ـــــ صفدر نے پوچھا۔

"چالیس سمرا پیلس" ـــــ سر جان گیبل نے جواب دیا۔

"پتہ تو درست ہے شکیل ـــ تم یہاں کی تلاشی لو مجھے کچھ شک پڑ رہا ہے کہ کوئی گہری بات ہے" ـــــ صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو" ـــــ سر جان گیبل نے پوچھا۔ اب وہ قدرے مطمئن ہو چکے تھے۔

"خاموش رہو۔ زیادہ بولنا تمہارے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے" ـــــ صفدر نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اور سر جان گیبل ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گئے۔

کیپٹن شکیل نے انتہائی تیزی اور پھرتی سے تلاشی کا آغاز کیا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ بنے ہوئے ریکوں میں تو ہر طرف کتابیں ہی بھری ہوئی تھیں۔ جن کی تلاشی کارے دارد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سب سے

پہلے اس میز کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کے پیچھے سر جان گیبل بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ اس نے میز کی اوپر والی دراز کھولی اور دوسرے لمحے وہ یوں بری طرح اچھلا جیسے اس کا جسم یکدم سپرنگوں کا بن گیا ہو۔ اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی ایک موٹی سی فائل تھی۔

"کیا ہوا" ـــــ صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"دہشت گرد کی فائل" ـــــ کیپٹن شکیل نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"دہشت گرد کی فائل" ـــــ صفدر بھی حیران رہ گیا۔

"ہاں ـــ دیکھو یہ یہاں کی انٹیلی جنس کی مرتب کردہ فائل ہے" کیپٹن شکیل نے فائل کے اوراق پلٹتے ہوئے صفدر کے قریب آ کر کہا۔

"ہوں تو یہ مسئلہ ہے۔ ہمیں ڈاج دیا جا رہا تھا۔ مگر اس فائل نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ کیوں مسٹر سر جان گیبل اب سیدھے طریقے سے بتا دو کہ تمہارا سرغنہ کون ہے اور اس وقت کہاں ہے" ـــــ صفدر نے بڑے سرد لہجے میں سر جان گیبل کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔

"سرغنہ ـــ کیسا سرغنہ ـــ میں سمجھا نہیں" ـــــ سر جان گیبل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــ تو تمہیں اب چاقو کی مدد سے سمجھانا پڑے گا۔ ویسے تمہاری اداکاری کا جواب نہیں۔ یوں حیرت ظاہر کر رہے ہو جیسے واقعی تمہیں کچھ پتہ نہیں" ـــــ صفدر نے جیب میں ریوالور رکھ کر ایک بڑا سا گراری دار چاقو نکالتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے کمرے میں چاقو کھلنے کی کڑکڑاہٹ

گونج اٹھی۔ صفدر کی آنکھوں میں اب آسن بھیڑیئے جیسی چمک ابھر آئی تھی۔ جیسے کئی دنوں کی بھوک کے بعد اچانک اپسندیدہ شکار نظر آگیا ہو۔

"تم ——— میں سچ کہہ رہا ہوں میں کسی سرغنہ کو نہیں جانتا" ——— سر جان گیبل نے لب بھینچتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر شدید خوف کے آثار نمایاں تھے اور آنکھوں میں الجھن تیر رہی تھی۔

صفدر رحوچا تو کھولے سر جان گیبل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا یکدم ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کا تجربہ بتا رہا تھا کہ سر جان گیبل سچ بول رہے ہیں مگر مسز کیڈی کا بتایا ہوا پتہ اور پھر دہشت گرد کی فائل دونوں باتیں اس کے تجربے کو جھٹلا رہی تھیں۔

"کیا تمہارا تعلق دہشت گرد تنظیم سے نہیں ہے" ——— صفدر نے پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ ——— دہشت گرد ——— نہیں نہیں ——— میرا ان سے کیا تعلق میں تو ایک سائنسدان ہوں۔ یہاں کی قومی لیبارٹری کا انچارج ہوں تم یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں" ——— سر جان گیبل نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

"مگر یہ دہشت گرد کی فائل" ——— صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے پوچھا۔ اس کی اپنی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے۔

"اوہ ——— یہ فائل ——— یہ فائل تو میں نے اپنے دوست یہاں کے انٹیلی جنس کے چیف شاریلرز سے کہہ کر منگوائی ہے" ——— سر جان گیبل نے کہا۔

"مگر کیوں ——— تمہارا اس فائل سے کیا تعلق ہے" ——— صفدر نے پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

"میرا کوئی تعلق نہیں دراصل میری بیٹی یونیورسٹی کی چھٹیوں پر گھر آئی اس کے ساتھ ایک نوجوان تھا جو اپنا نام پرنس آف ڈھمپ بتاتا تھا۔ وہ ایک بہت بڑا سائنسدان بھی ہے۔ میں نے اُسے اپنی قومی لیبارٹری میں ریسرچ کرنے کے لئے کہا مگر اس نے کہا کہ جب تک اس ملک سے دہشت گرد تنظیم کا خاتمہ نہیں ہو جاتا وہ اطمینان سے ریسرچ نہیں کر سکتا کہیں دہشت گرد لیبارٹری نہ تباہ کر دیں۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ خود دہشت گرد تنظیم کا خاتمہ کرے گا۔ بقول اس کے ایشیا کا مشہور جاسوس کرنل فریدی اس کا شاگرد ہے۔ یہ فائل اس کے کہنے پر میں نے اپنے دوست سے بڑی مشکل سے چند گھنٹوں کے لئے منگوائی ہے۔ تاکہ وہ اسے پڑھ سکے" ——— سر جان گیبل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور صفدر کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ابھرے۔ واقعی سر جان گیبل خالی خولی سائنسدان ہی تھے۔ عمران نے انہیں فائل کے لئے استعمال کیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب یہ اتفاق ہی ہے کہ مسز کیڈی نے غلط کوٹھی کا پتہ بتاتے ہوئے یہاں کا نمبر دے دیا۔

"کیڈی آرٹ گیلری کی مالکہ مسز کیڈی کو جانتے ہو" ——— صفدر نے اچانک کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"مسز کیڈی ——— ہاں کیوں نہیں۔ میری بیٹی ایک مصورہ ہے۔ اور اکثر میں اور وہ اس کی گیلری میں جاتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی میری بیٹی کی دعوت پر وہ ہمارے گھر بھی آتی رہتی ہے" ——— سر جان گیبل نے جواب دیا۔

"ہوں ۔۔ اسی لئے جو پتہ سب سے پہلے مسٹر کیڈی کے ذہن میں آیا وہ اس نے بتا دیا" ۔۔ صفدر نے سوچا۔

"یہ پرنس آف ڈھمپ اب کہاں ہے" ۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"وہ میری بیٹی کے ساتھ شہر کی سیر کرنے گیا ہوا ہے۔ وہ کافی رات گئے واپس آئیں گے" ۔۔ سرجان گیبل نے جواب دیا۔

"اچھا سرجان گیبل تمہارے پیچ نے تمہاری جان بچا دی۔ بہرحال یہ فائل ہم ساتھ لئے جا رہے ہیں" ۔۔ صفدر نے کہا۔

"مم ۔۔ مگر شارلیز کو میں نے یہ واپس دینی ہے" ۔۔ سرجان گیبل نے انتہائی پریشان لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم نے مناسب سمجھا تو یہ فائل واپس کر دیں گے تم شارلیز سے کوئی بہانہ بنا لینا اور سنو پیچھے آنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ...." صفدر نے کہا۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو اشارہ کر کے وہ تیزی سے پلٹا اور وہ دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے لائبریری سے باہر آگئے البتہ صفدر نے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر کے لاک لگا دیا تھا۔

اور پھر وہ تیزی سے چلتے ہوئے برامدے میں آئے اور عمارت کی پشت کی طرف مڑ گئے۔

"اور کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔ کم از کم دہشت گرد کے بارے میں سرکاری فائل مل گئی۔ باس اس سے فائدہ اٹھائیں گے" ۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اور ہاں جب عمران کو پتہ چلے گا کہ جس فائل کے لئے اس نے یہ سارا چکر چلایا تھا وہ ہاتھ سے نکل گئی ہے تو اس کی شکل دیکھنے والی ہوگی" ۔۔

صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں دیوار پھاند کر باہر نکل آئے۔

"کیا ہوا" ۔۔ تنویر نے انہیں یوں اطمینان سے واپس آتے دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں ۔۔ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ ہمیں ڈاج دیا گیا تھا۔ بہرحال ایک فائل مل گئی ہے مطلب کی" ۔۔ صفدر نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر سڑک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

سڑک پر پہنچنے سے پہلے ہی ایکسٹو ایک ستون کے پیچھے سے نکل آیا۔

"فائل مجھے دے دو شکیل ۔۔ اور سنو صفدر تم یہیں رک جاؤ۔ جب عمران واپس آئے تو تم نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے" ۔ ایکسٹو نے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔ اسی لمحے تنویر نے فائل ایکسٹو کی طرف بڑھا دی۔

"تنویر اور شکیل تم دونوں واپس ہوٹل جاؤ اور مزید ہدایات کا انتظار کرو اور سنو اب تم نے میک اپ میں باہر نکلنا ہے۔ اور صفدر تم بھی ریڈی میڈ میک اپ کر لو کوشش کرنا کہ عمران تمہیں نہ پہچان سکے۔"

ایکسٹو نے فائل کیپٹن شکیل سے لیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس" ۔۔ ان تینوں نے کہا اور پھر ایکسٹو تیزی سے چلتا ہوا دوبارہ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

"آؤ چلیں شکیل ہماری جان تو چھوٹی اب صفدر جانے اور اس کا کام" تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اس کے سر سے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ کیپٹن شکیل مسکرا کر اس کے ساتھ چل دیا۔

عمران اور مس گیبل شہر کی سیر کرنے اور کھانا کھانے کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف آ رہے تھے کہ اچانک مس گیبل نے چونک کر کہا۔

"آج چاند کی چودھویں تو نہیں ہے"۔

"چودھویں"۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔ "ارے نہیں آج تو چاند کا چالیسواں ہے۔ بے چارے کو مرے ہوئے چالیس دن ہو گئے"۔۔۔ عمران کا لہجہ بے حد سوگوار تھا۔

"ہاں چودھویں ہے۔ ڈیری گڈ پرنس ۔۔۔۔۔ آج ساحل سمندر پر ایک خوب صورت میلہ لگتا ہے۔ دیکھو گے تو تمام عمر نہیں بھولو گے"۔ مس گیبل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کا رخ ایک اور سڑک کی طرف موڑ دیا۔

"ارے ارے یہ کہاں جا رہی ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میلہ دیکھنے"۔۔۔۔۔ مس گیبل نے کار کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مس گیبل ابھی تمہارے دودھ کے دانت نہیں ٹوٹے"۔۔۔۔۔ عمران بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

"کیا مطلب"۔۔۔۔۔ مس گیبل نے چونک کر پوچھا۔

"بھئی میلہ تو بچے دیکھا کرتے ہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ نوجوانوں کا میلہ ہے۔ اور ہر ماہ چاند کی چودھویں کو لگتا ہے خوبصورت لڑکیاں اور لڑکے اس میلے میں شرکت کرتے ہیں اور خوب دل کھول کر لطف اندوز ہوتے ہیں"۔۔۔۔۔ مس گیبل نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔ ویری بیڈ ۔۔۔ کیا انہیں شرم نہیں آتی"۔۔۔۔۔ عمران نے لڑکیوں کی طرح شرماتے ہوئے کہا۔ اور مس گیبل اس کا یہ انداز دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑی۔

"شرم کس بات کی"۔۔۔۔۔ مس گیبل نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"یعنی تمہارا مطلب شرم کے لئے چند باتیں مخصوص ہیں مثلاً کون کون سی"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا اور اس بار جھینپنے کی باری مس گیبل کی تھی۔

"خاموش رہو پرنس ۔۔۔ تم بہت منہ پھٹ ہو۔ بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہو"۔۔۔۔۔ مس گیبل نے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار ساحل سمندر تک پہنچ گئی۔ اور عمران نے دیکھا کہ وہاں واقعی میلہ لگا ہوا تھا۔ بے شمار نوجوان لڑکیاں اور لڑکے وہاں موجود تھے۔ وہ سب یوں اچھل کود رہے تھے۔ ناچ رہے تھے اٹکھیلیاں کر رہے تھے کہ جیسے چابی کے کھلونے ہوں جن میں چابی بھر

دی گئی ہو۔ خاصا پُر لطف اور خوب صورت منظر تھا۔

مس کیبل نے ایک طرف کار روکی اور پھر وہ دونوں بھی نیچے اتر کر اس ہجوم میں شامل ہو گئے۔

"آؤ چلیں مس ــــ اس گھمّن گھاڑ میں میرا تو دماغ پھٹنے کے قریب ہے" ــــ آدھے گھنٹے بعد عمران نے مس کیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابھی چلیں ابھی تو آدھی رات نہیں ہوئی۔ آدھی رات کو یہ میلہ اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے وہ دیکھنے والا منظر ہوتا ہے۔ بوڑھے بھی اس وقت اپنے آپ کو جوان محسوس کرنے لگتے ہیں" ــــ مس کیبل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کار کی چابی مجھے دے دو۔ میں واپس چلتا ہوں تم میلہ دیکھ کر آجانا میں آرام کرنا چاہتا ہوں" ــــ عمران نے قدرے سپاٹ لہجے میں کہا۔

وہ واقعی اس بے معنی سی اچھل کود سے بیزار ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ اس ملک میں ایک خاص مشن پر آیا تھا۔ سیر و تفریح کرنے نہیں اُسے یقین تھا کہ سر جان کیبل نے فائل منگوالی ہو گی۔ وہ فائل پڑھ کر ایکشن میں آجانا چاہتا تھا۔ تاکہ جلد از جلد اس مہم کا خاتمہ ہو۔ مس کیبل نے اُسے روکنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر جب عمران کے سر پر بیزاری کی دھول چھا جائے تو پھر وہ کہاں سنتا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ میں کسی سے لفٹ لے کر آجاؤں گی" مس کیبل نے چابی عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ اچھی بچی مجھے امید ہے تم میلے میں گم نہیں ہو جاؤ گی" ــــ ن نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چابی کا رنگ انگلیوں میں گھماتا ہوا ر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے واپس دوڑی رہی تھی مگر تھوڑی دور آنے کے بعد اس نے کار روک لی۔ کیونکہ کے خیال کے مطابق اتنے فاصلے کے بعد پختہ سڑک آجانی چاہیے ی مگر یہاں دور دور تک ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ اور پھر اُسے ملایت کے ٹیلوں کے درمیان ایک چھوٹا سا راستہ شمال کی طرف مڑتا کھائی دیا۔ یہ راستہ اس قسم کا تھا جیسے بکثرت کاریں چلنے کی وجہ سے د بخود بن گیا ہو۔

"میرا خیال ہے میں راستہ بھول گیا ہوں" ــــ عمران نے سوچا ور پھر کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس نے کار اس کچے راستے کی رف موڑ دی۔

کافی آگے جانے کے بعد اچانک وہ راستہ بھی غائب ہو گیا۔ اب ہر طرف ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں ریت کے اونچے اونچے ٹیلے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"کمال ہے کہیں میلہ دیکھتے دیکھتے میں پھر بچپن کی حدود میں تو داخل نہیں ہو گیا کہ راستہ ہی بھول گیا" ــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کسی سے راستے کے متعلق معلوم کرے گا۔ مگر وہاں دور دور تک کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک بڑے سے ٹیلے کی طرف بڑھ

اور پھر وہ تیزی سے ٹیلے پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید کوئی آدمی یا کوئی بھولا بھٹکا جوڑا دکھائی دے جائے۔ اور پھر ٹیلے پر چڑھتے ہی وہ چونک پڑا۔ دور اسے ایک کیبن کی چھت دکھائی دے رہی تھی۔ کیبن کے روشندانوں سے روشنی کی کرنیں صاف چمک رہی تھیں۔

عمران ایک طویل سانس لے کر نیچے اترا۔ اسے خوشی تھی کہ کم از کم اب وہ زیادہ دیر بھٹکنے سے بچ جائے گا۔ اس نے کیبن کا حدود اربعہ ذہن میں بٹھا لیا تھا۔ اس لئے اس نے کار کو اندازے کے مطابق کیبن کی طرف دوڑانا شروع کر دیا۔ اور پھر جب وہ ایک ٹیلے کی آڑ سے نکل کر کیبن کے قریب پہنچا تو اچانک چونک پڑا۔ کیبن کے دروازے کے سامنے دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے کار روکی اور پھر دروازہ بند کئے وہ دوڑتا ہوا کیبن کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اسے سائیلنسر لگے ریوالور کے فائر کی آواز سنائی دی۔ اور ساتھ ہی ایک زوردار چیخ بھی۔ عمران نے رفتار تیز کر دی اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ کیبن کے قریب پہنچ گیا۔ اب وہاں گتھم گتھا ہونے والے دونوں آدمی علیحدہ علیحدہ پڑے تھے۔ جب کہ ان میں سے ایک بے حس حرکت ہو چکا تھا مگر دوسرے کا جسم ہولے ہولے حرکت کر رہا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے حرکت کرتے ہوئے جسم کو جو سینے کے بل ریت پر الٹا پڑا ہوا تھا سیدھا کیا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔ یہ سر رحمان تھے عمران کے ڈیڈی۔

"ڈیڈی آپ" ——— عمران بری طرح چیخ پڑا۔ اس نے ایک ہی

نظر میں دیکھ لیا تھا کہ سر رحمان کے سینے میں گولی لگی ہے اور وہ موت کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں۔ ان کے سینے سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ ان کی حالت انتہائی نازک تھی۔

عمران نے جھپٹ کر انہیں اٹھایا اور پھر تیزی سے کیبن کے اندر گھستا چلا گیا۔ سر رحمان کی آنکھیں اب اوپر کو چڑھنا شروع ہو گئی تھیں۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا رہا ہو۔ مگر سر رحمان کی حالت بتا رہی تھی کہ اگر عمران نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا تو وہ ہمیشہ کے لئے ان سے روٹھ جائیں گے۔

"ڈیڈی میں آپ کو مرنے نہ دوں گا" ——— عمران نے ایک جھٹکے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر اس کی تیز نظریں کیبن کا جائزہ لینے لگیں۔ چند ہی لمحوں میں اس نے اپنے مطلب کی چیزیں دیکھ لیں۔ ایک کونے میں میڈیکل باکس موجود تھا۔ عام طور پر دور دراز کیبنوں میں خاص طور پر ایسے باکس رکھے جاتے ہیں تاکہ ایمرجنسی میں انہیں استعمال کیا جا سکے۔

عمران نے جھپٹ کر باکس اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس نے اطمینان کی ایک سانس لی۔ میڈیکل باکس فوری ضرورت کے لئے کافی تھا۔ عمران تیزی سے مڑا اور پھر ملحقہ غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے وہاں کونے میں پڑی ہوئی ایک بالٹی اٹھائی۔ بالٹی پانی سے آدھی بھری ہوئی تھی۔

عمران نے بالٹی اٹھائی اور بستر کے قریب رکھ دی۔ اور دوسرے لمحے میڈیکل باکس سے اس نے دستانے نکال کر پہنے اور پھر اس نے

ایک تیز نشتر اٹھا کر زخم کو کاٹنا شروع کر دیا۔ عمران کے ہاتھ انتہائی
تیزی اور مہارت سے اپنا کام کر رہے تھے۔ اور وہ سر رحمان کے آپریشن
میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جسم کے اندر گھستی ہوئی گولی
باہر نکال لی اور پھر اس نے زخم پر ایک سلوشن لگا کر اس پر بڑی مہارت
سے بینڈیج کر دی۔ اب خون بہنا بند ہو گیا تھا۔

عمران نے دستانے اتارے اور پھر سر رحمان کی نبض چیک کی۔
نبض انتہائی سست تھی۔ عمران نے میڈیکل باکس سے ایک انجکشن نکال
کر سر رحمان کے بازو میں لگایا۔ اور نبض چیک کرنی شروع کر دی۔
فی الحال وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا تھا۔ اور پھر اس نے ایک اور
انجکشن لگایا۔ اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار
چھا گئے۔ سر رحمان کی حالت آہستہ آہستہ خطرے سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔
کچھ تو بروقت طبی امداد اور زیادہ تر سر رحمان کی اپنی قوت مدافعت نے
کام کیا تھا۔ اور نبض کی رفتار ابھرتی چلی آ رہی تھی۔ مگر اس کے باوجود عمران
سمجھتا تھا کہ ابھی وہ پوری طرح خطرے سے باہر نہیں آئے کسی بھی لمحے ان
کی حالت بگڑ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے احتیاط سے انہیں اٹھایا اور پھر لا کر
اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اس نے کیبن سے کمبل اور گدے لا کر انہیں
اس طرح سر رحمان کے جسم کے ارد گرد جما دیا کہ دھچکا لگنے سے سر رحمان
کو زیادہ جھٹکا نہ لگے اور پھر اس نے کار بیک کی اور اُسے خاصی تیز رفتاری
سے واپس موڑا۔ اب اُسے وہ راستہ نظر آ رہا تھا جدھر سے مجرموں کی
کار آئی تھی۔ کھلی ہوئی چاندنی میں ٹائروں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔
عمران ان ٹائروں کے نشان پر کار دوڑاتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں آندھیاں

سی چل رہی تھیں اس نے دو نوجوانوں کی لاشیں کیبن سے باہر پڑی ہوئی دیکھ
لی تھیں۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ سر رحمان نے نجانے کس قدر جان لیوا
کشمکش کے بعد ان پر قابو پایا ہوگا۔ اور جب کہ اس کے والد اس قدر خوفناک
اور جان لیوا کشمکش میں مبتلا تھے وہ ساحل پر میلہ دیکھتا پھر رہا تھا۔ اب
یہ بھی قدرت کا اتفاق ہی تھا کہ وہ راستہ بھول کر ادھر آ نکلا ورنہ۔۔۔۔
اور وہ ورنہ کے بعد کچھ نہ سوچ پا رہا تھا۔

اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ شاید یہ قدرت کا کوئی خفیہ نظام تھا جس
کے تحت اچانک میلے کے دوران اس پر بیزاری سی چھا گئی۔ اور وہ زبردستی
وہاں سے نکل آیا۔ حالانکہ عمران ایسا آدمی تھا جو ایسے میلوں سے بھاگنے کی
بجائے خود ہی محفلوں کا مرکز بن جاتا تھا۔ مگر آج نجانے کیا بات تھی کہ بس
اچانک اس کی طبیعت بیزار ہو گئی۔ اور اس طرح قدرت اُسے کھینچ کر خود
ہی اس کیبن تک لے آئی جہاں سر رحمان موت اور زندگی کی کشمکش میں
مبتلا تھے۔

ٹائروں کے نشان پر چلتے چلتے وہ سڑک پر پہنچ گیا۔ اور پھر ایک آدمی
سے ہسپتال کا پتہ پوچھ کر وہ انتہائی تیز رفتاری سے ہسپتال کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔

فیاض تقریباً رات گئے تک شہر میں پیدل چلتا رہا۔ پیدل چلتے چلتے اس کی ٹانگیں سوج گئی تھیں مگر عمران نے اس سے نہ ہی ٹکرانا تھا اور نہ ٹکرایا۔ آخر رات گئے جب وہ تھکن سے اتنا چُور ہو گیا کہ اب اس سے ایک قدم بھی پیدل نہ چلا جا رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر ایک بار میں گھس گیا۔ تاکہ شراب پی کر تھکن دور کر سکے۔

یہ ایک چھوٹا سا بار تھا۔ جس میں تقریباً تمام میزیں پُر تھیں۔ اس لئے فیاض کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوتے سٹول پر ہی جم گیا۔

"ڈبل وسکی" ——— فیاض نے تھکے تھکے لہجے میں کاؤنٹر پر کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کاؤنٹر مین کچھ دیر اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک جام ڈبل بنا کر فیاض کے آگے رکھ دیا۔ فیاض نے ندیدوں کی طرح جام اٹھایا اور پھر بغیر سانس لیئے پیتا چلا گیا۔ جام ختم کر کے اُس نے اُسے میز پر رکھا اور اس بار قدرے تیز آواز میں کہا۔

"ایک اور ڈبل لگا دو" ——— فیاض کے چہرے پر ہلکی ہلکی سرخی

سی چھا گئی تھی۔

کاؤنٹر مین نے ایک اور جام بھر کر اس کے سامنے رکھ دیا اور اس بار فیاض نے آہستہ آہستہ چسکیاں لینی شروع کر دیں۔

"آپ کہاں کے رہنے والے ہیں" ——— کاؤنٹر مین نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے فیاض سے پوچھا۔

"پاکیشیا کا رہنے والا ہوں بھائی ——— میں وہاں انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں" ——— فیاض نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پھر تو آپ اپنے ملک کے اعلیٰ افسر ہوتے" ——— کاؤنٹر مین کا لہجہ قدرے طنزیہ تھا۔

"اس میں کیا شک ہے" ——— فیاض نے سینہ پھلاتے ہوتے جواب دیا۔

"یہاں کیسے آنا ہوا" ——— کاؤنٹر مین نے دلچسپی سے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بوتل کھول کر فیاض کا باقی ماندہ جام بھی بھر دیا۔

"شکریہ ——— دراصل میں اس ملک میں ایک اہم مشن پر آیا ہوں۔ انتہائی اہم اور خفیہ مشن" ——— فیاض نے بڑے بڑے گھونٹ لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ کسی سمگلر کے پیچھے آئے ہوں گے آپ" ——— کاؤنٹر مین نے کہا۔

"ارے نہیں ——— سمگلر میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کان ادھر لاؤ" شراب فیاض پر اب پوری طرح چڑھ چکی تھی۔

کاؤنٹر مین نے کان اس کے لبوں کے قریب کر دیا۔

دہشت گرد تنظیم کے خاتمے کے لئے آیا ہوں" ـــــ فیاض نے بڑے راز دارانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اتنا بڑا مشن ـــ پھر کوئی کامیابی ہوئی" ـــــ کاؤنٹر مین کے چہرے پر اب مرعوبیت کے آثار نمایاں تھے۔

"ہاں میں ان کے قریب پہنچ چکا ہوں۔ تمام ٹیم میری نظروں میں ہے مگر ان کا سرغنہ نہیں مل رہا۔ سرغنہ مل جائے تو چٹکی بجاتے پوری تنظیم کو مسل کر رکھ دوں" ـــــ فیاض نے کہا۔

"اگر آپ کچھ رقم دلائیں تو سرغنہ کا پتہ میں بتا دیتا ہوں" ـــ کاؤنٹر مین نے بڑے راز دارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اس کا علم ہے" ـــــ فیاض نشے میں ہونے کے باوجود چونک پڑا۔

"ہاں مجھے علم ہے مگر میں اس کی پوری قیمت وصول کرنا چاہتا ہوں" کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

"اوہ مجھے بتاؤ کتنی قیمت چاہتے ہو" ـــــ فیاض کے لئے دل میں ابھرنے والی مسرت دبانا اب مشکل ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بیٹھے بٹھائے دہشت گرد کے سرغنہ کا پتہ چل رہا تھا۔ اور پھر وہ اُسے پکڑ لیتا اور ٹائیں ٹائیں فش پوری تنظیم قابو میں آجاتی۔ اُسے ترقی مل جاتی اور عمران پر بھی ہمیشہ کے لئے رعب پڑ جاتا۔

"ایک لاکھ پونڈ" ـــــ کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

"ایک لاکھ پونڈ ـــ کیا کہہ رہے ہو بھئی ـــ میں یہاں پردیسی ہوں میری جیب میں تو صرف دو سو پونڈ ہیں بھلا ایک لاکھ پونڈ کہاں سے

دے سکتا ہوں" ـــــ فیاض نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ راز بہت قیمتی ہے" ـــــ کاؤنٹر مین نے بھی سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"ہے تو قیمتی مگر بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں تمہاری مہربانی ہوگی دو سو پونڈ لے لو اور بتا دو" ـــــ فیاض نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

"چلو تم بھی کیا یاد کرو گے ـــ نکالو دو سو پونڈ" ـــــ کاؤنٹر مین نے کہا اور فیاض نے جلدی سے جیب سے بٹوہ نکالا اور اس میں موجود تمام رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"پتہ نوٹ کر لو اور سنو کسی کو بتانا نہیں ورنہ میں مارا جاؤں گا" ـــــ کاؤنٹر مین نے نوٹ اٹھا کر تیزی سے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ارے تم بے فکر رہو مجھے معلوم ہے۔ تم پر آنچ نہیں آنے کی" ـــ فیاض نے کہا۔

"گیارہ سپر کالونی پتہ ہے اور نام ہے برکلے گرے" ـــــ کاؤنٹر مین نے فیاض کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا واقعی" ـــــ فیاض کو شاید یقین نہ آرہا تھا کہ اتنی آسانی سے سرغنہ کا نام و پتہ مل سکتا ہے۔

"بالکل صحیح کہہ رہا ہوں" ـــــ کاؤنٹر مین نے اُسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ـــ اور سنو اب میرے پاس مزید پیسے نہیں ہیں وہسکی کی قیمت ادا کرنے کے لئے" ـــــ فیاض نے کہا۔

"کوئی بات نہیں یہ میری طرف سے تحفہ سمجھ لیجئے" ـــ کاؤنٹر مین

نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ ——— میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا" ——— فیاض نے پرجوش لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا۔ اسی خوشی میں اس نے اپنے پیچھے ابھرنے والا کاؤنٹرمین کا زوردار قہقہہ بھی نہ سنا جو اس نے فیاض کے جاتے ہی لگایا تھا۔ اب غریب فیاض کو کیا علم کہ وہ ایک ایسے ملک میں پہنچا ہوا تھا جہاں ہر شخص پیسے کمانے کے لئے دوسرے کو بے وقوف بنانے پر مستعد رہتا ہے۔ باہر نکل کر اس نے ایک اندھیری جگہ تلاش کی اور پھر وہ واچ ٹرانسمیٹر پر سر رحمان کو کال کرنے میں مصروف ہوگیا تاکہ انہیں اپنا عظیم کارنامہ بتا کر داد وصول کر سکے۔ مگر لگاتار کوششوں کے باوجود دوسری طرف سے رابطہ قائم نہ ہو سکا اور ہوتا بھی کیسے۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ سر رحمان اس وقت ہسپتال میں موت اور زندگی کی کش مکش میں مبتلا پڑے ہوئے ہیں۔ اور مجرموں کے ساتھ جدوجہد میں وہ گھڑی بھی ٹوٹ گئی تھی جس میں ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔

جب کافی دیر کی کوششوں کے بعد سر رحمان سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تو اس نے جھنجھلا کر گھڑی سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ وہ پہلے سرغنہ پر قابو پالے پھر سر رحمان کو بتائے اس طرح داد کچھ زیادہ ہی وصول ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے جیبیں ٹٹولیں اور پھر ایک جیب میں مڑا تڑا رکھا ہوا سو پونڈ کا نوٹ اس کے ہاتھ لگ ہی گیا۔ فیاض نے ہنگامی صورت حال کے لئے یہ نوٹ علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ اور وہ اب دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ اس نے کاؤنٹرمین کو کیسے بے وقوف بنایا کہ

اُسے پتہ ہی نہیں چلنے دیا کہ اس کے پاس سو پونڈ اور ہیں اور ایک لاکھ پونڈ کا راز دو سو پونڈ میں حاصل کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد اُسے ایک خالی ٹیکسی نظر آگئی اس نے جلدی سے ہاتھ دے کر اُسے روکا اور پھر پچھلی نشست پر بیٹھ کر بڑے تحکمانہ لہجے میں ڈرائیور سے کہا "سپر کالونی لے چلو"

"بہتر جناب" ——— ڈرائیور نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

تقریباً پندرہ منٹ تک مختلف سڑکوں پر سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوگئی۔

"کہاں اترنا ہے آپ نے" ——— ڈرائیور نے مڑ کر فیاض سے پوچھا۔

"سپر کالونی کے چوک پر اتار دینا" ——— فیاض نے جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے تھوڑی دور آگے ٹیکسی بڑھا کر ایک چوک پر روک دی۔ فیاض نیچے اترا۔ اور نوٹ ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔ ڈرائیور نے میٹر دیکھ کر کرایہ کاٹا اور پھر باقی رقم فیاض کے حوالے کر دی۔ فیاض نے رقم جیب میں رکھی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ وہاں کی کوٹھیوں کے نمبر دیکھ رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دور چل کر اُسے گیارہ نمبر کوٹھی نظر آگئی یہ ایک عالی شان عمارت تھی جس کی دیواریں خاصی اونچی تھیں۔ کوٹھی کا گیٹ بند تھا اور اندر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

سرد ہوا لگنے اور پیٹ بھر کر وسکی پینے کی وجہ سے فیاض کا نشہ اب پورے عروج پر تھا۔ اس کا ذہن بار بار بھٹک جاتا۔ مگر وہ اُسے بار بار

سر جھٹک کر سنبھال لیتا۔

کوٹھی نمبر گیارہ نظر آتے ہی فیاض تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا۔ اور پھر نجانے اس کے دماغ میں کیا آئی کہ اس نے گیٹ پر لگے ہوئے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک تومند نوجوان باہر نکل آیا وہ بڑی حیرت سے فیاض کو دیکھ رہا تھا۔

"فرمایئے" ۔۔۔ نوجوان نے فیاض کو سر سے پیر تک غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"برکلے کرے یہیں رہتے ہیں" ۔۔۔ فیاض نے ذہن پر زور ڈال کر نام یاد کرتے ہوئے پوچھا۔

"برکلے کرے ۔۔۔ وہ کون ہے۔ یہاں تو مسز کینیڈی رہتی ہیں" ۔۔۔ نوجوان نے حیران ہو کر جواب دیا۔

"مسز کینیڈی ۔۔۔ مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ یہاں برکلے کرے رہتے ہیں۔ دہشت گرد تنظیم کے سرغنہ" ۔۔۔ فیاض نے اس بار لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

شراب نے آخر کار اس کے ذہن پر مکمل قبضہ کر ہی لیا تھا۔ اس لئے وہ بغیر سوچے سمجھے بولے چلا جا رہا تھا۔

"دہشت گرد تنظیم کا سرغنہ ۔۔۔ مسٹر آپ کو نشہ چڑھنے کے بعد ہی کوٹھی نظر آئی تھی۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اور کسی گٹر میں جا گرو ۔۔۔ خواہ مخواہ رات کو آ کر پریشان کیا" ۔۔۔ نوجوان نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا اور پھر واپس پھاٹک کے اندر جا کر کھڑکی بند کر دی۔

"کمال ہے دو سو پونڈ بھر کر پتہ حاصل کیا مگر یہاں وہ رہتا ہی نہیں کمال ہے" ۔۔۔ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر لڑکھڑاتا ہوا واپس مڑنے لگا۔

ابھی وہ چند قدم ہی دور گیا ہو گا کہ اچانک ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی۔

"فیاض" ۔۔۔ ٹیکسی میں سے کسی نے اسے آواز دی اور فیاض نشے میں ہونے کے باوجود بھی اچھل پڑا۔ کیونکہ وہ آواز پہچان گیا تھا۔

"عمران تم" ۔۔۔ فیاض نے تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"کہاں گھومتے پھر رہے ہو" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"گھومتا پھر رہا ہوں۔ سارے شہر میں تمہیں تلاش کیا جب تم نہ ملے تو میں ایک بار میں جا گھسا۔ جہاں کاؤنٹر مین نے دو سو پونڈ لے کر مجھے دہشت گرد کے سرغنہ کا نام و پتہ بتایا۔ گیارہ سپر کالونی نام برکلے کرے اور میں یہاں آ گیا۔ یہاں آ کر پتہ چلا کہ گیارہ سپر کالونی میں تو کوئی مسز کینیڈی رہتی ہے۔ ہوں" ۔۔۔ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسز کینیڈی" ۔۔۔ عمران بری طرح چونک پڑا۔ اور پھر وہ چیخ پڑا "ڈرائیور ٹیکسی روکو۔"

اور ٹیکسی ڈرائیور نے پھرتی سے ٹیکسی ایک طرف کر کے بریک مار دی۔

بلیک زیرو نے دہشت گرد کی فائل حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اپنے ہوٹل آکر اس فائل کا مطالعہ کیا ۔ فائل میں یوں تو دہشت گرد کے متعلق کافی مواد موجود تھا مگر یہ تمام فائل دہشت گرد کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں کی رپورٹوں پر مشتمل تھا ۔ اس فائل کو پڑھنے کے بعد بلیک زیرو کو احساس ہوا کہ دہشت گرد کتنی خوفناک اور جدید اسلحہ سے لیس تنظیم ہے ۔ فائل سے پتہ چلتا تھا کہ دہشت گرد نے صرف دو ماہ کی مدت میں ویسٹ ہارف جیسے طاقت ور ملک کو تقریباً تباہ کر کے رکھ دیا ہے ۔ انہوں نے بے پناہ تباہی پھیلائی تھی ۔ ان میں سے کچھ لوگ پکڑے بھی گئے تھے مگر انہوں نے کچھ بتانے سے پہلے خودکشی کر لی تھی ۔ اس لئے انٹیلی جنس جس نے یہ فائل مرتب کی تھی دہشت گرد کے متعلق ابھی تک اندھیرے میں تھی ۔

بہرحال پوری فائل پڑھنے کے باوجود بلیک زیرو کو کوئی ایسا کلیو نہ مل سکا جس سے وہ اس تنظیم پر ہاتھ ڈال سکتا ۔ چنانچہ اس نے فائل ایک

طرف رکھی اور سوچنے لگا کہ اس کا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیئے ۔ عمران سے وہ وعدہ کر کے آیا تھا کہ وہ جاتے ہی دہشت گرد کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا ۔ مگر یہاں آنے کے بعد اُسے کوئی ایسا کلیو ہی نہ مل رہا تھا جس سے وہ دہشت گرد تک پہنچ سکتا ۔ اس نے جولیا کی مدد سے عمران کی لائی ہوئی ایجنٹ مس سوزی سے دہشت گرد کے چیف سے جو رابطہ قائم کیا تھا ۔ اس کی چیکنگ کے بعد اس کو یہی معلوم ہوا تھا کہ یہ کال کیڈی آرٹ گیلری سے کی گئی تھی ۔ اس طرح اس نے صفدر کے ذریعے کیڈی آرٹ گیلری کی مالکہ مسز کیڈی سے ہیڈ کوارٹر کی معلومات حاصل کیں مگر مسز کیڈی نے صفدر کو ڈاج دے دیا اور غلط پتہ بتا دیا ۔ اب ظاہر ہے مسز کیڈی دھوکہ دینے کے بعد وہاں تو نہیں مل سکتی ۔ وہ ضرور غائب ہو گئی ہو گی ۔

پھر اس نے سوچا کہ آرٹ گیلری تو دکان ہے ظاہر ہے مسز کیڈی کسی اور جگہ رہتی ہو گی اور جہاں وہ رہتی ہو گی وہاں سے شفٹ نہیں ہوئی ہو گی ۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اس کا پتہ صفدر کو معلوم نہیں ہو گا ۔ چنانچہ فوراً ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مسز کیڈی کی رہائش گاہ معلوم کرے اور پھر اسے وہاں سے اغوا کر کے خود ہی اس سے ہیڈ کوارٹر کا اصل پتہ معلوم کرے ۔ ہو سکتا ہے اس طرح وہ مجرموں تک پہنچ جائے ۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ عمران انہیں بھیجنے کے بعد خود بھی یہاں پہنچ گیا ہے ۔ مگر سر جان گیبل اور صفدر کے درمیان ہونے والی گفتگو واچ ٹرانسمیٹر پر سننے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ عمران کو ابھی کسی کلیو کا علم نہیں ہے ۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ عمران سے پہلے مجرموں پر ہاتھ ڈال دے ۔

وہ تیزی سے اٹھا اور فائل اٹھا کر اس نے کچھ دیر سوچا پھر فائل ایک لفافے میں بند کر کے اس نے اس پر سرجان گیبل کا پتہ لکھا اور تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل سے باہر آ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ترقی یافتہ ملک میں ایسے ادارے موجود ہیں جو مختلف چیزیں اپنے آدمیوں کے ذریعے معمولی سا خرچہ لے کر دوسروں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ ایسے اداروں کو یہاں بار و شاپس کہتے ہیں۔ اسی لئے اس نے ہوٹل ویٹر سے قریبی بار و شاپ کا پتہ پوچھ لیا تھا۔ بار و شاپ ہوٹل سے تھوڑی ہی دور موجود تھی۔ اس نے فائل کاؤنٹر پر دی اور کچھ رقم دے کر کہا کہ یہ پارسل اس پتے پر ابھی پہنچا دیا جائے۔

اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور سیدھا ہیڈ پوسٹ آفس پہنچ گیا۔ ہیڈ پوسٹ آفس چوبیس گھنٹے کھلا رہتا تھا۔ کیونکہ یہاں دن اور رات میں دو تین بار ڈاک تقسیم کی جاتی تھی۔ ہیڈ پوسٹ آفس پہنچ کر وہ انکوائری کلرک سے ملا۔

" مسٹر میں باہر سے آیا ہوں۔ میں نے پامالا بازار میں موجود کیڈی آرٹ گیلری کی مسز کیڈی سے ایک ایمرجنسی کام کے لئے ملنا ہے۔ مگر میری کار راستے میں خراب ہو گئی تھی اس لئے میں دن کے وقت نہ پہنچ سکا۔ اب گیلری بند ہو چکی ہے اور مجھے ان کی رہائش گاہ کا علم نہیں کیا آپ ان کی رہائش گاہ کا پتہ بتا سکتے ہیں " ـــــ بلیک زیرو نے کلرک کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" آپ ایڈریس سیکشن میں چلے جائیں وہاں سے آپ کو پتہ مل جائے گا۔ روم نمبر بارہ " ـــــ انکوائری کلرک نے مہذب لہجے میں جواب

دیا اور بلیک زیرو اس کا شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔ جلد ہی وہ روم نمبر بارہ میں موجود آدمی سے وہی کہانی دہرا رہا تھا۔

" ابھی بتا دیتا ہوں جناب ـــــ آپ صحیح جگہ پر پہنچے ہیں " ـ کلرک نے کہا اور اس نے ایک ضخیم فائل کھولی اور اس کے ورق الٹنے لگا۔ تھوڑی دیر تک مختلف فائلیں دیکھنے کے بعد اس نے ایک جگہ انگلی رکھ دی۔

" یہ لیجئے پتہ نکل آیا۔ گیارہ سپر کالونی " ـــــ کلرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بہت بہت شکریہ " ـــــ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر خاموشی سے ایک چھوٹا سا نوٹ کلرک کی طرف بڑھا کر وہ مڑا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ مسز کیڈی کا پتہ معلوم کر چکا تھا۔ پوسٹ آفس سے باہر نکل کر اس نے ٹیکسی پکڑی اور پھر اُسے سُپر کالونی چلنے کا کہہ کر وہ اطمینان سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ابھی ٹیکسی تھوڑی ہی دور گئی ہو گی کہ اُسے دُور سے سڑک پر جاتی ہوئی کاروں کی قطاریں ایک طرف رکی نظر آئیں۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور نے بھی اپنی گاڑی قطار میں سب سے پیچھے روک دی۔

" کیا ہوا " ـــــ بلیک زیرو نے پوچھا۔

" ٹریفک چیکنگ ہو رہی ہے جناب " ـــــ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

" مگر دوسری طرف سے آنے والی گاڑیاں تو بغیر چیکنگ کے آ رہی

ہیں؟" ——— بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب یہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ مکمل طور پر ٹریفک نہیں روکی جا سکتی اس لئے ایک سائیڈ روک کر چیک کی جاتی ہے" ——— ڈرائیور نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔ ظاہر ہے اب انتظار کے بغیر چارہ نہ تھا۔ گاڑیوں کی طویل قطار بتا رہی تھی کہ کم از کم ایک گھنٹہ بعد ہی نمبر آئے گا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ یہاں چیکنگ سٹاف انتہائی بااختیار ہوتا ہے۔ اور چیکنگ کے مراحل سے گزرے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر کے یہ سوچنے میں مصروف ہو گیا کہ وہ مسز کیڈی سے کس طرح اصل راز اگلوائے گا۔

"سلطان سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جناب ویسٹ ہارف سے" ——— عمران نے کہا۔

"اوہ عمران بیٹے کیا ہو رہا ہے" ——— سر سلطان کی آواز میں تازہ پن آ گیا۔

"کام ہو رہا ہے۔ میں اس وقت ویسٹ ہارف کے جنرل ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ ڈیڈی یہاں دشمنوں سے لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے ان کی جان بچی ہے۔ انہیں طویل آرام کی ضرورت ہے۔ آپ ایسا کریں کہ سفارت خانے سے کہہ کر انہیں خصوصی پرواز کے ذریعے واپس پاکیشیا بلوا لیں۔ جس قدر جلد یہ کام ہو سکے بہتر ہے تاکہ وہ پھر دشمنوں سے نہ ٹکرا جائیں۔ ابھی ڈاکٹروں نے انہیں طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی بے ہوشی کے دوران ہی وہ پاکیشیا پہنچ جائیں۔"

عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ مگر اس عمر میں انہیں براہ راست دشمنوں سے ٹکرانے کا کیا شوق چرایا تھا" ۔۔۔ سر سلطان نے پریشان لہجے میں کہا۔

"وہ ابھی اپنے آپ کو مجھ سے بھی کم عمر سمجھتے ہیں۔ بہر حال آپ فوراً ان کی واپسی کا انتظام کریں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا اچھا تم بے فکر رہو۔ میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے ایک گھنٹے بعد وہ خصوصی پرواز کے ذریعے پاکیشیا روانہ ہو رہے ہوں گے" ۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اور سنیں جب تک وہ مکمل طور پر صحت مند نہ ہو جائیں۔ آپ گھر میں اطلاع نہ دیں ورنہ اماں بی اور ثریا بے حد پریشان ہو جائیں گی" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں عمران ۔۔۔ تم بے فکر رہو" ۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ انہیں کسی قیمت پر یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے انہیں واپس بھجوایا ہے۔ بس سیکرٹ سروس کا کہہ دیں کہ اس کے کسی ممبر نے انہیں دیکھ لیا تھا اور اس کی اطلاع پر یہ کارروائی ہوئی ہے" ۔۔۔ عمران نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"او کے ۔۔۔ ارے ہاں وہ یہاں جنرل ہسپتال کے سرجیکل وارڈ کے کمرہ نمبر ایک سو دس میں ہیں نوٹ کر لیں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا" ۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"خدا حافظ" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اس وقت جنرل ہسپتال کے ٹیلی فون روم میں موجود تھا۔ سر رحمان کو یہاں لائے ہوئے اسے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ڈاکٹروں نے اب اسے یہ اطلاع دی تھی کہ سر رحمان کی حالت خطرے سے باہر ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نے یہاں سے فارن کال کر کے سر سلطان کو یہ ہدایات دی تھیں۔

وہاں سے رابطہ ختم کر کے عمران لوکل ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھا اور پھر اس نے انکوائری کا نمبر ملا کر سر جان گیبل کی رہائش گاہ کا نمبر پوچھ کر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان سے فائل کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔

"ہیلو جان گیبل سپیکنگ" ۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر جان گیبل کی آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اوہ پرنس تم کہاں چلے گئے۔ یہاں تو تمہاری عدم موجودگی میں غضب ہو گیا" ۔۔۔ سر جان گیبل کی تیز آواز سنائی دی۔

"کیا ہو گیا" ۔۔۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ اور اس کے جواب میں سر جان گیبل نے صفدر اور کیپٹن شکیل کی آمد سے لے کر روانگی تک کی تمام کہانی تفصیل سے سنا دی۔

"ابھی ابھی میری بیٹی واپس آئی ہے تو اس نے چوکیدار کو بھی کھولا ہے اور میرے کمرے کا دروازہ بھی۔ اور ہاں ابھی چند لمحے پہلے ایک بار دشاپ کا آدمی وہ فائل واپس کر گیا ہے" ۔۔۔ سر جان گیبل نے جواب دیا۔

"ان لوگوں نے آپس میں بولتے ہوئے کوئی نام لیا تھا" ۔۔۔ عمران نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کون

سرجان گیبل پہ چڑھ دوڑے ہیں اور فائل لے بھی گئے اور پھر واپس بھی

اور ہاں ان میں سے ایک نے دوسرے کو صفدر اور دوسرے نے پہلے کو شکیل کے نام سے کئی بار پکارا تھا"۔ سرجان گیبل نے جواب دیا۔

"صفدر اور شکیل ۔۔۔ کیا آپ کو پوری طرح یاد ہے"۔۔۔ عمران نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور ہاں وہ مسز کیڈی کا ذکر بھی کر رہے تھے۔ کہ میں اُسے جانتا ہوں یا نہیں"۔۔۔ سرجان گیبل نے کہا۔

"کون مسز کیڈی"۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا اور سرجان گیبل نے مسز کیڈی کے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔

"کیا مسز کیڈی کی رہائش گاہ کا آپ کو علم ہے"۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے پوری طرح تو علم نہیں ہے۔ البتہ ایک بار میری بیٹی بتا رہی تھی کہ اس نے مسز کیڈی کو سپر کالونی کی کسی کوٹھی سے نکلتے دیکھا تھا وہ شاید وہیں رہتی ہو گی"۔۔۔ سرجان گیبل نے جواب دیا۔

"سپر کالونی"۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں سپر کالونی یہ شہر سے تھوڑی دور ایک جدید رہائشی کالونی ہے"۔ سرجان گیبل نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں ایک ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔ صبح ملاقات ہو گی۔ بائی بائی"۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر ایک جھٹکے سے

ریسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایکسٹو نے یقیناً مسز کیڈی سے ٹپ ملنے کی بنا پر ہی اس کوٹھی پر چھاپہ مارا ہو گا۔ اور ان کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل مسز کیڈی نے انہیں دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر یہ پتہ بتایا ہو گا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ مسز کیڈی دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کیا جانتی ہے۔ اس کا فیصلہ مسز کیڈی سے مل کر ہی ہو سکتا تھا چنانچہ اس نے فوری طور پر سپر کالونی پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ سر رحمان کے زخمی ہونے کے بعد اس نے اپنی کارروائی تیز کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسپتال سے باہر آیا اور پھر جلد ہی ایک خالی ٹیکسی اُسے لے کر سپر کالونی کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

سپر کالونی میں داخل ہونے کے بعد ڈرائیور نے اس سے منزل مقصود کے متعلق پوچھا۔ مگر عمران خود منزل نہ جانتا تھا وہ ٹیکسی ڈرائیور کو کیا بتاتا۔

"اس کالونی کے کسی ریسٹورنٹ میں لے چلو"۔۔۔ عمران نے کہا اس نے سوچا تھا کہ شاید ریسٹورنٹ سے مسز کیڈی کی کوٹھی کا نمبر معلوم ہو جائے۔ پھر ابھی ٹیکسی تھوڑی ہی دور آگے بڑھی تھی کہ اُسے دور سے فیاض نظر آیا جو لڑکھڑاتا ہوا سڑک کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

"ڈرائیور اس آدمی کے پاس جا کر ٹیکسی روک لو"۔۔۔ عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور قریب جانے پر اس نے فیاض کو آواز دے کر ٹیکسی میں سوار کر لیا اور پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا کہ فیاض بُری طرح پیئے ہوئے ہے۔ مگر جب فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے مسز کیڈی کا نام لیا تو وہ چونک پڑا۔

"روکو ڈرائیور گاڑی روکو"۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور

نے بوکھلا کر گاڑی فٹ پاتھ کے قریب لگا کر روک دی۔

عمران کار رکتے ہی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اور میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کرنے لگا۔

"ارے کیا ہوا یار چلو ہوٹل چلتے ہیں میں بہت تھک چکا ہوں" ۔۔۔ فیاض نے اندر بیٹھے بیٹھے کہا۔

"کس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہو" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہوٹل آرگنزا کمرہ نمبر ایک سو بارہ" ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"ڈرائیور ۔۔۔ اسے ہوٹل پہنچا دو" ۔۔۔ عمران نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"مگر تم" ۔۔۔ فیاض نے چونک کر کہا۔

"اس وقت تم نشے میں ہو۔ صبح آؤں گا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور فیاض نے بھی سر ہلا دیا۔ شاید وہ بھی اس وقت سونے کے موڈ میں ہی تھا۔ اور گاڑی ڈرائیور نے آگے بڑھا دی۔

عمران گاڑی کے آگے بڑھتے ہی تیزی سے واپس مڑا۔ اور پھر جلد ہی اُسے گیارہ نمبر کوٹھی نظر آ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد ہی پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک قوی ہیکل نوجوان باہر نکل آیا۔

"مسٹر کیڈی سے کہیں کہ پرنس آف ڈھمپ ملاقات کے لئے آئے ہیں" ۔۔۔ عمران نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ" ۔۔۔ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں پرنس آف ڈھمپ ۔۔۔ جلدی جا کر ان سے کہو۔ مجھے جلدی ہے" ۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر مسٹر کیڈی تو یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ کل کی ملک سے باہر جا چکی ہیں۔ شاید ایک ہفتے بعد آئیں" ۔۔۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ ان کی ملاقات طے ہے" ۔۔۔ عمران نے زور دے کر کہا۔

"کوڈ بتایئے" ۔۔۔ نوجوان نے گھورتے ہوئے کہا۔

"کوڈ ۔۔۔ کیسا کوڈ ۔۔۔ بھائی میں نے تو ان کے ہاتھ ایک قیمتی تصویر فروخت کرنی ہے اور بس" ۔۔۔ عمران نے چہرے پر شدید حیرت کے آثار ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ صبح تشریف لے آئیں اس وقت ملاقات ناممکن ہے" ۔۔۔ نوجوان نے بڑے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ صبح تک تو حالات ہی بدل جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ تصویر ہی میرے پاس نہ رہے پلیز میری ملاقات کرا دیجئے" عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

نوجوان اُسے چند لمحوں تک بغور دیکھتا رہا۔

"اچھا چلئے آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ آپ ایسا کریں تیئس ہال روڈ چلے جائیں مسٹر کیڈی وہاں ہیں" ۔۔۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

مگر عمران نے نوجوان کی آنکھوں میں سے جھلکنے والے تمسخر کو چیک کر لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ نوجوان نے اُسے ٹالنے کے لئے ایک غلط پتہ بتا دیا ہے۔

"تینتیس ہال روڈ" ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا

"ہاں ـــ ان سے ملاقات وہاں ہوسکتی ہے" ـــــ نوجوان نے جواب دیا اور پھر واپس پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

"سنو مسٹر ـــ وہاں کوئی کوڈ وغیرہ کا چکر تو نہیں ہوگا" ـــــ عمران نے اُسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں کوڈ کے بغیر تو آپ کی ملاقات نہیں ہوسکتی۔ وہاں جا کر آپ کوڈ "ایگل" کہیئے آپ کی ملاقات ہوجائے گی" ـــــ نوجوان نے مڑ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بب ـــ بہت شکریہ بھائی۔ تمہاری بڑی مہربانی اور سنو" ـــــ عمران نے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہے" ـــــ نوجوان نے جھلا کر پوچھا۔

"پپ پانی ـــ پانی مل جائے گا۔ مجھے بے حد پیاس لگی ہے" ـــــ عمران نے پھاٹک کے قریب پہنچتے ہوئے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پانی ـــ ٹھیک ہے آپ یہاں ٹھہریں میں پانی لے آتا ہوں" ـــــ نوجوان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا اور پھاٹک کے اندر غائب ہوگیا۔ اس کے اندر جاتے ہی عمران بھی تیزی سے اس چھوٹی کھڑکی میں گھستا چلا گیا۔

یہ ایک کافی بڑی کوٹھی تھی۔ کوٹھی کے اندر ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف گیٹ کے قریب ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ اور نوجوان اس کیبن میں گھستا ہوا تھا۔ عمران بھی اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا۔ نوجوان ایک کولر میں سے گلاس میں پانی انڈیل رہا تھا۔ عمران نے جیسے ہی قدم اندر رکھا نوجوان آہٹ

سن کر تیزی سے سیدھا ہوا۔ گلاس ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

"تم اندر کیوں آئے ہو" ـــــ نوجوان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"دیکھو مسٹر ـــ مجھے سیدھی طرح بتادو کہ مسٹر کیڈی کہاں ہے۔ ورنہ میں پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کردیتا ہوں" ـــــ عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور سامنے کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"بب ـــ بتا تو دیا ہے" ـــــ نوجوان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ شاید یہ عمران کے لہجے کا اثر تھا یا اس کے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی کا۔

اور دوسرے لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا اور نوجوان ایک جھٹکا کھا کر پہلو کے بل جھک گیا۔ اس کا دایاں کان آدھا اڑ گیا تھا۔ سائیلنسر لگے ریوالور سے صرف شعلہ بلند ہوا تھا۔

"بتاؤ ـــ ورنہ اس بار گولی کھوپڑی میں اتر جائے گی" ـــــ عمران نے پہلے سے زیادہ خوفناک لہجے میں کہا۔

"مسٹر کیڈی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ چیف باس نے اُسے وہاں بلالیا ہے" ـــــ نوجوان نے کان پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

"اور ہیڈ کوارٹر کہاں ہے جلدی بتاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"مم ـــ مجھے معلوم نہیں ورنہ......" ـــــ نوجوان نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اُسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عمران کے سائیلنسر

گئے ریوالور سے ایک اور شعلہ نکلا اور نوجوان کا بایاں کان جڑ سے غائب ہو گیا۔

"بتاؤ جلدی......." ____ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"گرین پنچ پر لال کوٹھی" ____ نوجوان نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوڈ بتاؤ" ____ عمران نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"کوڈ" ____ "میڈان شیفلیڈ" ہے" ____ نوجوان نے جواب دیا۔

عمران نے اس کی آنکھوں میں سچائی کی جھلکیاں دیکھیں تو اس نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور اس بار گولی ٹھیک نوجوان کی پیشانی پر پڑی اور وہ بغیر کوئی آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔

عمران اس کے مرتے ہی تیزی سے مڑا اور پھر بھاگتا ہوا پھاٹک سے باہر نکل آیا۔ اس نے نوجوان کا خاتمہ اس لئے کر دیا تھا تاکہ وہ اس کے متعلق کسی کو اطلاع نہ دے سکے۔

پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے وہ چوک کے نزدیک ہوتا چلا گیا۔ تاکہ وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ سکے۔

تیز سیٹی کی آواز سنتے ہی نقاب پوش نے چونک کر سر اٹھایا۔ اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے سامنے رکھے ہوئے بڑے سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہنبرلو کالنگ اوور" ____ بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر سے ایک کرخت سی آواز ابھری۔

"یس ____ ڈی جی سپیکنگ اوور" ____ نقاب پوش نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس ____ حالات ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ جزیرہ مین ھٹن میں ہمارے آدمی بری طرح ناکام ہو گئے ہیں۔ پورا سیکشن مارا گیا ہے اوور" ____ ہنبرلو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ____ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اوور" ____ نقاب پوش کے لہجے میں بے پناہ کرختگی ابھر آئی۔

"ایسا ہو گیا ہے جناب ____ شاید مخبری ہو گئی۔ سیکشن بی کے

پچیس افراد کو عین موقع پر یہاں کی سیکرٹ سروس نے گھیر لیا۔ اور پھر بے پناہ لڑائی کے بعد پورا سیکشن ختم ہو گیا اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"وہ فارمولا ابھی تک مین عشن ہیں ہے اوور" ــــ نقاب پوش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں معلوم یہی ہوا ہے اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اس پارٹی لیڈر کا کیا ہوا۔ کیا وہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے تیار ہے اوور" ــــ نقاب پوش نے کچھ دیر رک کر کہا۔

"نہیں جناب ــــ اس نے ملک کی حالت دیکھ کر قطعاً انکار کر دیا ہے اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوہ ــــ اس کا مطلب ہے ہماری تمام پلاننگ فیل ہو گئی اوور" نقاب پوش نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے جناب۔ دراصل ہماری پلاننگ کچھ ضرورت سے زیادہ گہری ہو گئی۔ ہم نے وہ فارمولا حاصل کرنے کے لئے پورا ملک تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس بنا پر پارٹی لیڈر بھاگ گئے۔ اگر اس قدر تباہی نہ ہوتی تو شاید حالات ایسے نہ ہوتے اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ دراصل ہماری پلاننگ یہ تھی کہ ملک کا اقتدار بدل کر ہم نئے وزیر اعظم سے وہ فارمولا حاصل کرتے۔ اس طرح فارمولا کی چوری بالکل راز میں رہ جاتی۔ اور ہمیں اس فارمولے کا معاوضہ بہت زیادہ مل جاتا۔ ورنہ دوسری صورت میں تمام دنیا کو اس فارمولے کے متعلق معلوم ہو جاتا۔ اور بے شمار تنظیمیں اس کے حصول کے لئے میدان میں کود پڑتیں۔ مگر اقتدار بدلنے کے چکر میں ملک تباہ ہو گیا اوور" ــــ چیف باس نے کہا۔

"بس جناب ہاتھ ذرا سخت ہو گیا۔ بہرحال اب کیا حکم ہے اوور" نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اپنی پلاننگ بدل دینی چاہیئے۔ اور اب ہمیں صرف فارمولے کے حصول پر تمام توجہ مرکوز کرنی چاہیئے اوور" ــــ چیف باس نے جواب دیا۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ ویسے بھی اب حالات ہمارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں کی سیکرٹ سروس۔ انٹیلی جنس اور پولیس بھی اب بہت زیادہ سرگرم عمل ہو گئی ہے۔ اس لئے کسی بھی لمحے کچھ ہو سکتا ہے اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے تم تمام سیکشنوں کے انچارج کو میری طرف سے ہدایات دے دو کہ آج رات دس بجے ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیں۔ ہم نئی پالیسی ڈسکس کر کے کل سے اس پر عمل شروع کر دیں گے اوور" ــــ چیف باس نے جواب دیا۔

"بہتر جناب ــــ میں ابھی تمام سیکشنز کو اطلاع دے دیتا ہوں اوور" ــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ــــ چیف باس نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ابھی اُسے ٹرانسمیٹر آف کئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ٹرانسمیٹر سے

ایک بار پھر سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ چیف باس نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اس بار ٹرانسمیٹر کے دائیں کونے پر موجود بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ آپریشن روم سے کال ہے۔ اس نے تیزی سے بٹن آن کر دیا۔

"ایس ون سپیکنگ فرام آپریشن روم سر اوور" ـــــ ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

"یس ڈی جی سپیکنگ اوور" ـــــ چیف باس نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس ـــــ فیاض کے ساتھ ہمارا رابطہ ختم ہو گیا ہے اوور" ـــــ ایس ون نے جواب دیا۔

"رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ کیا مطلب اوور" ـــــ چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"سر ـــــ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اُسے ذہنی طور پر کنٹرول کرنے کے لئے الیون تھرٹی کا انجکشن لگایا تھا۔ اور چیکنگ کے لئے اس کی گردن میں ایکس الیون فٹ کیا تھا اوور" ـــــ ایس ون نے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں مجھے یاد ہے اوور" ـــــ چیف باس نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر ـــــ ان دونوں میں ایک خامی ہے اور وہ خامی اب سامنے آ گئی ہے۔ الکحل اگر اس آدمی کے معدے میں چلی جائے تو الیون تھرٹی کا اثر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب تک الکحل کا اثر رہے ایکس الیون

بھی بیکار ہو جاتی ہے اور فیاض نے اچانک باہر کا رخ کیا اور جب تک آپریٹر مجھے بتاتا اور میں اُسے ذہنی طور پر کنٹرول کر کے شراب پینے سے باز رکھتا وہ خالص وہسکی کا گلاس حلق میں انڈیل چکا تھا۔ چنانچہ اس طرح الیون تھرٹی کا خاتمہ ہو گیا اور ساتھ ہی ایکس الیون بھی بیکار ہو گیا۔ اب نہ ہی اس کی آواز سنائی دے رہی ہے اور نہ ہی وہ سکرین پہ آ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں اوور" ـــــ ایس ون نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ تو بہت بُرا ہوا۔ ہو سکتا ہے اس دوران عمران اس سے ٹکرا گیا ہو۔ میں نے تو اس لئے ان کا استعمال کیا تھا کہ وہ ایشیا سے آیا ہے اور مسلمان ہے اور مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مگر اس کم بخت نے پی لی اوور" ـــــ چیف باس نے کہا۔

"یس سر ـــــ میرا بھی یہی خیال تھا مگر اوور......" ـــــ ایس ون نے چیف باس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے فیاض شراب پینے کے بعد اپنے ہوٹل ہی گیا ہو گا اوور" ـــــ چیف باس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے سر اوور" ـــــ ایس ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں پتہ کرتا ہوں اگر وہ ہوٹل میں ہے تو میں اُسے وہاں سے اغوا کرا کر آپریشن روم میں پہنچا دیتا ہوں۔ تم چیک کر لینا کہ آیا عمران اس سے ملا ہے یا نہیں اس کے بعد کاڈیم انجکشن لگا دینا تاکہ یہ الکحل والا مسئلہ بھی پیدا نہ ہو اوور" ـــــ چیف باس نے جواب دیا۔

"او کے سر اوور۔" ـــــ ایس ون نے جواب دیا۔

" اوور اینڈ آل ـــــ چیف باس نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے تیزی سے اس کی فریکوئنسی تبدیل کرنی شروع کر دی تاکہ وہ فیاض کے اغوا کی ہدایات دے سکے۔

تقریباً ایک گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد بلیک زیرو کی ٹیکسی چیک ہوئی اور پھر اُسے آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔

" آپ کو بہت تکلیف ہوئی جناب " ـــــ ڈرائیور نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کوئی بات نہیں ایسا ہوتا ہی ہے " ـــــ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔ چیکنگ کے بعد اس نے ٹیکسی کی رفتار خاصی تیز رکھی تھی۔ اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی۔

" یہ کالونی آ گئی ہے جناب ـــــ آپ نے کہاں اترنا ہے " ـــــ ڈرائیور نے پوچھا۔

" چوک پر اتار دو " ـــــ بلیک زیرو نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے چند لمحوں بعد چوک پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ بلیک زیرو نے کرایہ ادا کیا اور پھر اس وقت تک وہیں ٹھہرا رہا جب تک کہ ٹیکسی آگے بڑھ کر نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

ٹیکسی کے جانے کے بعد بلیک زیرو تیزی سے کوٹھیوں کی طرف بڑھا اور اس نے ان کے نمبر غور سے دیکھنے شروع کر دیئے۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ گیارہ نمبر کوٹھی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ کوٹھی کے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور سائیڈ میں بنے ہوئے کیبن سے نکلنے والی روشنی کی ایک موٹی سی چادر نے کھڑکی کو بھی روشن کر رکھا تھا۔ بلیک زیرو نے جھک کر کھڑکی سے اندر جھانکا تو پوری کوٹھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف سائیڈ کیبن میں روشنی تھی۔ بلیک زیرو قدم بڑھا کر اندر داخل ہو گیا۔ ریوالور اس نے جیب سے نکال کر ہاتھ میں سنبھال لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ کیونکہ سائیڈ کیبن کے کھلے دروازے سے کیبن میں پڑی ہوئی لاش صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ تیزی سے کیبن میں داخل ہوا تو بے اختیار ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کسی نے نوجوان کی پیشانی پر گولی مار کر اُسے ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرے لمحے بلیک زیرو کی نظریں لاش کے کانوں پر پڑیں تو وہ چونک پڑا۔

نوجوان کا دایاں کان آدھا غائب تھا جب کہ بایاں کان سرے سے اڑا دیا گیا تھا۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ کسی نے نوجوان پر تشدد کیا ہے اور پھر اُسے گولی ماردی ہے۔ بلیک زیرو نے جھک کر نوجوان کی نبض دیکھی تو اُسے محسوس ہوا کہ یہ کارروائی کچھ دیر پہلے ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ لاش ابھی تک گرم تھی۔

بلیک زیرو نے نبض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر وہاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آرہی تھی۔ کہ اچانک کیبن میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ـــــ بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ روکو بار کے کاؤنٹر مین نے مذاق مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی کو بتا دیا ہے۔ اور اس سے ایک خطرناک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تم پر چڑھ دوڑے" ـــــ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ لہجہ بے حد تحکمانہ تھا۔

"ٹھیک ہے میڈم" ـــــ بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے لہجے کا علم ہی نہ تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے لہجے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر رسیور رکھ دیا مگر دوسرے

ی لمحے اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس نے جھپٹ کر رسیور ٹھایا اور پھر تیزی سے ایکسچینج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ی رابطہ قائم ہو گیا۔

"چیف آف انٹیلی جنس سپیکنگ" ـــــ بلیک زیرو نے رابطہ قائم وتے ہی انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر" ـــــ دوسری طرف سے بولنے والی آپریٹر لڑکی نے گھبرا کر جواب دیا۔

"فوراً پتہ کر کے بتاؤ کہ نمبر الیون ڈبل ون ڈبل سکس تھری پر ابھی ابھی کہاں سے کال کی گئی ہے۔ ایمرجنسی ہے" ـــــ بلیک زیرو نے لہجے کو پہلے سے زیادہ تحکمانہ بناتے ہوئے کہا۔

"یس ـــ بہتر جناب ایک منٹ ہولڈ کیجیے" ـــــ آپریٹر نے جواب دیا اور بلیک زیرو کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ فوری طور پر ن کے ذہن نے اچھا کام کیا تھا۔ اور اس وقت اس کی وہ عادت کام ئی تھی کہ وہ جہاں بھی جاتا تھا۔ انکوائری۔ ایکسچینج کے نمبر سب سے پہلے د کر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے سنٹرل ایکسچینج کا نمبر یاد رہا تھا۔

"سر نمبر نوٹ کیجیے۔ تھری ون ڈبل زیرو تھری ون" ـــــ آپریٹر نے یک منٹ سے بھی کم عرصے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ـــ اب یہ بھی معلوم کر کے بتاؤ کہ اس نمبر کا ایڈریس کیا ہے فوراً" ـــــ بلیک زیرو نے اس بار لہجے کو قدرے نرم رکھتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ـــ آپ کو پھر ہولڈ کرنا ہوگا" ـــــ آپریٹر لڑکی کی

چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ شاید انٹیلی جنس چیف کی طرف سے شکریہ کے لفظ نے اُسے بے پناہ مسرت بخشی تھی۔

"ٹھیک ہے مگر جلدی اور صحیح صحیح معلوم کر کے بتاؤ"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"سر پتہ نوٹ کیجئے۔ تھرٹی سکس ریونیو گرین بیچ"۔۔۔ آپریٹر لڑکی نے جواب دیا۔

"پتہ صحیح ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"بالکل جناب میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے"۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا۔

"اوکے تھینک یو"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے کی طرف مڑتے مڑتے اُسے خیال آیا اور اس نے مڑ کر نوجوان کی لاش کی طرف دیکھا۔ اس کا قد و قامت بلیک زیرو جتنا ہی تھا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور پھر تیزی سے نوجوان کے کپڑے اتارنے لگا۔ مگر دوسرے لمحے وہ رک گیا کیونکہ نوجوان کے کالر پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اُسے سامنے الماری میں اسی سائز کے دوسرے کپڑے نظر آ گئے۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے وہ کپڑے اتارے اور اپنے کپڑے اتار کر وہ پہن لئے اور وہ اس کے جسم پر فٹ تھے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اس نے اپنے کپڑوں سے سامان نکال کر جیبوں میں منتقل کیا اور پھر ریڈی میڈ میک اپ باکس کھول کر مارشل کا میک اپ اپنے چہرے پر کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ میں وہ مارشل

کے میک اپ میں آ گیا۔

آئینے میں میک اپ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا کیبن سے باہر نکلا اور پھر پھاٹک سے باہر آ گیا۔ اب صرف مارشل کے لہجے کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اتنے بڑے مشن کے مقابلے میں یہ رسک معمولی ہے۔

چوک پر آ کر اس نے ایک خالی ٹیکسی پکڑی اور اُسے گرین بیچ چلنے کا کہہ کر پچھلی سیٹ پر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اور ٹیکسی تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ خوش تھا کہ کم از کم ناکام نہیں رہا۔ اور اس نے مسز کیڈی یا ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لیا ہے۔

دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل نوجوان کاندھے پر فیاض کو لادے کمرے میں داخل ہوگیا۔

"اسے سٹریچر پر لٹا دو" ــــــ سفید ایپرن پہنے ہوئے نوجوان نے تحکمانہ لہجے میں آنے والے کو کہا اور اس نے سر ہلا کر دیوار کے قریب موجود سٹریچر پر فیاض کو لٹا دیا۔

"اب تم جاؤ" ــــــ سفید ایپرن والے نے کہا۔ اور فیاض کو لے آنے والا سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی سفید ایپرن والا تیزی سے سٹریچر پر پڑے ہوئے فیاض کی طرف بڑھا۔ فیاض سٹریچر پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"ایس لو چیک کرو کہ اس کے معدے میں الکحل کی کتنی مقدار موجود ہے۔ اور اگر ہو تو اُسے واش کرو جب تک میں چیف باس کو اس کے آنے کی اطلاع کر دوں" ــــــ سفید ایپرن والے نے اپنے بائیں طرف کھڑے ہوئے نوجوان سے کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا تیزی سے

فیاض کی طرف بڑھ گیا۔

جب کہ سفید ایپرن والا ایک کونے میں نصب بڑی سی مشین کی طرف بڑھا اور پھر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں بعد مشین پر نصب سکرین روشن ہوگئی۔ پہلے تو اس پر لہریں سی کوندتی رہیں پھر ایک نقاب پوش کی تصویر ابھر آئی۔

"ایس ون سپیکنگ اوور" ــــــ سفید ایپرن والے نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یس ڈی۔ جی سپیکنگ اوور" ــــــ نقاب پوش کی کرخت آواز سنائی دی۔

"باس فیاض آپریشن روم میں پہنچ چکا ہے اوور" ــــــ ایس ون نے کہا۔

"اوہ ــــ کیا پوزیشن ہے اس کی اوور" ــــــ چیف باس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اُسے بے ہوش کر کے لے آیا گیا ہے۔ میں نے ایس۔ لو کو کہہ دیا ہے کہ وہ اس کے معدے میں موجود الکحل کی مقدار چیک کر کے اُسے واش کر دے اوور" ــــــ ایس ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے چیکنگ مشین فٹ کر کے مجھ سے اس کا رابطہ قائم کر دو۔ سوالات میں خود کروں گا اوور" ــــــ چیف باس نے کہا۔

"بہتر جناب اوور" ــــــ ایس ون نے کہا اور پھر مڑ کر اس نے ایک اور چھوٹی سی مشین کی تار کھینچ کر اس بڑی مشین کے ساتھ فٹ کی اور پھر اس چھوٹی مشین کا تار سٹریچر کے ساتھ دیوار سے نصب ایک

کافی بڑی مشین کے ساتھ لگا دیا۔

"کیا پوزیشن ہے" ـــــ ایس ون نے ایس ٹو سے پوچھا۔

"الکحل خاصی مقدار میں موجود تھی۔ میں نے ـــــ انجکشن لگا کر اُسے واش کر دیا ہے" ـــ ایس۔ ٹو نے جواب دیا۔

"چیکنگ مشین آن کر دو ـــ باس خود سوال کریں گے" ـــ ایس۔ ون نے کہا اور ایس ٹو نے پھرتی سے اس بڑی مشین کے ساتھ نصب ٹرانسپیرنٹ شیشے کے ایک بڑے خود نما کنٹوپ کو کھینچ کر سٹریچر پر پڑے ہوئے فیاض کے سر پر فٹ کر دیا۔

ایس ون نے مشین کا بٹن آن کیا اور ایک مائیک اٹھا کر کہنے لگا۔

"چیکنگ مشین آن ہے باس ـــ آپ سوالات کر سکتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارا" ـــ چیف باس کی آواز کمرے میں گونجی۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض" ـــ فیاض کے چہرے پر نصب خود والی مشین سے آواز ابھری۔

"تم شراب پینے سے پہلے کہاں تھے" ـــ چیف باس نے پوچھا۔

"میں شہر میں گھوم کر عمران کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا" ـــ فیاض نے جواب دیا۔

"عمران ملا" ـــ چیف باس نے پوچھا۔

"ہاں ملا تھا" ـــ فیاض نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو ـــ کیا عمران تم سے ملا تھا" ـــ چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں میں نے شراب پی اور پھر بار کے کاؤنٹر مین نے مجھ سے دو سو

ڈالر لے کر دہشت گرد کے سرغنے کا پتہ بتایا۔ میں فوراً وہاں پہنچا مگر وہاں موجود ایک نوجوان نے بتایا کہ یہ تو کسی مسٹر کیڈی کی کوٹھی ہے۔ میں مایوس ہو کر واپس مڑا تو مجھے عمران مل گیا۔ پھر عمران نے مجھے واپس ہوٹل بھیج دیا اور کہا کہ صبح آ کر ملوں گا" ـــ فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کیڈی کی کوٹھی ـــ کیا نمبر تھا کوٹھی کا" ـــ چیف باس کے لہجے میں بے پناہ تشویش تھی۔

"گیارہ سپر کالونی" ـــ فیاض نے جواب دیا۔

"کیا تم نے عمران کو اس کے متعلق بتایا تھا" ـــ چیف باس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں پہلے تو عمران نے مجھے ٹیکسی میں بٹھا لیا تھا مگر جب میں نے اُسے تفصیل بتائی اور مسٹر کیڈی کا نام لیا تو اس نے چونک کر ٹیکسی رکوا دی اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کو کہا کہ وہ مجھے ہوٹل چھوڑ دے اور خود وہیں رہ گیا" ـــ فیاض نے جواب دیا۔

"ایس ون" ـــ چیف باس نے اس بار ایس ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ـــ ایس ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فیاض کو کاڈیم انجکشن لگا کر واپس ہوٹل بھجوا دو اور اس کی سخت نگرانی کرو جیسے ہی عمران اس سے آ کر ملے فوراً اُسے کنٹرول میں رکھو اور مجھے اطلاع دو" ـــ چیف باس نے کہا۔

"بہتر باس" ـــ ایس ون نے جواب دیا۔

اور پھر تیزی سے اس نے مشین کا بٹن آف کر دیا۔ اور نمبر ٹو کو کاڈیم انجکشن تیار کرنے کے لئے کہا تا کہ چیف باس کے حکم کی تعمیل کی جا سکے۔

۲۲۶

سے مزید معلومات حاصل ہو سکیں۔ چنانچہ اس نے ٹیکسی پکڑی اور اُسے ہوٹل
آرگنزا چلنے کا کہہ کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار
چھائے ہوئے تھے۔ یہ شاید اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وہ یوں اندھیرے
میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ وہ
بلیک زیرو کو کال کر کے اس سے پوچھے کہ اس نے مسٹر کیڈی کا سراغ
کیسے لگایا تھا۔ شاید کوئی ایسا کلیو مل جائے۔ جس سے وہ آگے بڑھ سکے۔
پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ وہ اس معاملے میں بلیک زیرو سے
راہنمائی نہ لینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے طور پر مجرموں کو پکڑ کر اس

عمران کو چوک پر پہنچتے ہی خالی ٹیکسی مل گئی۔ اور پھر ٹیکسی نے اُسے شہر اِ فیاض کے سر باندھ دے اور پھر بلیک زیرو پر چڑھائی کر دے
زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے بعد گرین بیچ پر پہنچا دیا۔ گرین بیچ ساحل سمندر۔ وہ لوگ بالکل نکمے ہیں جب کہ فیاض جیسے آدمی نے ان کے مقابلے میں
پر بنی ہوئی ایک عظیم الشان رہائشی کالونی تھی۔ کیس حل کر لیا۔ بس اس کی ذہنی رو تھی ورنہ وہ جانتا تھا کہ بلیک زیرو کو
عمران نے ٹیکسی چھوڑی اور پھر گرین بیچ میں سرخ رنگ کی کوٹھی تلاش کی یہاں موجودگی کا علم ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ سرجان گیبل نے ان کے سامنے
کرنے لگا۔ مگر پورا گرین بیچ چھان مارنے کے باوجود اُسے وہاں سرخ رنگ پرنس آف ڈھمپ کا نام لیا تھا اور ظاہر ہے صفدر وغیرہ اچھی طرح
کی کوئی کوٹھی نظر نہ آئی۔ تو اس کی کھوپڑی میں دھماکے ہونے لگے۔ وہ سمجھ جاتے تھے کہ پرنس آف ڈھمپ کون ہے۔
گیا کہ نوجوان نے مرتے مرتے بھی اُسے ڈاج دے دیا ہے۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ٹیکسی ہوٹل آرگنزا کے
مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ نوجوان مر چکا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر گرین لینڈ میں داخل ہو گئی۔ عمران ٹیکسی سے اترا اور اس نے کرایہ ادا کر کے
بیچ کا چکر لگایا مگر سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہاں کوئی کوٹھی ایسی نہ مین گیٹ کا رخ کیا۔ مگر ابھی وہ مین گیٹ تک پہنچا نہ تھا کہ اچانک اس
تھی جو تمام سرخ رنگ کی ہو۔ نے ہوٹل کے انتہائی بائیں کونے میں چند سایوں کو حرکت کرتے دیکھا۔
آخر مایوس ہو کر اُس نے واپسی کی ٹھانی اور پھر اُسے اچانک خیال دو آدمی بڑے پُراسرار انداز میں سڑک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عام
آیا کہ وہ فیاض سے اس بار کا پتہ پوچھے جس کے کاؤنٹر مین نے اُسے مسٹر آدمی تو شاید ان لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہوتا مگر وہ عمران تھا۔ اس کی
کیڈی کی کوٹھی کا نمبر بتایا تھا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے۔ اس کا ڈسٹرین چھٹی حس نے فوراً ہی خطرے کا الارم بجا دیا۔ اور عمران مین گیٹ کی

طرف بڑھنے کی بجائے اس کونے کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ دونوں آدمی جھکے جھکے انداز میں چلتے ہوئے کمپاؤنڈ وال کے قریب پہنچے اور دوسرے لمحے وہ انتہائی پھرتی سے چھوٹی سی کمپاؤنڈ وال کراس کر کے سڑک پر پہنچ گئے۔

عمران نے اپنے طور پر خاصی تیزی دکھائی مگر جب تک وہ کمپاؤنڈ وال تک پہنچتا وہ دونوں سڑک کے دوسرے کنارے پر کھڑی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی کار میں سوار ہو کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ عمران نے کار کی نمبر پلیٹ دیکھنے کی کوشش کی مگر وہاں سرے سے نمبر پلیٹ ہی غائب تھی۔

عمران ان کے جانے کے بعد واپس مڑا اور مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں ایک الجھن سی پیدا ہو گئی تھی۔ مگر کوئی چیز واضح نہ تھی کہ ان دونوں آدمیوں کے اس طرح چوری چھپے اور پراسرار طور پر واپس جانے کا مقصد کیا تھا۔ بہرحال اب اس بارے میں کچھ سوچنا فضول تھا۔ اس لئے وہ مین گیٹ سے گزر کر کاؤنٹر کی طرف جانے کی بجائے سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا کیونکہ فیاض نے اُسے بتا دیا تھا کہ وہ کمرہ نمبر ۱۱۲ میں رہتا ہے۔

"کہاں جانا ہے"۔۔۔۔ لفٹ بوائے نے اس کے لفٹ میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"روم نمبر ۱۱۲"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور لفٹ بوائے نے اثبات میں سر جھکا کر پانچویں منزل کا بٹن دبا دیا اور لفٹ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی۔

"ابھی دو آدمی ہوٹل سے باہر آئے ہیں انہوں نے سیاہ رنگ کے سوٹ پہنے ہوئے تھے وہ کونسی منزل سے آئے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے لفٹ بوائے سے پوچھا۔

"سوری سر۔۔۔۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے کوئی آدمی لفٹ پر سوار نہیں ہوا"۔۔۔۔ لفٹ بوائے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور عمران خاموش ہو گیا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ دونوں آدمی لفٹ کے ذریعے جانے کی بجائے فائر بریگیڈ کے لئے بنائی گئی عقبی سیڑھیوں سے اترے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ پانچویں منزل پر پہنچ گئی۔ لفٹ بوائے نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"سر بائیں طرف تیسرا کمرہ ۱۱۲ ہے"۔

"شکریہ"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور لفٹ سے نکل کر تیزی سے بائیں طرف بڑھنے لگا۔ لفٹ واپس نیچے چلی گئی۔

چند لمحوں بعد ہی عمران روم نمبر ۱۱۲ کے سامنے کھڑا تھا عمران نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو عمران نے دروازے کو دھکیلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور عمران اندر داخل ہو گیا۔ سامنے بستر پر فیاض گہری نیند میں غرق سویا ہوا تھا عمران کافی دیر تک کمرے کا جائزہ لیتا رہا مگر وہاں ایسے کوئی آثار نہ تھے۔ جس سے محسوس ہوتا کہ کسی نے فیاض کی نیند کے دوران مداخلت کی ہو۔ چنانچہ عمران مطمئن ہو گیا کہ ان دو آدمیوں کی پراسرار حرکت کا تعلق کم از کم فیاض یا اس کے کمرے سے نہیں ہو سکتا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر وہ فیاض کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کے بستر کے قریب جاکر عمران کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ کہ اُسے جگائے یا خود بھی وہیں سوجائے پھر صبح کو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ مگر پھر اس نے فیصلہ کیا کہ فیاض کو جگا کر اس بار کا پتہ پوچھ لے۔ کیونکہ صبح کو شاید وہ کاؤنٹر بین وہاں نہ ملے۔ اور اُسے تلاش کرنے میں وقت ضائع کرنا پڑے۔

چنانچہ عمران نے آگے بڑھ کر فیاض کو بُری طرح جھنجھوڑ دیا۔ چند لمحے تک تو فیاض بے حس و حرکت رہا۔ مگر پھر اس میں زندگی کے آثار دوڑنے لگے اور دوسری بار جھنجھوڑنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ارے تم یہاں مجرموں کو پکڑنے کے لئے آئے ہو یا شراب پی کر بستر پر اینٹھنے کے لئے آئے ہو" ۔۔۔۔ عمران نے اُسے ایک بار پھر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

اور فیاض ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے فیاض بالکل نارمل حالت میں ہو۔ حالانکہ شراب پینے کے بعد اٹھنے والا شخص نارمل حالت میں نہیں جاگ سکتا۔

"تت ۔۔۔ تم عمران" ۔۔۔ فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں ۔۔۔ سناؤ عیش ہورہی ہے سرکاری خرچ پر" ۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ۔۔۔ میری قسمت میں عیش کہاں۔ اچھا تم بیٹھو میں ذرا ٹوائلٹ تک ہو آؤں" ۔۔۔ فیاض نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر اچھل کر بستر سے نیچے اترا اور تیزی سے چلتا ہوا ٹوائلٹ میں گھستا چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد عمران نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا۔ فیاض کا انداز کچھ نامانوس سا لگتا تھا۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ شاید نشے کی حالت میں اچانک جگانے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ چنانچہ اس نے اس خیال کو ترک کر کے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کو اپنی طرف کھسکایا۔ وہ ہسپتال ٹیلی فون کر کے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سر رحمان ابھی تک وہاں موجود ہیں یا انہیں پاکیشیا لے جایا گیا ہے۔

ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر اس نے سنٹرل ہسپتال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ ابھی اس نے پورے نمبر ڈائل نہ کئے تھے کہ فیاض ٹوائلٹ کے دروازے سے باہر نکلا۔ عمران کی چونکہ اس کی طرف پشت تھی اس لئے وہ فیاض کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹوائلٹ واشر برش کو نہ دیکھ سکا۔ فیاض قدم بہ قدم رکھتا ہوا آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی بے حسی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی حرکات میکانکی ہوں۔ عمران کی پشت پر آکر اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور پھر پوری قوت سے ٹوائلٹ واشر برش کا بھاری بھرکم دستہ عمران کی کھوپڑی پر رسید کر دیا۔

عمران جو ٹیلی فون کرنے میں مصروف تھا۔ اچانک سر پر پڑنے والی بھرپور ضرب سے اچھل کر کرسی سے نیچے جا گرا۔ اس کے دماغ پر اندھیرے نے زبردست یلغار کی۔ ایک لمحے کے لئے اس نے اپنی بے پناہ قوتِ ارادی کے بل پر اس اندھیرے کو جھٹکنے کی لاشعوری کوشش کی۔ مگر

دوسرے لمحے سر پر پڑنے والی دوسری بھرپور ضرب نے اُسے دنیا و مافیہا سے قطعاً بے گانہ کر دیا۔ اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر گیا۔

فیاض ہاتھ میں برش پکڑے بڑے فاتحانہ انداز میں فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش عمران کے سر پر یوں کھڑا تھا جیسے شکاری شیر کا شکار کر کے بڑے فاتحانہ انداز میں فوٹو کھنچواتے ہیں۔

"سر ۔۔۔ گرین بیچ پر آپ نے کہاں جانا ہے" ۔۔۔ ڈرائیور نے ٹیکسی چلاتے ہوئے بلیک زیرو سے پوچھا۔

"تھرٹی سکس ایونیو" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔ لال کوٹھی ۔۔۔ ٹھیک ہے میں نے دیکھی ہوئی ہے" ۔۔۔ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لال کوٹھی" ۔۔۔ بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں ۔۔۔ یہ کوٹھی پہلے گہرے سرخ رنگ میں پینٹ کی گئی تھی۔ اس لئے لال کوٹھی کے نام سے مشہور تھی مگر اب گذشتہ دو ماہ سے اسے سرخ کی بجائے نیلے رنگ میں پینٹ کر دیا گیا ہے۔ مگر اس کا نام لال کوٹھی ہی مشہور ہے" ۔۔۔ ڈرائیور نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں ٹھیک ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد ڈرائیور نے ایک سڑک پر موڑ کاٹا اور پھر ایک کافی بڑی کوٹھی کے پھاٹک پر ٹیکسی روک دی۔

"آپ کی منزل آگئی ہے جناب" ۔۔۔ ڈرائیور نے مڑ کر کہا۔

اور بلیک زیرو دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کیا اور جب ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تو بلیک زیرو آہستہ آہستہ کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔ مگر اچانک اُسے خیال آگیا کہ اگر وہ چیک کر لیا گیا اور مجرموں کے ہاتھوں میں پھنس گیا تو کم از کم ممبرز کو اس کی اطلاع تو ہو۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی وہ گلی میں مڑا اور پھر اندھیرے میں ایک درخت کے نیچے پہنچ کر رک گیا۔

اس نے تیزی سے ریسٹ واچ کا ونڈ بٹن مخصوص انداز میں کھینچا۔ اور صفدر کی فریکونسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"صفدر سپیکنگ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے صفدر کی مدھم سی آواز ابھری۔

"ایکسٹو اوور" ۔۔۔ بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر ۔۔۔ میں سر جان گیبل کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہوں جناب۔ عمران واپس نہیں آیا البتہ عمران کی ساتھی لڑکی ٹیکسی میں واپس آگئی ہے اوور" ۔۔۔ صفدر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم ایسا کرو یہاں کی نگرانی ختم کر کے تھرٹی سکس ایونیو گرین بیچ پہنچ جاؤ۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

کیپٹن شکیل اور نعمانی کو بھی میں وہیں بھیج رہا ہوں۔ تم نے فی الحال نگرانی کرنی ہے۔ اپنے واچ ٹرانسمیٹر آن رکھنا۔ جیسے ہی میری طرف سے ڈینجر کاشن ملے۔ تم نے اندر داخل ہو جانا ہے اور کوشش کرنا کہ جس قدر زیادہ تباہی پھیلا سکو پھیلاؤ۔ زیرو کھرڈ بم اپنے ساتھ رکھنا اوور"۔۔۔ بلیک زیرو نے صفدر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی اوور"۔۔۔ صفدر نے گھمبیر لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا اور پھر صفدر سے رابطہ ختم کر کے اس نے کیپٹن شکیل اور نعمانی کی فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ انہیں بھی یہی ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔

ان تینوں کو ہدایات دینے کے بعد اس نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر گلی میں سے نکل کر دوبارہ مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ مارشل کا رول ادا کرنے کے لئے ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔

پھاٹک پر پہنچ کر اس نے جیسے ہی کال بیل کا بٹن دبایا۔ وہ ایک لمحے کے لئے جھجک گیا کیونکہ کال بیل کا بٹن دباتے ہی پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ بلیک زیرو نے دیکھا کہ پھاٹک کے اندر ایک بند سی گیلری بنی ہوئی تھی۔ جس کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا۔ گیلری کی چھت پر دو بڑے بڑے سوراخ سے تھے جن پر باریک جالی نصب تھی۔ بلیک زیرو نے پھاٹک کھلتے ہی اندر قدم بڑھائے اور پھر جیسے ہی وہ گیلری میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پھاٹک تیزی سے بند ہو گیا۔ اور ابھی بلیک زیرو نے آدھی گیلری ہی کراس کی تھی کہ چھت پر موجود جالی دار سوراخوں میں

سے سرخ رنگ کی تیز روشنی کی لہر سے نکلی اور بلیک زیرو اس لہر میں جیسے نہا سا گیا۔ سرخ روشنی صرف ایک لمحے کے لئے نکلی اور پھر پلک جھپکنے میں غائب ہو گئی۔ بلیک زیرو آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ ذہنی طور پر مطمئن ہو گیا کہ اس کا میک اپ چیک نہ ہو سکا ہے۔ مگر ابھی وہ گیلری کے دوسرے دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک دروازے کے اوپر سے زرد رنگ کی روشنی کی لہر نکلی اور بلیک زیرو کے جسم سے جیسے ہی یہ لہر ٹکرائی بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم مفلوج ہوتا چلا گیا ہو۔ اور وہ ریت کی بوری کی طرح وہیں گیلری کے فرش پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ البتہ اس کا ذہن ویسے ہی ہوشیار تھا۔ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ مگر جسم قطعی طور پر مفلوج تھا۔ وہ نہ بول سکتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا۔

اس کے نیچے گرتے ہی گیلری کا اندرونی دروازہ کھلا اور دو قوی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے بڑے اطمینان سے بلیک زیرو کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر دروازے سے باہر نکل گئے۔

بلیک زیرو دیکھ رہا تھا کہ یہ ایک کافی بڑی کوٹھی ہے۔ جس کا لان خاصا وسیع و عریض تھا۔ سامنے عمارت تھی۔ جس کے برآمدے میں ہاتھوں میں سب مشین گنیں اٹھائے تقریباً دس آدمی موجود تھے۔

بلیک زیرو کو کاندھے پر اٹھائے وہ دونوں تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت میں داخل ہو کر وہ مختلف کمروں سے گزر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے اور دوسرے آدمی نے کمرے کا دروازہ بند کر کے سوئچ بورڈ پر موجود ایک بٹن دبایا۔ تو وہ کمرہ کسی

لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا ۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کی حرکت رکی تو انہوں نے اس کا دروازہ کھولا اور پھر ایک بند راہداری میں آ گئے ۔ راہداری میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک دروازے کے سامنے رکے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ پر دستک دی ۔

" کم ان " ـــــ اندر سے ایک آواز سنائی دی ۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا ۔

بلیک زیرو کو اٹھائے وہ دونوں اندر داخل ہو گئے ۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس میں چاروں طرف دیواروں کے ساتھ مختلف قسم کی مشینیں نصب تھیں ۔ کمرے میں سفید ایپرن پہنے دو افراد موجود تھے ۔ جن میں سے ایک انتہائی بائیں کونے میں ایک مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا ۔

" سر یہ شخص کوٹھی میں داخل ہوا ہے ۔ مسٹر کینیڈی کے پرسنل سیکرٹری مارشل کے روپ میں ہے مگر گیٹ چیکنگ کمپیوٹر نے اسے چیک کر لیا ہے " ـــــ بلیک زیرو کو اٹھائے ہوئے شخص نے مؤدبانہ انداز میں کمرے میں موجود آدمی سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" اوہ ـــــ اسے سٹریچر پر ڈال دو میں اسے چیک کرتا ہوں " ـــــ ایک آدمی نے چونک کر کہا اور پھر بلیک زیرو کو کمرے میں موجود ایک سٹریچر پر پھینک دیا گیا ۔

" اب تم جا سکتے ہو " ـــــ سفید ایپرن والے نے جواب دیا اور وہ دونوں سر جھکا کر واپس مڑے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے ۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے سٹریچر کے ساتھ منسلک چمڑے کی پیٹیوں کے ساتھ بلیک زیرو کے جسم کو اچھی طرح باندھنا شروع کر دیا ۔

" ایس ون ایس ون " ـــــ اچانک کونے میں بیٹھا ہوا شخص بڑی طرح چیخ اٹھا ۔

" کیا بات ہے " ـــــ بلیک زیرو کو باندھنے والے نے چونک کر پوچھا ۔

" فیاض کے کمرے میں کوئی شخص داخل ہوا ہے " ـــــ کونے والے نے کہا ۔

" اچھا " ـــــ ایس ون تیزی سے اس کونے کی طرف دوڑ پڑا ۔

" میرے خیال میں یہ عمران ہے " ـــــ ایس ون نے مشین پر لگی ہوئی سکرین کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

" وہ فیاض کو جھنجھوڑ رہا ہے " ـــــ ایس ٹو نے کہا ۔

" ہاں فیاض کو جاگ جانا چاہیئے تاکہ آنے والے کے متعلق معلوم ہو سکے کہ وہ کون ہے " ـــــ ایس ون نے کہا اور پھر مشین پر موجود ایک بٹن کو انگلی سے پریس کرنے لگا ۔

" تت ـــــ تم عمران " ـــــ کمرے میں فیاض کی آواز گونجی ۔

" یہ واقعی عمران ہے اسے اڑا نہ دیا جائے " ـــــ ایس ٹو نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا ۔

" نہیں ـــــ میرے خیال میں فی الحال اسے بے ہوش کر دیا جائے ۔

پھر باس کو اطلاع کر دیتے ہیں جیسے وہ کہے"۔ ــــ ایس ون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ ــــ ایس لٹو نے جواب دیا۔

"تم اس نئے پنچھی کو چیک کرو۔ میں عمران کو بے ہوش کراتا ہوں"۔ ایس ون نے ایس لٹو سے کہا اور ایس لٹو تیزی سے اٹھ کر سٹریچر پہ بندھے ہوئے بلیک زیرو کی طرف بڑھنے لگا۔

"فیاض فوراً اٹھ کر غسل خانے میں چلے جاؤ"۔ ــــ ایس ون نے مائیک اٹھا کر منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم نے لوٹا ملٹ واشر برش اٹھا کر باہر نکلنا ہے اور عمران کے سر پہ پوری قوت سے وار کرنا ہے"۔ ــــ ایس ون فیاض کو ہدایات دے رہا تھا۔

جب کہ ادھر ایس لٹو نے بلیک زیرو کا سٹریچر گھسیٹ کر ایک مشین کے قریب کیا اور پھر مشین کے اوپر لگے ہوئے ایک بڑے سے کنٹوپ کو کھینچ کر اس نے بلیک زیرو کے سر پہ فٹ کر دیا۔

"شاباش ایک اور مارو پوری قوت سے"۔ ــــ اچانک ایس ون نے چیخ کر کہا اس کے لہجے میں مسرت تھی۔

"ویری گڈ ویری گڈ"۔ ــــ ایس ون نے چند لمحوں بعد کہا۔

"کیا عمران بے ہوش ہو گیا"۔ ــــ ایس لٹو نے بلیک زیرو کے سر پہ کنٹوپ فٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بے ہوش ــــ میرے خیال میں اس کی کھوپڑی بھی تڑخ چکی ہو گی"۔ ــــ ایس ون نے منہ پھیر کر کہا۔

"بہت خوب"۔ ــــ ایس لٹو نے کنٹوپ کا کنکشن مشین سے جوڑتے ہوئے جواب دیا۔

"فیاض ــــ اب تم خاموشی سے بیٹھ جاؤ ہم تھوڑی دیر بعد تمہیں مزید ہدایات دیں گے"۔ ــــ ایس ون نے مائیک میں کہا اور پھر وہ مائیک کو واپس مشین کے کریڈل پہ رکھ کر اٹھا۔ اور تیزی سے بائیں طرف موجود ایک مشین کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ایس ون ــــ یہ شخص چیکنگ کے لئے تیار ہے"۔ ــــ ایس لٹو نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"اسے ابھی یہیں پڑا رہنے دو۔ میں باس کو کال کر کے عمران کے متعلق اطلاع کر دوں"۔ ــــ ایس ون نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے دیوار میں نصب مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور اس پر نصب سکرین پہ لہریں سی کوندنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ہی سکرین پہ نقاب پوش کی تصویر ابھر آئی۔

"یس"۔ ــــ سیٹی کی آواز کی بجائے ایک کرخت آواز کمرے میں گونجی۔

"ایس ون سپیکنگ باس ــــ عمران فیاض کے کمرے میں پہنچا۔ ہم نے اسے مشین پہ چیک کر لیا ہے"۔ ــــ ایس ون نے کہا۔

"اوہ ــــ اب کیا پوزیشن ہے"۔ ــــ باس کی آواز سنائی دی۔

"میں نے فیاض کے ذریعے اسے بے ہوش کر دیا ہے"۔ ــــ اگر آپ حکم کریں تو ہم فیاض کے جسم میں موجود بم پھاڑ دیں فیاض کے ساتھ

ساتھ عمران کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے" ـــ ایس ون نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں اب تم اُسے بے ہوش کر ہی چکے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں ان دونوں کو یہیں منگوا لیتا ہوں۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔ باس نے جواب دیا۔

"او کے باس ـــ جیسے آپ کی مرضی" ـــ ایس ون نے قدرے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"کراس ورلڈ رپورٹ کے مطابق عمران دنیا کا سب سے خطرناک اور چالاک انسان ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اچھی طرح تسلی کر لوں کہ واقعی یہ وہی عمران ہے۔ پھر اس کا خاتمہ کر دوں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نقلی عمران ہو اور ہم اسے ختم کر کے مطمئن ہو جائیں اور اصلی عمران ہماری راہ پر لگ جائے" ـــ باس نے ایس ون کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا دماغ قابل داد ہے باس ـــ میرا ذہن اس پہلو پر گیا ہی نہیں تھا" ـــ ایس ون نے مرعوب ہوتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ تھوڑی دیر بعد آپریشن روم میں پہنچ جائے گا۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچے مجھے اطلاع کر دینا میں خود وہاں آؤں گا" ـــ باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ـــ اور ہاں سر ـــ گیٹ چیکنگ کمپیوٹر نے ابھی ابھی ایک شخص کو آپریشن روم میں بھیجا ہے۔ یہ شخص مسز کیڈی کے

پرسنل سیکرٹری مارشل کے میک اپ میں ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوا تھا" ایس ون نے کہا۔

"اوہ ـــ یہ مسز کیڈی والا مسئلہ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے مسز کیڈی کو آرٹ گیلری میں چیک کیا گیا اس آدمی کا پھر پتہ نہ چلا کہ وہ کون تھا۔ چنانچہ مسز کیڈی کو ہیڈ کوارٹر بلا لیا گیا۔ پھر یہ فیاض مسز کیڈی کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ چنانچہ بار کے کاؤنٹر مین کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ویسے چیکنگ میں یہی بات سامنے آئی کہ اس نے ویسے ہی انٹ شنٹ پتہ بتا دیا تھا۔ مگر پتہ مسز کیڈی کا نکلا۔ پھر فیاض کی زبانی پتہ چلا کہ عمران مسز کیڈی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا چنانچہ مسز کیڈی کے ذریعے اس کے پرسنل سیکرٹری مارشل کو کہا گیا کہ وہ فوراً کوٹھی چھوڑ کر ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے مگر اب مارشل کے روپ میں کوئی اور شخص یہاں آن گھسا ہے۔ یہ سب انتہائی پُراسرار چکر ہے" ـــ باس کے لہجے میں بے پناہ جھنجھلاہٹ تھی۔

"واقعی سر" ـــ ایس ون نے جان بوجھ کر مبہم سا جواب دیا۔ کیونکہ وہ مسز کیڈی کے خلاف کوئی لفظ منہ سے نہ نکالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مسز کیڈی چیف باس کی پسندیدہ عورت ہے۔

"اس آدمی کو چیکنگ مشین میں رکھو۔ عمران کے آنے کے بعد جب میں خود وہاں آؤں گا تو اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کروں گا" ـــ باس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مزید ہدایت دی۔

"بہتر جناب" ـــ ایس ون نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او۔کے ۔۔۔۔۔ چیف باس نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اور مشین پر موجود سکرین تاریک ہو گئی۔

مسز کیتھڈی نے اکتاہٹ بھرے انداز میں ایک طویل انگڑائی لی اور پھر بستر سے اٹھ کر وہ ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اُسے ہیڈ کوارٹر میں آئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے۔ اور اب وہ یہاں پابند ہو کر رہتے رہتے بُری طرح اکتا گئی تھی۔ جب سے ایک نوجوان نے اس پر تیزاب ڈال کر ہیڈ کوارٹر کا پتہ پوچھا تھا۔ چیف باس نے اُسے مستقل طور پر ہیڈ کوارٹر میں بلا لیا تھا۔ کیونکہ چیف باس کا خیال تھا کہ وہ نوجوان یقیناً مقامی سیکرٹ سروس کا کوئی رکن ہو گا اور چونکہ اس وقت وہ اکیلا تھا اس لئے وہ واپس چلا گیا مگر بعد میں یقیناً پوری سیکرٹ سروس اس کی آرٹ گیلری پر ٹوٹ پڑے گی۔

مسز کیڈی کئی سالوں سے اس تنظیم میں کام کر رہی تھی۔ شروع میں تو وہ ایک عام ممبر کی حیثیت سے اس تنظیم میں شامل ہوئی تھی۔ مگر آہستہ

آہستہ وہ اس تنظیم کے سیکنڈ باس کیڈی کی منظورِ نظر بن گئی۔ اور پھر کیڈی نے اس سے باقاعدہ شادی کر لی۔ اس طرح وہ اپنے اصل نام کی بجائے مسز کیڈی کے طور پر مشہور ہو گئی۔ پھر کیڈی کی بدقسمتی کہ ایک میٹنگ میں وہ اُسے اپنے ساتھ لے کر چیف باس کے پاس چلا گیا اور چیف باس اُسے دیکھتے ہی اس پر مر مٹا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی روز کیڈی کی لاش ایک گٹر میں بہتی ہوئی پائی گئی۔ کیڈی کی موت کے بعد چیف باس نے اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اب وہ تنظیم کے عملی کاموں میں قطعاً شریک نہ ہوتی تھی۔ بلکہ چیف باس نے اُسے تنظیم سے علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ اور چیف باس جب بھی بیرونِ ملک کوئی خفیہ کال کرتا تو ذریعہ مسز کیڈی کی علیحدہ رہائش گاہ ہی ہوتی۔

مسز کیڈی بھرپور جوانی کے دور سے گزر رہی تھی۔ اور چیف باس چونکہ تنظیم کے کاموں میں اتنا منہمک رہتا تھا کہ کئی کئی روز تک اس کے پاس نہ آسکتا تھا۔ اس لئے مسز کیڈی نے اپنی رہائش گاہ پر ایک اور نوجوان مارشل کو بطور پرسنل سیکرٹری رکھا ہوا تھا۔ مارشل اور وہ اکیلے ہی کوٹھی میں رہتے تھے۔ اور مارشل پرسنل سیکرٹری کے علاوہ بطور گارڈ۔ چوکیدار۔ باورچی حتیٰ کہ اس کے شوہر تک کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔

مسز کیڈی چیف باس سے زیادہ مارشل سے مانوس تھی۔ کیونکہ مارشل بھرپور جوان تھا جب کہ چیف باس بس صرف چیف باس ہی تھا۔ اُسے ہیڈ کوارٹر میں آنے کے بعد سب سے زیادہ ملال اس بات کا تھا کہ مارشل اس سے دور ہو گیا تھا۔ پھر جب چیف باس سے اُسے یہ معلوم ہوا

کہ اس کی رہائش گاہ دشمنوں کی نظروں میں آگئی ہے تو اُس نے چیف باس سے کہہ کر مارشل کو بھی ہیڈ کوارٹر بلوانے کی منظوری لے لی۔ بہانہ یہ تھا کہ مارشل چونکہ ہیڈ کوارٹر کا پتہ جانتا ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو دشمن اس کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لیں۔

چیف باس سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اس نے پہلی فرصت میں مارشل کو فون کر کے فوراً ہیڈ کوارٹر پہنچنے کا حکم دیا۔ اور اب وہ مارشل کے انتظار میں تھی اس نے اپنے کمرے سے ملحقہ کمرہ مارشل کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ مارشل رات کو آسانی سے اس کے کمرے میں پہنچ سکے۔

مگر کافی دیر ہونے کے باوجود مارشل ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہ پہنچا تھا۔ اس نے کافی دیر تک اس کا انتظار کیا تھا۔ مگر اب اس سے مزید انتظار نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ کوٹھی ٹیلی فون کیا۔ مگر وہاں گھنٹی بجتی رہی مگر کسی نے رسیور نہ اٹھایا تو وہ سمجھ گئی کہ مارشل وہاں سے چل دیا ہے۔ مگر وہ ابھی تک ہیڈ کوارٹر کیوں نہیں پہنچا۔

چند لمحے وہ بیٹھی سوچتی رہی پھر اس نے انٹرکام پر چیف باس سے رابطہ قائم کیا تاکہ اس سے مارشل کے متعلق معلوم کرے۔ مگر انٹرکام پر چیف باس موجود نہ تھا۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ چیف باس اپنے مخصوص کمرے میں موجود نہیں ہے۔ اور یہ خاصی حیرت انگیز بات تھی کیونکہ چیف باس سوائے ہنگامی ضرورت کے اپنے مخصوص کمرے سے باہر نہ نکلتا تھا۔ چنانچہ اس نے خود چیف باس کے کمرے میں جا کر حالات معلوم کرنے کا فیصلہ کیا۔

الماری سے کوٹ اٹھا کر اس نے پہنا اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں پہنچی جس کے آخر میں چیف باس کا خصوصی کمرہ تھا۔ اس راہداری میں مسلح گارڈ موجود تھے۔

" میڈم —— باس کمرے میں نہیں ہیں " —— ایک گارڈ نے بڑے مؤدبانہ انداز میں مسز کیڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اوہ —— کہاں گئے ہیں وہ " —— مسز کیڈی نے پوچھا۔

" وہ آپریشن روم میں گئے ہیں۔ سنا ہے وہاں کوئی خوفناک جاسوس گرفتار ہو کر آیا ہے۔ باس اس سے خود پوچھ گچھ کرنے کے لئے گئے ہیں " —— گارڈ نے جواب دیا۔

" اوکے " —— مسز کیڈی نے جواب دیا اور پھر وہ واپس مڑ گئی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ چیف باس آپریشن روم میں کسی غیر متعلقہ آدمی کی موجودگی برداشت نہیں کرتا مگر اُسے اس خوفناک جاسوس کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔ جس سے پوچھ گچھ کے لئے چیف باس خود آپریشن روم میں گیا تھا۔ چنانچہ وہ آپریشن روم کے دروازے کی طرف جانے کی بجائے ایک اور راہداری کی طرف مڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل پر پہنچ گئی۔ جس کی ایک تنگ راہداری میں آپریشن روم کے روشندان کھلتے تھے۔

چونکہ مسز کیڈی چیف باس کی خاص منظور نظر تھی اس لئے ظاہر ہے کسی گارڈ نے اُسے روکنے کے متعلق سوچا تک بھی نہیں اور وہ

بڑی آسانی سے آپریشن روم کے روشندان تک پہنچ گئی۔

روشندان کے قریب پہنچ کر جب اُس نے آپریشن روم میں جھانکا تو دوسرے لمحے وہ بُری طرح چونک پڑی۔ کیونکہ سامنے ایک سٹریچر پر اُسے مارشل لیٹا ہوا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر کنٹوپ فٹ تھا۔ اور ایس ون اور ایس ٹو اس کے قریب موجود تھے۔ جب کہ ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر نقاب پہنے چیف باس موجود تھا۔ نقاب میں سے چیف باس کی شعلہ برساتی آنکھیں مارشل کے چہرے پر ٹکی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔ مسز کیڈی کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ سمجھ گئی کہ چیف باس کو مارشل اور اس کے درمیان تعلقات پر شبہ ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مارشل کو آپریشن روم میں چیکنگ کے لئے لا ڈالا ہے۔ مسز کیڈی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چیکنگ مشین کے سامنے مارشل سچ بولنے پر مجبور ہو جائے گا اور اس طرح چیف باس کو ان کے درمیان موجود تعلقات کا یقینی علم ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ مسز کیڈی اچھی طرح جانتی تھی۔ مارشل کی لاش کیڈی کی طرح کسی گٹر میں بہتی ہوئی ملے گی اور ہو سکتا ہے چیف باس مشتعل ہو کر مسز کیڈی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے۔

اس لئے اس نے فوری طور پر مارشل کی موت فیصلہ کر لیا۔ تاکہ مارشل اور اس کے درمیان تعلقات کا راز فاش نہ ہو۔ وہ تیزی سے مڑی اور پھر بھاگتی ہوئی اس راہداری کے آخری کمرے پر پہنچی جہاں تنظیم کے لئے ہر قسم کے اسلحے کا سٹاک موجود تھا

چند لمحوں بعد وہ اسلحہ روم میں داخل ہو گئی اور پھر اس نے ایک

الماری میں موجود زہریلی سوئیاں پھینکنے والی مشین اٹھائی - اس مشین کے ذریعے خطرناک اور تیز ترین زہر سائیانائیڈ میں ڈوبی ہوئی سوئیاں کافی فاصلے تک پھینکی جا سکتی تھیں - اس طرح وہ روشندان سے ہی زہریلی سوئی مارشل کے جسم میں اتار سکتی تھی اور جب تک یہ سوئی چیک ہوتی وہ واپس اپنے کمرے میں پہنچ سکتی تھی - چنانچہ اس نے مشین اٹھائی اس میں موجود زہریلی سوئیاں چیک کیں اور پھر تیزی سے واپس راہداری میں بھاگتی چلی گئی - اس کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا - وہ ہر قیمت پر مارشل کے کچھ بتانے سے پہلے اسے ہلاک کرنا چاہتی تھی -

عمران کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک سٹریچر پر چمڑے کی مضبوط پٹیوں سے بندھا ہوا دیکھا - سٹریچر ایک خاصے بڑے کمرے میں موجود تھا - جس کی چاروں دیواروں سے مشینیں نصب تھیں - ایک اور سٹریچر پر ایک اور آدمی بندھا ہوا تھا - جس کے سر پر چیکنگ مشین کا کنٹوپ چڑھا ہوا تھا - کمرے میں سفید ایپرن پہنے ہوئے دو

آدمی موجود تھے -

"میں کہاں ہوں" ——— عمران نے ایک سفید ایپرن والے سے پوچھا -

"ہیڈ کوارٹر کے آپریشن روم میں" ——— سفید ایپرن والے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا -

"ہیڈ کوارٹر" ——— عمران نے چونکتے ہوئے کہا -

"ہاں ——— دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر میں" ——— سفید ایپرن والے نے جواب دیا -

"اچھا ——— مگر میں تو ہوٹل کے کمرے میں تھا" ——— عمران نے کہا -

"ہاں تم جیسے ہی فیاض کے کمرے میں پہنچے - ہم نے تمہیں چیک کر لیا اور پھر تمہارے دوست فیاض نے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہیں بے ہوش کر دیا - نتیجہ یہ کہ اب تم یہاں موجود ہو" سفید ایپرن والے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا -

"مگر فیاض نے یہ جرأت کیسے کی کہ میرے سر پر ضرب لگائے - کہاں ہے وہ ناہنجار" ——— عمران نے غصیلے انداز میں کہا -

"شاید وہ یہ جرأت نہ کرتا مگر وہ شروع سے ہی ہمارے کنٹرول میں ہے - ہم نے اسے کاڈیم انجکشن لگا دیا تھا" ——— سفید ایپرن والے نے جواب دیا -

"اوہ پھر تو وہ بے چارہ مجبور تھا مگر مجھے یہاں بلانے کے لئے اتنے لمبے چوڑے چکر کی کیا ضرورت تھی - میں تو خود ہی یہاں آنے کے لئے بے چین تھا - تم مجھے پتہ بتا دیتے میں سر کے بل چل کر آ جاتا - خوامخواہ میری

کھوپڑی تڑوائی تم لوگوں نے"۔۔۔۔ عمران نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہم تو شاید تمہیں یہاں نہ بلاتے۔ بس اس کونے والی مشین کا ایک بٹن دبا دیتے۔ اور فیاض کے جسم میں موجود جدید ترین الیکٹرونک بم پھٹ جاتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ تم دونوں کے ٹکڑے اڑ جاتے۔ مگر چیف باس تمہیں اپنے سامنے ہلاک کرانا چاہتا ہے"۔۔۔۔ سفید ایپرن والے نے بھی تلخ سے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ سفید ایپرن والا کوئی جواب دیتا۔ آپریشن روم کا دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ دونوں سفید ایپرن والے اس کے سامنے بڑے مؤدبانہ انداز میں جھک گئے۔

"ہوں تو یہ ہے وہ عمران ۔۔۔ جس سے بڑی بڑی خوفناک تنظیمیں خائف ہیں"۔۔۔۔ نقاب پوش نے ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

"السلام علیکم جناب نقاب پوش صاحب ۔۔۔ تمہارے بال بچے امید ہے بخیریت ہوں گے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ کیا تم ہی وہ عمران ہو جو پاکیشیا سے دہشت گردی کے خاتمے کے لئے آئے ہو"۔۔۔۔ نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں آیا نہیں لایا گیا ہوں۔ سوپر فیاض نے ایک لاکھ روپے دے کر خواہ مخواہ میری جان عذاب میں ڈال دی۔ ویسے ایک بات ہے۔ میں

نے بھی لالچ کیا تھا۔ اور لالچ بڑی بلا ہے"۔۔۔۔ عمران کی زبان جب چل پڑے تو بھلا اُسے کون روک سکتا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ عمران ہے۔ اس قسم کا مسخرہ اور احمق آدمی بھلا اتنا خوفناک اور خطرناک کیسے ہو سکتا ہے اسے چیکنگ مشین میں چیک کرو تب اس کی اصلیت کا پتہ چلے گا"۔۔۔۔ چیف باس نے ایس ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مارشل کے روپ میں اس آدمی کو پہلے چیک نہ کر لیا جائے"۔۔۔۔ ایس ون نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"نہیں اسے بعد میں چیک کریں گے پہلے اسے چیک کرو"۔۔۔۔ چیف باس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب"۔۔۔۔ ایس ون نے کہا اور تیزی سے مارشل کے روپ میں مفلوج پڑے ہوئے بلیک زیرو کی طرف بڑھنے لگا۔ ایس ٹو بھی ساتھ ہی تھا۔ مگر جیسے ہی وہ دونوں اس کے قریب پہنچے نقاب پوش بول پڑا۔

"ٹھیک ہے اسے چیک کر لو تاکہ اگر یہ عمران کا ساتھی ہے تو اس سے عمران کے متعلق تفصیلات مل جائیں گی اس طرح کام ہلکا ہو جائے گا"۔ نقاب پوش نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا۔

"بہتر جناب"۔۔۔۔ ایس ون نے کہا اور پھر اس نے ایس ٹو کو انجکشن لانے کا اشارہ کیا تاکہ بلیک زیرو کی بے حسی دور کر سکے۔ اور اُسے چیکنگ کے لئے تیار کر سکے۔

ایس ٹو نے الماری کھول کر ایک انجکشن تیار کیا اور پھر لا کر

بلیک زیرو کے بازو میں انجکشن کر دیا۔ نقاب پوش خاموش بیٹھا یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بلیک زیرو پر جمی ہوئی تھیں۔

جب انجکشن کا ردعمل ہوا اور بلیک زیرو کے جسم نے حرکت شروع کی تو ایس ون نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ اور ایک مائیک لاکر نقاب پوش کو دے دیا۔

"تمہارا نام کیا ہے" ——— نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"طاہر" ——— بلیک زیرو کے حلق سے نکلنے والی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور عمران بڑی طرح چونک پڑا۔ اُسے خیال تک نہ تھا۔ کہ بلیک زیرو بھی ان کے قبضے میں آچکا ہے۔

"کہاں سے آئے ہو" ——— چیف باس نے دوسرا سوال کیا۔

"پاکیشیا سے" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔ وہ بھی اس جدید ترین مشین کے سامنے بے بس ہو چکا تھا۔ کیونکہ باوجود انتہائی کوشش کے وہ اپنے لاشعور کو صحیح جواب دینے سے نہ روک سکا تھا۔

"کیا تم عمران کے ساتھی ہو" ——— چیف باس نے پوچھا۔

مگر اس بار طاہر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ حتی الوسع اپنی قوت ارادی کو بروئے کار لا کر مشین کا مقابلہ کر رہا تھا۔

"اس کے کنٹوپ میں کوئی خرابی ہے۔ اسے ٹھیک کرو ورنہ جواب میں اتنی دیر نہیں ہو سکتی" ——— چیف باس نے چیخ کر ایس ون سے کہا اور ایس ون تیزی سے بلیک زیرو پر جھک گیا۔ مگر دوسرے لمحے ایس ون کے حلق سے اوہ کی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر پہلے بلیک زیرو پر گرا اور پھر وہاں سے ہوتا ہوا فرش پر جا گرا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور جسم

کا رنگ انتہائی تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

"کیا ہوا کیا ہوا ہے" ——— چیف باس اور ایس ٹو دونوں اچھل کر ایس ون کی طرف بڑھے۔ مگر اُسی لمحے ایس ٹو کے حلق سے بھی اوہ کی آواز نکلی اور وہ بھی دھم سے زمین پر جا گرا۔ اس کی حالت بھی ایس ون جیسی ہو گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ——— چیف باس بڑی طرح چیخ اٹھا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے دیکھا کہ ایس ون اور ایس ٹو دونوں زندگی کی سرحدیں پار کر کے موت کی وادی میں پہنچ گئے ہیں وہ تیزی سے عمران کی طرف لپکا۔ اس نے فوری طور پر یہی سوچا تھا کہ شاید عمران نے کوئی پراسرار حرکت کی ہے۔ اس نے تیزی سے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔

مگر جیسے ہی وہ عمران کے قریب پہنچا عمران کی لات پوری قوت سے اس کے سینے پر پڑی اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرا۔ دوسرے لمحے عمران نے سٹریچر سمیت اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور پھر سٹریچر سمیت اچھل کر زمین سے اٹھتے ہوئے نقاب پوش پر جا گرا۔ اب نقاب پوش نیچے تھا جب کہ اس کے اوپر عمران اور عمران کی پشت پر سٹریچر تھا۔ عمران نے نیچے گرتے ہی پوری قوت سے سر کی ٹکر نقاب پوش کی ناک پر ماری۔ نقاب پوش کے حلق سے ایک چیخ سی نکلی۔ مگر عمران کی دونوں ٹانگیں چونکہ چمڑے کی پٹیوں سے آزاد ہو چکی تھیں۔ اس لئے نیچے گرتے ہی اس نے اپنے آپ کو اچھالا اور پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کی پوزیشن یہ تھی کہ سٹریچر اس کے جسم کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔

نقاب پوش نے اٹھ کر دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ مگر عمران بھلا اتنی آسانی سے اُسے کہاں جانے دیتا تھا۔ اس نے سٹریچر سمیت ہی

اس پر چھلانگ لگا دی اور دروازے کے قریب ہی نقاب پوش پر جا پڑا۔ نقاب پوش نے ایک بار پھر اُسے دھکا دینے کی کوشش کی مگر عمران نے پوری قوت سے اپنا گھٹنا نقاب پوش کی دونوں ٹانگوں کے درمیان مار دیا اور نقاب پوش کا پورا جسم یوں سمٹا جیسے وہ ربڑ کا بنا ہوا ہو اور پھر وہ گھٹنوں کے بل نیچے گر گیا۔ عمران جانتا تھا کہ اس ضرب کے نتیجے میں کم از کم چار پانچ منٹ تک مضروب کا جسم ضرور مفلوج ہو جاتا ہے۔

چیف باس کے نیچے گرتے ہی عمران نے اپنے بازو موڑے اور پھر اس کے ناخنوں میں موجود بلیڈ جس کے ذریعے اس نے اپنی ٹانگوں پر بندھی ہوئی بیلٹ کاٹ ڈالی تھی۔ سینے پر بندھے ہوئے بیلٹ تک پہنچ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے لمحے وہ بیلٹ بھی کٹ گئی اور سٹریچر ایک دھماکے سے نیچے جا گرا۔ اب وہ آزاد تھا۔

ادھر نقاب پوش اپنے آپ پر قابو پا کر اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش میں مصروف تھا۔ مگر اب عمران بھلا اُسے کہاں چھوڑتا تھا۔ اس نے اٹھتے ہوئے نقاب پوش کے پہلو میں پوری قوت سے لات ماری اور نقاب پوش ہوا میں اچھل کر سٹریچر پر پڑے ہوئے بلیک زیرو کے اوپر جا گرا۔ پھر جیسے ہی عمران تیزی سے مڑا۔ اس کی نظریں کمرے کے روشندان پر جا پڑیں۔ جہاں سے اس نے مسز کیڈی کو سوئی پھینکتے دیکھ لیا۔ سوئی کا رخ عمران کی طرف ہی تھا۔ مگر عمران نے پلک جھپکنے میں غوطہ مارا اور سوئی اڑتی ہوئی اس کے قریب سے گزر کر سامنے دروازے میں گھستی چلی گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ مسز کیڈی دوسری سوئی پھینکتی عمران نے تیزی سے ہاتھ سیدھا کیا اور اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائیلنسر لگے ریوالور

سے شعلہ نکلا اور مسز کیڈی کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ گولی ٹھیک اس کے چہرے پر پڑی تھی۔ اور وہ الٹ کر پیچھے جا گری۔ اب یہ مسز کیڈی کی بدقسمتی ہی تھی کہ جس جگہ عمران نے غوطہ مارا تھا وہیں نقاب پوش کے ہاتھ سے نکلا ہوا ریوالور پڑا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد اس کی موت ایک یقینی امر تھی۔ اور عمران کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا کیونکہ مشین سے پھینکی جانے والی سوئیوں سے وہ کب تک بچ سکتا تھا۔

مسز کیڈی کی مارشل پر پھینکی جانے والی سوئی ایس ون کے جسم میں جا لگی تھی کیونکہ وہ عین وقت پر بلیک زیرو کے جسم پر جھکا تھا۔ اور دوسری سوئی کا نشانہ ایس ٹو بنا تھا۔ کیونکہ ایس ون کی طرف بڑھتے ہوئے وہ بلیک زیرو اور مسز کیڈی کی پھینکی ہوئی سوئی کے درمیان آگیا تھا۔ تیسری سوئی عمران کی پشت پر بندھے ہوئے سٹریچر میں گھس گئی تھی۔ اور چوتھی کا نشانہ بننے سے بال بال بچا تھا۔ مسز کیڈی کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد عمران نے ریوالور کا رخ نقاب پوش کی طرف کیا جو بلیک زیرو کے جسم پر گرنے کے بعد اٹھ رہا تھا۔

"خبردار ـــــ اگر حرکت کی تو گولی سیدھی دل میں ترازو ہو جائے گی"۔ ـــــ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا مگر شاید نقاب پوش پر جنون سوار تھا۔ کہ اس نے عمران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔ مگر نقاب پوش کا جسم ابھی فضا میں ہی تھا کہ عمران نے ٹریگر دبا دیا اور گولی نقاب پوش کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ اور وہ چیخ مار کر پہلو کے بل زمین پر جا گرا۔ اُسے چند لمحوں سے زیادہ تڑپنے کی مہلت نہ مل سکی اور اس کی روح تنظیم کو اس دنیا میں ہی چھوڑ کر عالم بالا

کی طرف پرواز کر گئی۔

آپریشن روم چونکہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے ظاہر ہے اندر ہونے والی تمام کارروائی کا پتہ باہر کسی کو نہ چل سکتا تھا۔ چیف باس کے مرتے ہی عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے چیف باس کے چہرے سے نقاب کھینچ لیا۔ اب وہ غور سے دنیا کی خطرناک تنظیم کے چیف باس کو دیکھ رہا تھا۔ جسے یہ زعم تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کی تنظیم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

عمران ایک طویل سانس لے کر مڑا اور پھر اس نے بلیک زیرو کے چہرے سے کنٹوپ ہٹا دیا۔ اور پھر اس کے جسم پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے لگا۔

”عمران صاحب میں شرمندہ ہوں کہ میں نے صحیح جواب دیئے تھے مگر یقین کیجئے میں مجبور تھا“ ــــــ بلیک زیرو نے سر جھکائے اٹھتے ہوئے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی تو تم شہر تک پہنچے تھے بلیک زیرو شرمندہ تو اس وقت ہوتے جب ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے تمام راز دہشت گرد کو بتا دیتے“ عمران نے الفاظ شرمندہ کے ٹکڑے کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو نے گردن جھکا لی۔ واقعی اگر عمران وہاں موجود نہ ہوتا تو دہشت گرد اس مشین کے ذریعے اس سے تمام باتیں اگلوا لیتا۔

عمران تیزی سے مڑا اور پھر دیوار کے ساتھ نصب ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”ارے مگر مجھے تو معلوم نہیں کہ یہ جگہ کون سی ہے“ ــــــ عمران نے

ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

”یہ تھرٹی سیکس ایونیو گرین پیچ ہے“ ــــــ بلیک زیرو نے فوراً جواب دیا۔

”اچھا“ ــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ اور تیزی سے ایک مخصوص فریکونسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو ــــــ چیف آف سیکرٹ سروس مسٹر زدلو سے بات کراؤ۔ اٹ از ایمرجنسی اوور“ ــــــ عمران نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ اور بلیک زیرو عمران کی آواز پر چونک پڑا۔ کیونکہ عمران اپنی اصل آواز کی بجائے سوپر فیاض کے لہجے میں بول رہا تھا۔

”کون بول رہا ہے اوور“ ــــــ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”میں پاکیشیا انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں۔ دہشت گرد کے بارے میں اطلاع دینی ہے اوور“ ــــــ عمران نے سوپر فیاض کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

اور چند لمحوں بعد ہی ایک اور بھاری آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

”سپرنٹنڈنٹ فیاض ــــــ میں چیف آف سیکرٹ سروس زدلو بول رہا ہوں۔ مجھے انٹیلی جنس چیف سے پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی کہ آپ اور پاکیشیا انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر سر رحمان دہشت گرد کے خاتمے کے لئے یہاں پہنچے ہوئے ہیں اوور“ ــــــ چیف آف سیکرٹ سروس نے کہا۔

”بالکل جناب ــــــ سر رحمان کو تو دہشت گرد نے شدید زخمی کر دیا تھا۔

انہیں تو میں نے واپس پاکیشیا بھجوا دیا ہے اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

" آپ کو دہشت گرد کے بارے میں کوئی کلیو ملا اوور" ۔۔۔ مسٹر زدلو نے اشتیاق آمیز لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

" آپ کلیو کی بات کر رہے ہیں۔ میں اس وقت دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر سے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں۔ دہشت گرد کا چیف باس اس وقت میرے قدموں میں اپنے دو ساتھیوں سمیت مردہ پڑا ہوا ہے اوور" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" کک ۔ کیا ۔۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ آپ ہوش میں تو ہیں اوور" ۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سروس نے شدید بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" مسٹر زدلو ۔۔۔ میں اپنے ملک کا ایک ذمہ دار آدمی ہوں۔ مجھے بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے اوور" ۔۔۔ عمران نے لہجے کو جان بوجھ کر تلخ بناتے ہوئے کہا۔

" ارے ۔ ارے ۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آئی ایم سوری۔ آپ پلیز تفصیلات بتائیں اوور" ۔۔۔ مسٹر زدلو عمران کے برا منانے پر اور زیادہ بوکھلا گیا۔

" تو سنیں ۔۔۔ دہشت گرد کا ہیڈ کوارٹر ۲۴۳ ایونیو گرین بیچ پر ہے۔ یہاں انہوں نے ہر قسم کے حفاظتی اقدامات کر رکھے ہیں۔ میں اس وقت ان کے ساؤنڈ پروف آپریشن روم میں موجود ہوں۔ جہاں چیف باس سے زبردست جنگ کے بعد میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ابھی ہیڈ کوارٹر

میں کسی کو علم نہیں کہ ان کا چیف باس مر چکا ہے۔ آپ اس کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ بہتر ہے کہ ملٹری آپریشن کریں۔ اور پھر ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیں۔ آپ کو اس تنظیم کے متعلق تمام ریکارڈ یہاں سے مل جائے گا۔ اور اس طرح آپ تنظیم کے ملک میں چھپے ہوئے باقی مہروں کو بھی ختم کر سکیں گے اوور" ۔۔۔ عمران نے فیاض کے لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" تو کیا آپریشن کے دوران آپ ہیڈ کوارٹر میں ہی رہیں گے۔ یہ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کہیں آپریشن کے دوران آپ کو ہمارے ہاتھوں نقصان نہ پہنچ جائے اوور" ۔۔۔ مسٹر زدلو نے کہا۔

" ایسی بات نہیں میں چیف کا نقاب پہن کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل جاؤں گا۔ آپریشن روم میں چیف کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ میں اس کے چہرے پر چاقو سے کراس کا نشان بنا دوں گا اس طرح آپ چیف کی لاش کو شناخت کر لیں گے اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

" اوکے ۔۔۔ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اوور" ۔۔۔ مسٹر زدلو نے پوچھا۔

" میں ہوٹل آرگنزا کے کمرہ نمبر ۲۱۱ میں ٹھہرا ہوا ہوں اوور" ۔۔۔ عمران نے فیاض کی رہائش گاہ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے آپریشن کے بعد میں آپ سے ملاقات کے لئے وہیں حاضر ہوں گا اوور" ۔۔۔ مسٹر زدلو نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

" اوور اینڈ آل" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"آپ نے تمام کریڈٹ فیاض کو دے دیا" ——— بلیک زیرو نے
بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"دیکھو طاہر ——— میں فیاض کی وجہ سے ہی یہاں پہنچا ہوں۔ اگر فیاض
درمیان میں نہ ہوتا تو یقیناً تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کباڑہ کر چکے تھے۔
اس لئے تمام کریڈٹ فیاض کو ہی ملے گا" ——— عمران نے جھک کر چیف
باس کا لباس اتارتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا اور بلیک زیرو
خاموش ہو گیا۔ واقعی یہ ایک کمزور پہلو تھا کہ اگر عمران بروقت چیف باس
پر قابو نہ پا لیتا تو چیکنگ مشین کے ذریعے طاہر پوری سیکرٹ سروس کا
ڈھانچہ بتا دینے پر مجبور ہو جاتا اور ظاہر ہے اس قدر خوفناک تنظیم کو جب
پاکیشیا سیکرٹ سروس کا یہ راز مل جاتا تو وہ اس کا کیا حشر کرتی۔
عمران نے تیزی سے چیف باس کا لباس پہنا اور پھر اپنے منہ پر اس کا
نقاب چڑھا کر اس نے ایک الماری میں پڑے ہوئے چاقو کی مدد سے
مردہ چیف باس کے چہرے پر کراس کا نشان بنا دیا۔ اور پھر چیف اور ایس ون
اور ایس ٹو کی لاشیں گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیں تاکہ آپریشن
سے پہلے کوئی اندر جھانکے تو فوری طور پر صورت حال کا اندازہ نہ کر سکے۔
عمران کے کہنے پر بلیک زیرو نے بھی مارشل کا میک اپ اتار دیا تھا۔
پھر عمران نے آپریشن روم کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ بلیک زیرو
بھی اس کے پیچھے ہی باہر آگیا۔ عمران کے اشارے پر بلیک زیرو نے دروازہ
بند کر دیا۔ گیلری میں موجود مسلح گارڈ عمران کو چیف باس کے روپ میں دیکھ
کر چوکنے ہو گئے۔
"ادھر آؤ" ——— عمران نے چیف باس کے لہجے میں قریب موجود گارڈ

سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ تیزی سے چلتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔
"یس باس" ——— گارڈ نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عمران کے
سامنے جھکتے ہوئے کہا۔
"ڈرائیور کو بولو فوراً گاڑی تیار کرے۔ مجھے ایک اہم مشن پر جانا ہے۔
اور میرے واپس آنے تک آپریشن روم میں کوئی نہ جائے۔ ایس ون اور
ایس ٹو ایک اہم کام میں مصروف ہیں" ——— عمران نے چیف باس کے
لہجے میں گارڈ کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔
"بہتر باس" ——— گارڈ نے کہا اور پھر تیزی سے وہیں راہداری
میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ شاید ٹیلی فون پر ہی ڈرائیور
کو احکام دینا چاہتا تھا۔ عمران نے اُسے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے دیکھ
کر ایک اور گارڈ کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا
"تم ہمارے ساتھ جاؤ گے چلو" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے
میں کہا اور گارڈ سر ہلاتا ہوا آگے چل پڑا۔ اور عمران اور بلیک زیرو اس
کے پیچھے چلنے لگا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے
سے گیراج نما کمرے میں آئے جہاں سرخ رنگ کی ایک کار کے قریب ایک
باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ نقاب پوش کو دیکھتے ہی ڈرائیور نے بڑے
مؤدبانہ انداز میں پچھلی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ اور عمران بلیک زیرو
سمیت پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ گارڈ گھوم کر آگے والی نشست پر بیٹھنے
لگا۔ تو عمران نے تیز لہجے میں کہا۔
"سنو تم واپس جاؤ اور اپنی ڈیوٹی دو"
اور گارڈ تیزی سے واپس مڑ گیا اسے شاید چیف باس سے ارادہ

بدلنے کے متعلق پوچھنے کی جرأت ہی نہ تھی ۔

"چلو ڈرائیور" ——— عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا کر کار آگے بڑھا دی ۔ کار گیراج سے نکل کر ایک طویل سرنگ میں داخل ہوئی ۔ اور پھر تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سرنگ ختم ہو گئی اب اس کے سامنے ایک ٹھوس دیوار تھی ۔ ڈرائیور نے کار دیوار کے سامنے روکی اور نیچے اتر کر اس نے دیوار کی جڑ میں ایک مخصوص جگہ پر پیر مارا تو دیوار کسی ڈھکن کی طرح اٹھتی چلی گئی ۔ اب وہاں باہر جانے کا راستہ تھا ۔ ڈرائیور نے واپس آ کر کار آگے بڑھائی تو چند ہی لمحوں بعد کار کھیتوں کے درمیان ایک کچی سی سڑک پر موجود تھی ۔ عمران نے مڑ کر اس جگہ کا اندازہ کیا اور پھر جب ڈرائیور کار کو موڑ کر مین روڈ پر لے آیا تو عمران نے اُسے ٹھہرنے کا حکم دیا ۔

"اب تم واپس اڈے میں جا سکتے ہو اس کے بعد میں خود کار لے جاؤں گا" ——— عمران نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور سر ہلاتا ہوا کار سے نیچے اتر گیا ۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پھر کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھا دی ۔ اب اس نے چہرے پر چڑھا ہوا نقاب ہٹا دیا تھا ۔

ہر بلیک زیرو نے صفدر، کیپٹن شکیل اور نعمانی کو واچ ٹرانسمیٹر پر کال کیا اور انہیں واپس ہوٹل جانے کی ہدایات دے دیں ۔

"بلیک زیرو زیرو الیون تھرٹی ٹو ون فریکونسی پر مسٹر زولو کو فیاض کے بارے میں اس خفیہ راستے کے متعلق بھی اطلاع دے دو تاکہ مجرم یہاں سے نہ نکل سکیں" ——— عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور

بلیک زیرو سر ہلا کر مسٹر زولو سے رابطہ قائم کرنے میں مصروف ہو گیا ۔

"دیکھا سلطان —— تم ہمیشہ میرے محکمے کو نکما کہتے رہتے ہو۔ اب دیکھو اکیلے فیاض نے اس خوف ناک تنظیم کا خاتمہ کر دیا" —— سر رحمان نے مسرت سے بھرپور لہجے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ ابھی تک ہسپتال کے ایک مخصوص وارڈ میں موجود تھے۔

"ہاں —— رحمان واقعی تمہارا فیاض تو چھپا رستم نکلا۔ بے پناہ صلاحیتیں ہیں اس میں" —— سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ گو انہیں عمران نے ٹرانسمیٹر پر تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہ بھی سر رحمان کے سامنے تمام کریڈٹ فیاض کو دے دیں۔ اس لئے ظاہر ہے وہ اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے تھے۔

"صدر مملکت نے بھی سرکاری طور پر میرے محکمہ کی کارکردگی کا اعتراف کیا ہے۔ اور میں چاہتا بھی یہی تھا" —— سر رحمان کا چہرہ خلاف معمول مسرت سے چمک رہا تھا۔

"ویسے اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے رحمان —— کہ تمہارا فیاض ایک قابل قدر ہیرا ہے۔ ہم تو اب تک اسے پتھر ہی سمجھتے رہے" —— سر سلطان نے فیاض کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے خیال رکھنا کہیں تم فیاض کو بھی سیکرٹ سروس میں ٹرانسفر نہ کرا لینا۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا" —— سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ایسی بات نہیں —— بھلا تمہاری اجازت کے بغیر میں ایسا کر سکتا ہوں۔ اور مجھے علم ہے کہ تم نے اجازت نہیں دینی" —— سر سلطان نے جواب دیا۔

"دیکھو —— حکومت ویسٹ ہارف نے سرکاری طور پر فیاض کی کارکردگی کا اعتراف کیا ہے اور ویسٹ ہارف کے صدر نے حکومت اور عوام کی طرف سے ہمارا شکریہ ادا کیا ہے کہ ہم نے ایک ایسا جوہر قابل وہاں بھیج دیا۔ جس نے اکیلے ہی اتنی بڑی تنظیم کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے بڑا کریڈٹ میرے محکمہ کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہیں میرے متعلق کس نے اطلاع دی کہ تم نے مجھے واپس بلوا لیا۔ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس کیمپ سے زخمی حالت میں مجھے کون لے آ سکتا ہے" —— سر رحمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اب تم سے کیا چھپانا یہ کارنامہ بھی تمہارے فیاض نے ہی سر انجام دیا ہے۔ تفصیلات تم خود اس سے پوچھ لینا" —— سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا ویری گڈ —— واقعی فیاض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ہیرا

صحیح جانشین بن سکتا ہے" ۔۔۔۔۔ سر رحمان نے کہا۔

"اچھا اب مجھے اجازت فیاض واپس آگیا ہے۔ صدرِ مملکت نے خصوصی طور پر اُسے بلوا کر اس کی صلاحیتوں اور کارکردگی کی تعریف کی ہے۔ وہ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا یہیں آئے گا" ۔۔۔۔۔ سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"او کے شکریہ" ۔۔۔۔۔ سر رحمان نے ہاتھ بڑھا کر بڑے پُرجوش انداز میں مصافحہ کیا اور سر سلطان مسکراتے ہوئے ان کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

اور سر رحمان سوچ رہے تھے کہ اب وہ تندرست ہوتے ہی فیاض کو اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بنانے کی باضابطہ سفارش کریں گے اور انہیں یقین تھا کہ صدرِ مملکت ان کی سفارش کی لازمی تائید کریں گے فیاض نے کارنامہ ہی ایسا انجام دیا تھا کہ اس کے بعد انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔

اور اب وہ بستر پہ لیٹے فیاض کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنے محکمے کے ہیرو سوپر فیاض کا۔

دھر سوپر فیاض عمران کے فلیٹ میں عمران کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہوا تھا۔

"خدا کے لئے عمران مجھے تفصیلات بتا دو۔ صدرِ مملکت نے تو تفصیلات نہیں پوچھیں مگر سر رحمان تو رتی رتی کی تفصیل پوچھیں گے" ۔۔۔۔۔ فیاض کے چہرے پر تیمی برس رہی تھی۔

"انہیں بتا دینا کہ میں ذہنی کنٹرول کا انجکشن لگوا کر اور مائیکرو ڈیلی سیل جسم میں سلوا کر شراب پی کر اپنے کمرے میں لیٹا رہا اور مجرم پکڑے گئے" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پلیز عمران مجھ پر رحم کرو ورنہ میں سر رحمان کے سامنے جانے سے پہلے خودکشی کر لوں گا" ۔۔۔۔۔ فیاض کی بے بسی عروج پہ پہنچ چکی تھی۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ ہوٹل کے کمرے میں تم نے میری کھوپڑی توڑنے کی جرأت کیوں کی تھی اس کا معاوضہ کون دے گا" ۔۔۔۔۔ عمران نے اُسے چڑاتے ہوئے کہا۔

"ارے اس وقت میں اپنے ہوش میں کب تھا۔ تمہیں تو معلوم ہے مجھے مجرم کنٹرول کر رہے تھے" ۔۔۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"دیکھو فیاض ۔۔۔۔۔ مجرم پکڑنے کا معاوضہ تم نے ضرور دیا تھا مگر تفصیلات بتانے کی بات طے نہ ہوئی تھی" ۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم پکے سُود خور ہو پیسے کمانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے" فیاض نے جھینپتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈال کر چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مرضی مت دو رقم ۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں کوئی مجبور کیا ہے" عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا مگر فیاض نے جلدی جلدی ایک لاکھ کا چیک لکھ کر عمران کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اچھا چلو تم بھی کیا یاد کرو گے بتا دیتا ہوں تفصیلات" ۔۔۔۔۔ عمران نے چیک ہاتھ میں پکڑتے ہوئے یوں کہا جیسے فیاض کی سات پشتوں پر احسان کر رہا ہو۔ اور پھر اس نے فیاض کو تمام تفصیلات بتانی شروع کر دیں اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو سر رحمان کے سامنے ہیرو ثابت کر سکتا ہے۔

"واہ واہ اب مزہ آئے گا ایک تو میری ترقی اب پکی ہو گئی دوسری بات یہ ہے کہ سر رحمان جو ہر وقت مجھے نکما کہتے رہتے تھے کم از کم اب تو نہیں کہیں گے" ۔۔۔ فیاض نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ارے سنو تو سہی" ۔۔۔ عمران نے اُسے دروازے کی طرف مڑتے دیکھ کر ہانک لگائی۔ مگر اب فیاض اس کی بھلا کہاں سنتا تھا۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا فلیٹ سے نیچے اترتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہہ رہا تھا۔

"اچھا بیٹے مت سنو میری بات ۔۔۔ جب ڈیڈی تم سے پوچھیں گے کہ تم اس کیبن تک کیسے پہنچے جہاں وہ زخمی پڑے ہوئے تھے اس وقت تمہیں پتہ چلے گا ایک لاکھ کا اور چیک وصول نہ کیا تو میرا نام بھی علی عمران نہیں" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ختم شُد

عمران سیریز میں فورسٹارز سلسلے کا نیا اور منفرد ناول

مکروہ جرم

مصنف :- مظہر کلیم ایم۔ اے

- جعلی اور نقلی ادویات ـــــ جس سے ہزاروں لاکھوں بے گناہ مریض تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتے ہیں۔
- جعلی اور نقلی ادویات ـــــ جو ایسا مکروہ جرم ہے جسے کوئی بھی معاشرہ کسی صورت بھی قبول نہیں کر سکتا۔
- مکروہ جرم ـــــ جس کے خلاف فورسٹارز اپنی پوری قوت سے میدان میں نکل آئے۔
- جعلی اور نقلی ادویات ـــــ جس کا جال پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا اور کھلے عام جعلی اور نقلی ادویات فروخت کی جا رہی تھیں۔
- مکروہ جرم ـــــ جس کا پھیلاؤ دیکھ کر عمران اور فورسٹارز بھی حیران رہ گئے ـــــ کیا یہ سب کچھ حکومتی سرپرستی میں ہو رہا تھا ـــــ؟
- ایسے مجرم ـــــ جو بظاہر انتہائی معزز تھے لیکن دراصل وہ مکروہ اور انتہائی قابلِ نفرت مجرم تھے۔
- وہ لمحہ ـــــ جب سب سے بڑے مجرم کے خلاف قدرت کا قانونِ مکافاتِ عمل حرکت میں آ گیا ـــــ پھر کیا ہوا ـــــ انتہائی حیرت انگیز اور عبرت ناک نتیجہ ـــــ؟
- وہ لمحہ ـــــ جب فورسٹارز نے سوپر فیاض کو بھی اس مکروہ جرم کے مجرموں کے ساتھ اغوا کرا لیا اور پھر موت کے بے رحم پنجے سوپر فیاض کی طرف بڑھنے لگے ـــــ کیا سوپر فیاض بھی اس جرم میں شریک تھا ـــــ کیا وہ بھی ہلاک ہو گیا ـــــ یا ـــــ؟
- سماجی برائی کے اس قابلِ نفرت جال کو فورسٹارز نے کس طرح توڑا ـــــ توڑ بھی سکے یا نہیں ـــــ؟
- انتہائی خونریز اور اعصاب شکن جدوجہد پر مشتمل ایک ایسی کہانی جس کا ہر لمحہ موت اور قیامت کے لمحے میں تبدیل ہو گیا۔

- تیز اور مسلسل ایکشن
- لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے واقعات
- اعصاب شکن سسپنس

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان